بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
فضائل رمضان
فخر العلماء والمحدثین واقفِ رموزِ شریعت ودین
محدث دکن حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی وقادریؒ
دکن ٹریڈرس بک سیلرز اینڈ پبلشرز
23-2-378 مغل پورہ حیدرآباد 500 002
: 040-24521777, 66490230, Fax : 66710230

تفصیلاتِ کتاب

نام کتاب .... فضائل رمضان

ملفوظات .... محدث دکن حضرت مولنا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی وقادریؒ

سنِ اشاعت .... شعبان ۱۴۲۹ھ مطابق اگست ۲۰۰۸ء

کمپیوٹر گرافکس .... محمد وحیدالدین، محمد الیاس الدین

بہ سرپرستی .... پیر طریقت ابوالخیرات مولنا سید رحمت اللہ شاہ نقشبندی وقادری

مدظلہ العالی خلف وخلیفہ حضرت محدث دکنؒ

قیمت .... ایک سو پچاس روپئے -/150

ناشر

دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلشرز

23-2-378 مغل پورہ حیدرآباد 500 002

Phone : 24521777, 66490230, Fax : 66710230

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید

صاحبو ! ارشاد باری ہورہا ہے۔ سورہ بقرہ میں یَسۡــئَلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَ ھِلَّۃِ (پ۲: ع:۲۴) اے محمد لوگ آپ سے نئے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا، بڑھتا کیوں ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ احکام بیان فرمارہے ہیں کہ رمضان کیا ہے؟ سنو صاحبو! (شَھۡرُ رَمَضَانَ) رمضان ایک مہینہ کا نام ہے، اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو، اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو، اس پر لوگ پوچھنے لگے کہ چاند کبھی کامل روشن، کبھی باریک اور تاریک، کبھی مشرق سے ظاہر، کبھی مغرب سے طلوع۔ یہ کیوں ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یَسۡئَلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَھِلَّۃِ) آپ سے ہلال کی حالت یعنی ہر مہینہ میں چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی وجہ لوگ پوچھتے ہیں (قُلۡ ھِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ)(پ۲: رکوع ۲۴) ترجمہ: کہد و کہ وہ لوگوں کے کاموں کی میعادیں ہیں۔ آپ ان سے فرمادیجئے کہ اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے معاملات جیسے مطالبۂ حقوق، اور عبادات جیسے حج، روزہ، زکوٰۃ، عدت وغیرہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ دنوں سے مہینہ اور مہینوں سے سال بنتا ہے، اس سے حساب، تاریخ و ماہ معلوم ہوتے ہیں، یہ سوال حکمت اور کسی نہ کسی وجہ سے کیا گیا تھا، اور جواب بھی مصلحت سے دیا گیا، اور وہ مصلحت یہ ہے کہ سوال کرنے کا طریقہ اس کے آداب سکھلایا اور بتلا دیا کہ چھوٹا منہ اور بڑی بات نہ کیا کرو۔ بندہ کو حکمتِ الٰہی اور مصلحت شہنشاہی میں دخل نہیں دینا چاہئے۔

امور مصلحت خویش خسرواں دانند

ترجمہ : بادشاہ اپنے کاموں کی مصلحت آپ جانتے ہیں۔

مصلحت شہنشاہی میں دخل نہیں دینا چاہئے۔

گدائے گوشہ نشین را حافظا مخروش

ترجمہ : اے حافظ تنہائی پسند فقیر کو مت چھیڑو۔

تم کو تمہارے کام کی باتیں بتلاتے ہیں اور تم کو بھی اپنی ضرورت اور فہم سے زائد باتیں نہیں پوچھنا چاہئیے، جیسا کہ بعض لوگ علماء سے ایسے مسائل پوچھتے ہیں کہ جن کا عمر میں کبھی کام ہی نہ پڑے، ایسا نہ کرنا چاہئے۔

حساب دو طرح سے ہوتا ہے : (۱) شمسی (۲) قمری

طریقۂ شمسی میں ایک شکل رہتی ہے۔ مطالع مختلف رہتے ہیں، یہ ایک امرِ مخفی ہے، ایک مدّت تک فرق ظاہر نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے طریقۂ قمری میں شکل مختلف ہے، ہر ماہ میں ایک ہی ضابطہ ہے اور اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، سہولت کی وجہ سے قمری حساب شریعت میں لیا گیا۔ بعض احکام کو اس حساب پر لازم کیا گیا ہے، جیسے: حج، روزہ، عیدین، زکوٰۃ، عدت وغیرہ، اور بعض کو لازم نہیں کیا بلکہ مستحب قرار دیا، جیسے زرِ ثمن کا مطالبہ وغیرہ۔

اگرچہ شمسی حساب ناجائز نہیں ہے مگر شعارِ اسلام نہیں ہے بلکہ قمری حساب شعارِ اسلام ہے۔ صحابہ اور سلفِ صالحین کا طریقہ ہے، اسی پر احکامِ شرعی کا دارومدار ہے اس لئے جہاں ضرورت ہو، جیسے سرکاری دفاتر وغیرہ اس میں شمسی حساب لکھیں، اس کے برخلاف روزمرہ کے کاموں میں قمری حساب لکھیں۔

سنو صاحبو، ایک بات سنو !

(وَاِذَاقُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْكَانَ ذَاقُرْبٰى) (پ:ع ۱۹:سورہ انعام)

ترجمہ:- جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کرو، اگرچہ قرابت داروں کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو۔

یوں اتفاقی طور پر بغیر کوشش کے کسی کو ویرانے سے خزانہ مل جائے تو یہ اور بات ہے لیکن اگر مل بھی جائے تو ایسا مال پچھتا کم ہے مگر عادت اللہ ایسی ہی جاری ہے کہ انسان کو اتنا ہی ملے گا کہ جتنی اس نے کوشش کی۔ یہ میں نہیں کہتا ہوں، خود خدائے تعالیٰ فرماتا ہے (وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى) (پ:۲۷، رکوع ۳۔سورہ نجم) ترجمہ :

اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے کہ جس کی اس نے کوشش کی۔

اگر دو شخص کاشت کر رہے ہوں، ان میں؟ ایک شخص کچھ کوشش کیا ہی نہیں، صرف زمین میں بیج بو دیا، دوسرا ہل چلا کر بیج ڈالا ہے، کیا دونوں کو برابر اناج ملے گا؟ ہرگز نہیں، جتنی کوشش اتنا ہی مال پیدا ہوگا۔ اس کو یوں بھی سمجھئے کہ ایک شخص صرف ہل چلایا، اور دوسرا شخص ہل بھی چلایا اور کھاد بھی ڈالا، اسکی کوشش بھی بڑھی ہوئی ہے اس لئے اسکا مال بھی زیادہ نکلے گا۔

یا یوں سمجھئے کہ ایک شخص ہل چلایا اور کھاد بھی دیا، دوسرا شخص ہل بھی چلایا کھاد بھی دیا اور ضرورت کے وقت باؤلی سے پانی بھی دیا تو چونکہ اس کی کوشش بھی زائد ہے اس دوسرے شخص کا مال بہت زیادہ نکلے گا۔ غرض جتنی کوشش اتنا ہی مال نکلے گا۔

یا یوں سمجھئے کہ ایک جاہل ہے جس کو پانچ روپیہ ماہوار ملتی ہے، دوسرا علم پڑھا اور ڈگریاں رکھتا ہے، اس کی کوشش کا یہ نتیجہ ہے کہ سو، پچاس کما رہا ہے۔

اسی طرح ایک اور شخص ہے اس نے بھی کوشش کی اور اعلیٰ درجہ کی سند رکھتا ہے سینکڑوں روپے اس کی ماہوار ہے۔
اس کے برخلاف ایک شخص ولایت جا کر آیا ہے وہ ہزار، پانچ سو کا ماہوار یاب ہو جاتا ہے۔ غرض انسان کی جتنی کوشش اتنا ہی اس کو ملتا ہے، یہ ہمارا رات دن کا مشاہدہ ہے اور اس کا ہر شخص قائل ہے، اسی لئے کوشش میں لگا ہوا ہے، مگر افسوس کہ انسان کا یہ خیال صرف دنیا ہی کے معاملات میں ہے، اور آخرت کے لئے اس کا الٹا سمجھا ہوا ہے کہ کوشش کی ضرورت نہیں، بغیر کوشش کے سب کچھ مل جائے گا۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

ترجمہ :- ایسا خیال مشکل ہے اور جنون ہے۔

ایک ھٹا کٹا خدا کا نافرمان، رمضان کا چور، کیا اس کو آخرت میں وہی مراتب ملیں گے جو خدا کے فرماں بردار، رمضان میں دن کو بھوکا پیاسا رہنے والے، رات کو نیند ضائع کرنے والے کو ملتے ہیں۔ جب کھاد ڈالنے والا اور کھاد نہ ڈالنے والا دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو آخرت میں بھی یہ دونوں کیسے برابر ہو جائیں گے؟ مگر انسان کو نفس و شیطان کچھ ایسا سبق سکھائے ہیں کہ وہ دنیا کے لئے تو بڑا محنتی ہوتا ہے لیکن آخرت کے لئے (کاہل) ہو جاتا ہے۔

حکایت :- واجد علی شاہ کے زمانہ میں دو احدی (کاہل) تھے، ایک روز ایک لیٹا ہوا تھا دوسرا اس کے بازو بیٹھا ہوا تھا، ان کے قریب سے جب ایک سوار گزرا تو لیٹے ہوئے احدی نے کہا میاں سوار! میرے سینہ پر بیر پڑا ہوا ہے ذرا تکلیف کر کے میرے منہ میں ڈال دو، سوار نے کہا کہ تیرے پاس جو بیٹھا ہوا ہے وہ ڈال دے گا۔

بیٹھے ہوئے احدی نے کہا بس جناب رہنے دو، کل میں لیٹا ہوا تھا میرے منہ میں کتّا پیشاب کر رہا تھا اس نے ہٹایا نہیں تو کیا میں اس کے منہ میں بیر ڈالوں گا۔

آخرت کے لئے انسان ایسا ہی احدی، سست اور آرام طلب ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ لکھنؤ کے احدی کی طرح ہاتھ ہلائے نہ پاؤں، اور منہ میں بیر پڑ جائے، مفت میں جنت مل جائے، اس لئے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ''وَاَنْ لَّیْسَ لِلاِ نْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی''۔

میرے دوستوں ! سنو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دو دو مہینے ہمارے پاس چولہا نہیں سلگتا تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا بی بی! پھر کیسے گذر ہوتی تھی؟ تو آپ فرماتی ہیں کہ دو چار کھجور کھا لئے، پانی پی لئے، اور رات گذر گئی۔ رسول اللہ ﷺ پر کئی کئی دن کا فاقہ گذرتا، پیٹ پر پتھر باندھتے، ایک روز حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ مارے بھوک کے پیٹ پیٹھ کو لگ گیا ہے تو رو رو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دنیا سے اتنا تو لیجئے کہ پیٹ کی یہ حالت نہ رہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عائشہ! مجھے دنیا سے کیا کام مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہی حالت رہے اور صبر کروں۔

صاحبو ! عمر بھر رسول اللہ ﷺ بھوکے رہے، تم کیسے رسول اللہ ﷺ کے چاہنے والے ہو، ایک مہینہ بھوکے رہ کر رسول اللہ ﷺ کی شکل نہیں بناتے ہو۔ کیا محبت کرنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں؟ راتوں کو نماز میں کھڑے کھڑے حضرت کے قدم مبارک ورم کر گئے تھے، ہائے تم کیسے رسول اللہ ﷺ کی محبت کرنے والے ہو، تم سے بیس رکعت تراویح نہیں پڑھی جاتی ؟

دوستو ! سنو، مسلمان کی علامت بتلائی گئی ہے (وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ) (پ ۲: رکوع ۲۰۔ سورہ بقرہ) ترجمہ: لیکن جو لوگ ایمان والے ہیں وہ خدا ہی کے سب سے زیادہ دوست دار ہیں۔

مسلمان خدا کی محبت میں سب سے زیادہ سرشار رہتے ہیں، حدیث میں ہے کہ ''اَلاَ لاَ اِیُمَانَ لِمَنُ لاَ مُحَبَّةَ لَهُ '' جس کو ترجمہ:- جس کو رسول اللہ ﷺ کی محبت نہیں، اس کو ایمان نہیں۔ اور حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ ''قَالَ رسول اللہ ﷺ: لاَ یُؤُ مِنُ اَحَدُ کُمُ حَتّٰی اَکُوُ نَ اَحَبَّ اِ لَیُهِ مِنُ نَّفُسِهِ وَ مَالِهِ وَ وَلَدِهِ وَالنَّاسِ اَجُمَعِیُنَ'' ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص پورا مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے اور بیٹے اور باپ اور سارے جہاں کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی محبت ہو۔ دوستو! کیا محبت کرنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں؟ اپنے محبوب سے ملنے کیلئے اور اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے کیا کیا کوششیں نہیں کی جاتیں؟

غرض مسلمانوں کے محبوب کی آمد آمد ہے جس کے لئے ایک سال سے ترس رہے تھے بعض انتظار ہی میں قبروں میں جا کر سو گئے، وہ محبوب کون ہے وہ مبارک رمضان ہے۔

صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے (وَلاَ تَکُنُ مِنَ الُغَا فِلِیُنَ) (پ ۹۔ رکوع ۲۴۔ سورہ اعراف) ترجمہ: اور (دیکھو) غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ کبھی ہماری یاد سے غافل نہ رہنا، اسی کو پاسِ انفاس کہتے ہیں، کسی کی غلامی سے یہ بات آسانی سے حاصل ہو جاتی ہو، غافلوں میں ذاکر ایسا ہے جیسے سر سبز درخت خشک درختوں میں، اور جہاد میں بھاگنے والوں میں وہ شخص جو کفار پر اکیلا جہاد کر رہا ہے اور پانی کی طرح اپنا خون بہا رہا ہو، اس پر خدائے تعالیٰ ہمیشہ نظر رحمت سے دیکھتا ہے اور وہ ایسا ہے جیسے روشن چراغ اندھیرے گھر میں۔ اس طرح کا ذکر تجھے فرشتہ کا مشابہ بنا دیتی ہے، ایسا بننے میں تجھ کو بار بھی نہیں، اور فرشتوں کے وصف سے تجھ کو ہمیشہ متصف ہونے کا حکم دیتے ہیں، ایک اور وصف ہے کہ جس سے تو ہو بہو فرشتہ ہو جائے، یعنی جیسے فرشتے کھاتے پیتے اور سوتے نہیں ہیں۔ تیری مجبوریوں کا خیال کر کے اس کا برس میں ایک مہینہ کے لئے حکم دیتے ہیں کہ تو بھی بھوکا، پیاسا، بے نیند کے رہے۔

اب اس کا زمانہ آ گیا، اب فرشتہ بنانے والے مہینہ کی آمد آمد ہے۔ مسلمانو! خوش ہو جاؤ، اب وہ مہینہ آ گیا۔

حدیث شریف:- جو شخص رمضان کے آنے پر خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو دوزخ کی آگ

پر حرام کر دیتا ہے۔

غرض صاحبو! اب اس مہینہ کی آمد آمد ہے کہ جس میں مسلمان کی روزی فراخ ہوتی ہے جو کچھ کھائے خواہ بے حساب ہو، یہ سب کھانا، پینا طاعت میں شمار ہوتا ہے۔

صاحبو! اس مہینے کی قدر کرو تو اچھا ہے ورنہ تمہاری کچھ پرواہ نہیں، اس لئے کہ ہماری عبادت کرنے والے، تسبیح وسجدہ کرنے والے بہت ہیں۔ مسلمانو! خدائے تعالیٰ جن کو ''اپنے'' فرماتا ہے کیا تم ان میں شامل ہونا نہیں چاہتے؟ اس لئے روزہ رکھ کر، تراویح پڑھ کر، اور نیکیاں کر کے خدا کے بندوں میں ہو جاؤ۔

اب اس اجمال کی تفصیل سنیئے :-

رمضان المبارک کی فضیلت بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کچھ شعبان اور شب برات کے بارے میں عرض کیا جائے کہ وہ رمضان سے قبل آتے ہیں۔ اس لئے اب شعبان اور شب برات کے متعلق سنئے:

شب براُت:۔ سنو صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے (وَ مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ) (پ:۴۔ رکوع ۱۹۔ سورہ ال عمران) ترجمہ: اور دنیا کی زندگی تو دھوکہ کا سامان ہے۔

بیماریوں میں وہ بہت بری بیماری ہے کہ جس کی وجہ سے سینکڑوں بیماریاں پیدا ہو، اور لائق ڈاکٹر وہ ہے کہ اس بیماری کا علاج ایسا کرے کہ دوسری بیماریاں خود بخود کم ہو جائیں، آج خدائے تعالیٰ ان آیتوں میں ایک ایسی بیماری کا علاج بتلاتا ہے کہ اگر اس سے شفا ہو جائے تو بہت سی بیماریوں سے خود بخود شفا ہو جاتی ہے۔ اس تقریر سے آپ کو شبہ ہو رہا ہوگا کہ دواخانہ کا کام آج مسجد میں ہو رہا ہے، ہم تو صحیح اور تندرست ہیں ہم کو آج کی تقریر سننے کی کیا ضرورت ہے۔ سنو صاحبو ! بہت سی بیماریاں ایسی ہیں کہ جو نہ تو خود بیمار کی سمجھ میں آتی ہیں، ورنہ دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ وہ بیمار ہے، بیمار اسی غفلت میں رہتا ہے اور وہ بیماری سمجھ میں آتی ہے تو اس وقت آتی ہے جب کہ وہ بیماری لاعلاج ہوگئی ہو، بجز موت کے کوئی اور صورت نہیں۔ ایسے وقت معلوم ہونے سے کیا فائدہ، سوائے پچھتانے کے کوئی نتیجہ نہیں، ہاں اگر اس وقت کسی ڈاکٹر سے تشخیص کروائی جائے تو وہ کہے گا کہ بیماری بہت بڑھ گئی ہے جلد علاج کرو، ورنہ بات ہاتھ سے جاتی ہے۔

اسی طرح آپ بھی ایسے ہی بیمار ہیں کہ اس بیماری کو نہ تو آپ ہی خود سمجھے اور نہ دیکھنے والے، اسی غفلت میں گزر رہی ہے البتہ موت کے وقت سمجھ میں آئے گا، اس وقت سمجھ میں آنا بے کار ہے۔

صاحبو! آپ جسمانی بیماری کے علاج کے لئے کبھی انگریزی ڈاکٹر کو بتلائے تو کبھی یونانی حکیم کو، اسی طرح کبھی آپ روحانی بیماریوں کے لئے روحانی حکیم طریقت کی طرف بھی رجوع ہوئے ہو کہ ذرا دل کی نبض دیکھو کہ یہ بیمار ہے یا تندرست، وہ کہے گا جیسے جسم کی بیماریاں پہلے معمولی ہوتی ہیں پھر لاعلاج ہو جاتی ہیں، جیسے طاعون، انفلونزا وغیرہ ایسا ہی روحانی بیماریاں، آغاز مرض میں تو ان کا علاج ہو سکتا مگر آج لاعلاج بیماریاں ہو گئی ہیں۔ پہلے مریضِ دل شروع ہی سے حکیمِ روحانی کے زیرِ علاج رہتا تھا اور آج ایسے وقت آتا ہے کہ دلِ بیمار قریب مرنے کے ہے یا مر گیا ہے اب علاج ہو تو کیسا ہو؟ اگر آ بھی گیا تو کچھ اس طرح کہ نبض دیکھایا (یعنی ہاتھ میں ہاتھ دے کر مرید ہوا) پھر صورت نہیں دکھاتا، ایسا نہ ہو کہ کڑوی دوا پینا پڑے، تو کیا صرف نبض دکھانے سے مرض جاتا رہے گا؟ کیا صرف ہاتھ میں ہاتھ ملانے سے مرض جائے گا؟ بعض اس لئے نہیں آتے کہ کہیں حکیم جسمانی کی طرح حکیم روحانی کی ناز برادری کرنا پڑے گا، یہ کون کرے۔ تو خیر کبھی ایسے مجمعوں میں جایا کرتے رہو، جہاں دل اور روح کی بیماریوں کا بیان ہوتا ہے (جیسے مجلس وعظ) وہاں تو کسی کی ناز برادری کرنا نہیں پڑتا ہے، اس سے اتنا تو معلوم ہو گا کہ فلاں فلاں بیماریاں ہیں اور اس کی یہ علامتیں ہیں، پھر یہ سوچ سکتے ہو کہ ہم بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں یا نہیں، اگر اتنا بھی نہ کر سکو تو بس علاج ہو سکا۔ اور بیماری جا چکی۔ اس وجہ سے کہ بیمار لاپرواہ ہے، طبیب اپنا مطب بند نہ کرے گا ممکن ہے کوئی نہ کوئی علاج کو آ ہی جائے گا، اس لئے مدینہ کے افسر الاطباء کا دواخانہ کھلا ہوا ہے، بیماریاں بتلائی جا رہی ہیں، علامتوں سے واقف کرایا جا رہا ہے، نسخے بھی دیئے جا رہے ہیں، اب جس کا جی چاہے علاج کرائے یا نہ کرائے۔

صاحبو! اپنی چھپی ہوئی بیماریوں کو سنو، خدا کے لئے سنبھلو اور اپنی خبر لو۔ اور اگر یہ مرض ہو تو اس کے علاج کی کوشش کرو۔ مختصر تقریر کے بعد وہ مرض سمجھ میں آ جائے گا سنو۔

حکایت :- ایک باپ اپنے نادان بچہ کو ایک روپیہ دیا کہ جس پر سیاہی لگی ہوئی تھی، لڑکا اس کو لے کر باہر نکلا۔ کسی

ٹھگ کو معلوم ہو گیا، ٹھگ کے پاس کتھل کا روپیہ تھا، اس میں ظاہر چمک ودمک تو بہت تھی، اس بچہ کو دھوکہ دے کر اصلی روپیہ لے کر کتھل کا روپیہ اس کو دے دیا۔ بچہ خوش ہے کہ میرے پاس کیسا چمکتا ہوا روپیہ ہے، باپ غصہ ہو رہا ہے کہ کم بخت تجھ کو ٹھگ نے دھوکہ دے دیا، لڑکا اس کو غلط سمجھ رہا ہے۔ جب بچہ بازار میں میوہ والے کی دوکان پر پہونچا اور وہ روپیہ اس کو دیا تو دوکاندار نے روپیہ اٹھا کر پھینک دیا۔ اس وقت خبر ہوئی کہ سچ ہے، ٹھگ نے دھوکہ دے دیا۔ ایسا ہی خدائے تعالیٰ نے تم کو اصلی چاندی کے جیسا دل دیا، تم اس کو لے کر جو یہاں آئے، دنیا نے جو مثل ٹھگ کے ہے دل خود لے کر کتھل کے روپیہ کے جیسا نفس تم کو دیدیا ہے، تم خوش ہیں کہ بڑی چمک دمک کی نفس ملی مگر خدائے تعالیٰ غصہ میں ہے، اور فرمارہا ہے (وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا) (پ (۷)۔ رکوع (۸)۔ سورہ انعام) ترجمہ: اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

دنیا کی زندگی نے تم کو دھوکہ دے دیا۔ پھر جب قبر اور قیامت کے بازار میں پہنچو گے اور نفس کو اٹھا کر پھینک دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ دل لاؤ تو اس وقت خود ہی بولو گے (غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا) سچ ہے دنیا نے دھوکہ دے دیا۔

حکایت :- ایک گڑھے پر اعلیٰ درجہ کے قالین کا فرش بچھا ہوا تھا اور اس کے نیچے خونخوار گڑھا تھا، ایک شخص سمجھا کہ اس قالین پر بیٹھ کر لطف اٹھاؤں گا قالین پر پاؤں رکھتے ہی ابھی مزہ تو کچھ ملا ہی نہیں قالین دب گیا اور وہ گڑھے میں گر گیا جس میں طرح طرح کی اذیت دینے والی اشیاء ہیں ایسا ہی دوزخ۔ گڑھے پر دنیا جو مثل قالین کے پُر لطف ہے بچھی ہوئی ہے، انسان اس پر قدم رکھتا ہے کہ کچھ مزہ ملا یا نہ ملا کہ دنیا ہٹ جاتی ہے اور یہ دوزخ میں گر جاتا ہے، اس وقت خود کہتا ہے (غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا)۔

تعجب تو یہ ہے کہ دیکھتا ہے کہ دنیا کا قالین ہٹا ہوا ہے لوگ گڑھے میں گرتے جاتے ہیں خود پھر بھی قالین پر پاؤں رکھتا ہے۔

حدیث شریف :- قیامت میں ایک بڑھیا آئے گی، بدصورت، نیلی آنکھیں بڑے بڑے دانت باہر نکلے ہوئے، تمام خلق کہے گی نَعُوْذُبِاللّٰهِ یہ کون کم بخت ہے، سب منھ پھیرلیں گے حکم ہوگا یہاں کیوں منھ پھیر رہے ہو، یہی تو

دنیا ہے کہ جس پر تم کیسے گرتے تھے، اسی چڑیل کی وجہ سے آپس میں حسد و دشمنی کرتے تھے، اسی کی وجہ سے آپس میں خون خرابہ ہوتا تھا۔ نہ قرابت کا پاس ہوتا تھا نہ دوستی کا خیال، اس وقت سب کو یاد آئے گا۔ (غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا) وہ دوزخ میں ڈال دی جائے گی تو وہ کہے گی کہ میرے دوست بھی میرے ساتھ دے دئے جائیں، اس لئے اس کے ساتھ اس کے چاہنے والوں کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

ہم نے مانا کہ دنیا حسین بھی ہے، ہر طرح کی اس میں راحت بھی ہے سب ہنر ہیں، لیکن اس دنیا میں ایک عیب ایسا ہے کہ جس نے اس کے سب خوبیوں کو خاک میں ملا دیا۔ وہ عیب یہ ہے کہ دنیا ختم ہو جانے والی ہے آپ دیکھتے ہوں گے کہ کیسے کیسے بڑے بڑے مکانات اجڑے پڑے ہیں، ان کے رہنے والوں کے دماغ میں کیا کیا تمنائیں ہونگی، کیسی کیسی آرزوئیں ہوں گی مگر وہ سب خاک میں مل گئے، دنیا ختم ہوگئی۔

صاحبو! خدا اور رسول کے جو احکام ہیں، ہر ایک میں بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً توحید، اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ توحید کے اعتقاد سے نجات ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غیر خدا پر کبھی طمعاً اور خوفاً نظر نہ ہوگی، کیوں کہ یہ طبعی بات ہے، جب کسی بہت بڑے سے تعلق ہو جاتا ہے تو چھوٹوں کی ہیبت یا احتیاج دل میں باقی نہیں رہتی ہے۔ جیسے تعلقدار کی محبت وتعلق، تحصیلدار کی ہیبت اور احتیاج نہ رکھے گا۔

حکایت :- اکبر بادشاہ ایک مرتبہ شکار کے لئے گئے۔ اتفاقاً تن تنہا کہیں دُور نکل گئے۔ ایک دیہاتی کے پاس مہمان ہوئے، جب واپس ہونے لگے تو دیہاتی سے کہا کہ اگر تم کو کوئی کام کی ضرورت ہو تو ہمارے پاس آنا، چنانچہ وہ ایک ایسے موقع پر آیا کہ اکبر نماز پڑھ رہے تھے، نماز سے فارغ ہو کر اس نے دُعا مانگی، جب دُعا کر چکے تو دیہاتی نے کہا تم یہ کیا کر رہے تھے، اکبر نے کہا میں خدا سے دُعا مانگ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ کیا تم کو بھی مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اکبر نے کہا بے شک مجھ کو بھی ضرورت ہوتی ہے۔ دیہاتی نے کہا پھر مجھ کو تم سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو تمہارے شاہانہ سوالات کو پورا کر سکتا ہے کیا وہ میرے غریبانہ سوالات کو پورا نہ کرے گا؟

یہ استغناء، یہ توکل، توحید کا نتیجہ ہے، اسی طرح آپ کے دل سے دنیا کی محبت جو کم کی ہے اس کا فائدہ خود ہی دوسری آیت میں بیان فرماتے ہیں، بعض چیزوں سے انسان راضی ہوتا ہے مگر دلچسپی نہیں، جیسے کڑوی دوا اور بعض

چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے مگر اس سے دل راضی نہیں، جیسے زنا۔ مگر وہ بہت بُری چیز ہے اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے راضی بھی ہوں اور دلچسپی بھی ہو۔ تو دنیا ایسی چیز ہے کہ اس سے انسان راضی بھی رہتا ہے اور دلچسپی بھی لیتا ہے۔ کوئی سود لے رہا ہے اور کوئی رشوت، کوئی کسی کی زمین غصب کرلیا ہے وغیرہ سب کو دل سے پسند ہے، کبھی جی کو بُرا نہیں لگتا۔ اسی واسطے دنیا کی مزمت بیان کی جاتی ہے کہ (رَضُوا بِالحَیٰوۃِ الدُّنیَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا' (پ ۱۱ رکوع ۱۔ سورہ یونس)
ترجمہ: اور دنیا کی زندگی پر خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے۔

آخرت کو بھول کر دنیا میں دل لگاؤ گے اور دنیا دل میں گھس جائے گی، یہیں پھنس کر اصلی گھر کو جانے سے گھبراؤ گے، یہی بیماری ہے جو تمہارے دل کو مردہ کردے گی۔ اسی واسطے تم کو دنیا سے روکا جارہا ہے۔ ہر مسلمان بتلائے کہ روزانہ کتنی مرتبہ دنیا میں رہنے سے جی گھبریا بلکہ اگر جی گھبرایا تو آخرت میں جانے سے حالانکہ ہماری حالت تو ایسی ہونی چاہئے تھی کہ جیسے ہم اپنے وطن سے دوسرے شہر میں کسی کام سے جائیں، تو ہوٹل میں ٹھہرتے ہیں، مگر دل وطن میں انکا ہوا رہتا ہے، ایسا ہی ہمیں دنیا میں سب کچھ کرنا تھا، مگر دل آخرت میں لگا رکھنا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دنیا کی حقیقت نہیں سمجھے۔ ہماری ایسی حالت ہے کہ بچہ ہوٹل کو دیکھ کر، وہاں کے سامان کو دیکھ کر ضد کرے کہ میں تو یہیں رہوں گا، اس پر عقلمند ہنستے ہیں، ایسی ہی ہماری حالت ہے۔ اللہ والے ایسا ہی ہم پر ہنستے ہیں کہ بھائی یہ مسافر خانہ ہے اس سے کہیں دل لگاتے ہیں؟ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے۔ ''اَلدُّنیَا سِجنٌ لِلمُؤمِنِینَ'' (ترجمہ: دنیا مومنوں کے لئے قید خانہ ہے) اس لئے گویا کیسا ہی عیش ہو مگر جیل خانہ میں جی نہیں لگتا، ایسا ہی مسلمان کی شان یہ ہے کہ دنیا میں دل نہ لگے، گو کیسا ہی آرام ہو، کیوں کہ دل لگنے کی جگہ گھر ہے اور دنیا گھر نہیں ہے۔

مسلمانو! تمہارا گھر تو آخرت ہے مگر تم نے اپنے لئے دنیا کو گھر بنا رکھا ہے، سچ فرمائے ایک شخص کے دو گھر ہوں، ایک عاریۃً اور ایک ہبۃً کہ جس کا اس کو مالک بنادیا گیا ہے، اب یہ اندر جا کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونوں مکان خراب، خستہ ہیں دیواریں ٹوٹی ہوئی ہیں، کہیں کہیں گری ہوئی بھی ہیں۔ ہر ایک مکان کی مرمت کرانا ہے تو اب بتلائیے کہ روپیہ مکانِ عاریۃً میں لگائیں یا مکان موہوب میں؟ ہر شخص کہے گا کہ اپنے پاس رہنے والے مکان میں لگانا چاہئے۔ اگر کوئی

مکانِ عاریتہً میں ہزار روپیہ لگادے تو اس کو سب بے وقوف سمجھیں گے۔

صاحبو! دنیا اور آخرت دو مکان ہیں۔ دنیا عاریتہً اور آخرت موہوب دونوں کی مرمت کی ضرورت ہے۔ عمر کا روپیہ کسی ایک مکان کی آبادی کے لئے کافی ہے اگر آپ عمر کا روپیہ چند روزہ دنیا کی تعمیر میں خرچ کردئے تو اپنے آخرت کے مکان کو اجڑا ہوا پائیں گے تو اس وقت کس قدر حسرت ہوگی۔ یا یوں سمجھئے کہ:

حکایت :- کوئی شخص روپیہ کما کر لایا اور گھر پہونچ کر بیوی بچوں کو دیا، یا کوئی یوں کیا کہ روپیہ کما کر لا رہا تھا راستہ میں دیکھا ایک درخت کی شاخ ٹیڑھی ہے اس نے بڑھئی کو بلوا کر سب روپیہ خرچ کر ڈالا، گھر میں منتظر ہیں کہ میاں باہر سے کما کر لائیں گے، تو یہ کام کر کے بیٹھے، سب اس کو بیوقوف کہیں گے۔

غرض دنیا کے گھر کو بنانا ایسا ہی ہے جیسے راستہ کے درخت کو درست کرنا۔ اگر دنیا سے جی نہ لگائے ہو تو اتنا بھی آخرت کا شوق نہیں کہ جتنا مسافر کو ہوتا ہے، ذرا ہر ایک اپنے اپنے دل کو دیکھے کہ کیسے کیسے خیالات آرہے ہیں کہ یوں رہیں گے، یوں بسیں گے، یوں جائدادیں پیدا کریں گے، یوں نوکر ہوں گے، یوں وکالت کریں گے، یوں پاس ہوں گے، کبھی یہ بھی خیال آیا کہ ہم مرجائیں گے تو یوں خدا کے سامنے جائیں گے، یوں جنت ملے گی یوں باغات ہوں گے، یوں مکانات ہوں گے، یوں حوریں ہوں گی۔ اگر آخرت کو سدھار لیا تو یوں بہار ہوگی، یوں عیش ہوگا، ورنہ مصیبت و پریشانی ہوگی، جس سے جی لگتا ہے، اسی کے انسان خیالات پکاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دنیا سے جی لگا ہے اور آخرت سے کچھ بھی تعلق نہیں، جب خیال آیا تو دنیا کی مصیبت کا کہ دنیا کی زندگی کیسے کٹے گی؟ اس کے مصیبتوں سے کیسے بچیں گے؟ اسی طرح کبھی یہ بھی خیال آیا کہ آخرت کی زندگی کیسے کٹے گی؟ دوزخ کی مصیبت کیسے سہ سکیں گے، یہ سب حالات بتلا رہے ہیں کہ ہم نے دنیا کو گھر سمجھا ہے اگر آخرت کو گھر سمجھتے تو مصیبتوں کا ہم کو غم نہ ہوتا، مسافر خانہ کے کھٹمل ستائیں تو یہی خیال ہوتا ہے ایک رات گزر جائے گی کل گھر میں آرام کریں گے خواب میں اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ سانپ بچھو نے کاٹ لیا ہے اور خوب پیٹا جا رہا ہے، اسی وقت آنکھ کھل گئی، کیا دیکھتا ہے کہ نہایت عمدہ سیج کسے ہوئے پلنگ پر ہے اور بہت بڑا محل ہے، لوگ اِدھر اُدھر کھڑے ہوئے ہیں، جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں، کوئی

مورچھل جھیل رہا ہے، کوئی عطر لا رہا ہے، کوئی پان لا رہا ہے تو کیا اس شخص کے ذہن میں اس خواب کا کچھ اثر باقی رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح دنیا کا غم، خواب کا غم اپنی۔ ایک شخص خواب میں دیکھے کہ تخت سلیمان پر ہوں اور تمام لوگ میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں، لوگ اپنی اپنی حاجتیں میرے سامنے پیش کرر ہے ہیں میں ان کو پوری کرر ہا ہوں۔ غرض تمام شاہی ٹھاٹھ جما ہوا ہے، آنکھ کھولتے ہی چاروں طرف کیا دیکھتا ہے کہ پولیس بیڑیاں لئے کھڑی ہے، جیل خانہ لے جانا چاہتی ہے، طرح طرح کی سزائیں دی جارہی ہیں۔ غرض دنیا کی خوشی، خواب کی خوشی کی طرح ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

حالِ دنیا را پرسیدم من از فرزانہ

ترجمہ :- میں نے ایک عقلمند سے دنیا کی حقیقت دریافت کیا

گفت یا خوابے است یا بادیست یا افسانہ

ترجمہ :- اس عقلمند نے کہا کہ یا تو وہ ایک خواب ہے یا ہوا ہے یا ایک کہانی ہے۔

واقعی دنیا کی مثال خواب کی سی ہے، اگر دنیا میں عمر بھر عیش کئے اور مرنے کے ساتھ ہی پکڑے گئے تو وہ عیش کیا کام آئے گا۔

صاحبو! آخرت میں، مرنے کے بعد دنیا کی چیزیں کیا یاد آئیں گی، دنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ عمر گزشتہ کا آرام و تکلیف اس وقت خواب سے زیادہ نہیں۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں اہل مصیبت کو بڑے بڑے درجے عنایت ہوں گے تو اہل نعمت کہیں گے کہ کاش دنیا میں ہمارے چمڑے قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے اور آج ہم کو یہ درجے ملتے تو اچھا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے جنت کو دیکھا ہی نہیں اس لئے اس کی کچھ قدر نہیں، جب دیکھو گے تب حقیقت کھلے گی۔ اب رہا یہ شبہ کہ یہ سب تو دیکھنے کے بعد ہوگا۔ اس وقت تو ہم مصیبت میں ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ (اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ٥ (پ (١٣)۔ رکوع (٤)۔ سورہ رعد) ترجمہ: ''اور سن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں'' کا مصداق نہ بننے سے مصیبت میں ہیں ورنہ یہ مصیبت نہیں۔ یعنی جسم مصیبت میں اور دل آرام

میں ہے، اب رہی یہ بات کہ آخرت کو بھی تو کچھ سدھارے نہیں ہیں، آخرت کا کیسا خیال آئے گا یہ سچ؟ ہے مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک شخص کا ذاتی مکان ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے اور پختہ مسافر خانہ بھی ہے تو وہ اپنے ٹوٹے پھوٹے گھر ہی کو پسند کرلے گا اور سونچے گا کہ اس وقت میرا گھر ٹوٹا پھوٹا ہوا ہے تو کیا ہوا، اس کو میں پختہ کرلوں گا، ایسا ہی دنیا مسافر خانہ ہے، اس سے آپ کو کیا، آخرت آپ کا گھر ہے گو کیسا ہی ہو اسی میں دل لگایئے، اسی کے حاصل کرنے کی فکر کیجئے۔

اسی واسطے اولیاء اللہ یہاں کی مصیبت کو آخرت کی خوشی کا سبب سمجھتے تھے۔

حکایت :- ایک شخص نے سوتے میں اپنی بی بی سے پانی مانگا وہ پانی لانے تک خاوند سو گیا، وہ یہ سوچتی رہی کہ میں شوہر کو نہ اٹھاؤں تو وہ پیاسا رہتا ہے، اور اگر اٹھاتی ہوں تو نیند خراب ہوتی ہے، اسی شش و پنج میں صبح تک کھڑی رہی، صبح کو خاوند اٹھا اور بی بی کو کھڑا دیکھا۔ یہ بات خاوند کو بہت بھلی معلوم ہوئی اور خاوند کے دل میں بیوی کی بہت وقعت ہوئی۔ جوشِ محبت میں کہا تمہاری جو خواہش ہے کہو میں اسے پوری کروں گا عورت نے کہا اگر یہی ہے تو میری خواہش یہ ہے کہ مجھے طلاق دے دو۔ خاوند کو بہت حیرت ہوئی کہ ہے کیا بات ہے دونوں میں جھگڑا ہوا۔ عورت نے کہا تمہارا اور میرا فیصلہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوگا۔ دونوں چلے، راستہ میں شوہر کو ٹھوکر لگی، گرا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ عورت نے کہا اب گھر چلو طلاق کی ضرورت نہیں ہے مرد نے کہا آخر یہ کیا بات ہے؟ عورت نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔ خدا کے دوستوں پر مصیبت آیا کرتی ہے، جب سے میں تمہارے پاس آئی ہوں تم پر کوئی مصیبت نہیں آئی تو معلوم ہوا کہ تم خدا کے دوستوں میں سے نہیں ہیں، میں ایسے شخص کے پاس نہیں رہنا چاہتی جو خدا کا دوست نہیں ہے، اب تمہاری ٹانگ ٹوٹ گئی تو معلوم ہوا کہ خدا کے دوست ہو، اب طلاق لینے کی ضرورت نہ رہی ان عورت کی یہ حالت اس واسطے تھی کہ وہ دنیا کو گھر نہیں سمجھتی تھیں۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ دین کا کبھی ذکر کردیتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو دین کی فکر ہے، اور آخرت کو ہم گھر سمجھے ہوئے ہیں۔

صاحبو! اس سے کیا ہوتا ہے دیکھو اگر کسی کے پاس آٹا بھی ہے اور توا بھی ہے اور لکڑیاں بھی ہوں اور وہ نہ پکائے مگر ان

چیزوں کا ذکر کیا کرتا ہے اور سوچتا ہے تو صاحبو! اس ذکر اور اس سونچنے سے کیا ہوتا ہے، تدبیر تو یہ ہے کہ ہمت کر کے اٹھے اور پکانا شروع کر دے، اور جب بھوک لگے کھالے۔ ایسا ہی اگر آخرت کا ذکر ہی کرتا رہے، اور آخرت کو سوچتا رہے تو کیا ہوتا ہے؟

صاحبو! ذرا ہمت سے کام لو اٹھو، دین کے کام کرنے لگو اور جب آخرت میں جاؤ، اس سے نفع اٹھاؤ۔ دنیا کے کام میں تو محض فکر پر بس نہیں کرتے ہو، پھر اس کی کیا وجہ ہے، کہ آخرت کے کام میں محض فکر کو کافی سمجھ رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں حقیقت میں آخرت کا خیال نہیں ہے۔ اگر آخرت کا خیال ہوتا اور آخرت کے لئے کچھ کام کرتے تو اس کے اثرات خود نظر آتے۔

پہلا ۱ :- آخرت کو گھر سمجھنے کا **ایک** اثر تو یہ ہے کہ کسی سے عداوت ورنج نہیں گو معمولی لڑائی ہوگئی ہو، دل میں عداوت نہیں، جیسے کوئی شخص ریل گاڑی کے ذریعہ سفر کرنے کے لئے کھڑا ہے، ریل گاڑی آ گئی۔ اگر اس وقت پلیٹ فارم پر کسی سے چل گئی تو لڑائی کو ایک طرف رکھ کر ریل گاڑی میں سوار ہونے کی فکر کرے گا۔ ورنہ ریل گاڑی چلی جائے گی اور یہ چھوٹ جائے گا۔ اسی طرح دنیا کے جھگڑوں میں الجھ کر آخرت کے سفر کو کھویا نہیں کرتے۔

چند بچے ریت جمع کر کے کھیلنے کے لئے گھر بناتے ہیں، پھر ایک اس کو توڑ دیتا ہے تو دوسرا اس سے لڑتا ہے کہ تو نے ہمارا گھر توڑ دیا۔ ہم کو ان کی لڑائی پر ہنسی آتی ہے کہ یہ بھی کوئی مکان ہے کہ جس کے توڑے جانے پر لڑائی ہو۔ ایسا ہی اللہ والے ہماری لڑائی جھگڑے دیکھ کر ہنستے ہیں، اس لئے کہ ان کو دنیا کی ہر چیز کھلونا نظر آتی ہے۔

دوسرا ۲ :- اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہوگا کہ دنیا کے سامان پر نہ اتراؤ گے، اس لئے کہ کہیں مسافر خانہ کے سامان پر کوئی اتراتا ہے۔

تیسرا ۳ :- اثر یہ ہوگا کہ آخرت کے کاموں میں سستی وکاہلی نا کرے گا۔ ہم دنیا کو گھر سمجھے ہوئے ہیں اس واسطے آخرت کے کاموں میں سست وکاہل ہیں۔

چوتھا ۴ :- اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ دنیا کو اپنا گھر نہ سمجھے گا، اس لئے نہ تکبر ہوگا نہ شیخی۔

حکایت:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زرہ چوری ہوگئی، ایک یہودی کے پاس ملی، آپ نے اس کو پہچان کر فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ آپ خلیفۂ وقت ہیں، بادشاہ ہیں، یہودی کی وقعت دھیڑ سے بھی گری ہوئی ہے وہ بادشاہ وقت سے کہتا ہے کہ گواہ لائیے۔ یہ ہے رعایا کو آزادی دینا، جو کہا کر کے دکھلایا، آج کل کا زمانہ ہوتا تو دو چار غنڈوں کو لے کر جا کر زرہ چھین لیتے۔ اللہ رے صحابہ انھوں نے دنیا کو اپنا گھر نہیں سمجھا تھا، اس لئے آپ خاموش رہ کر باضابطہ نالش کردی۔ قاضی شریح رحمتہ اللہ کے پاس مقدمہ پیش ہوا، حضرت علیؓ عدالت میں خود آ گئے ہیں، بادشاہِ وقت عدالت میں آ گئے ہیں مگر کیا مجال کہ کچھ ہل چل پڑ جائے، عدالت میں بھی اس نے انکار کیا تو علیؓ سے گواہ طلب کیا گیا۔ انہیں کی سلطنت کا ایک قاضی بادشاہ وقت سے، وہ بھی ایسے حضرت سے کہ جو ہرگز خلاف واقعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ گواہ مانگتا ہے، حضرت علی امام حسن اور قنبر کو گواہی میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ کے پاس بیٹے کی گواہی جائز تھی، شریح کے پاس ناجائز۔ اس لئے شریح نے کہا قنبر آزاد شدہ غلام اس کی گواہی ہوسکتی ہے۔ حسن آپ کے بیٹے ہیں ان کی گواہی نہیں ہوسکتی۔ آج کل کے محبان علی ہوتے تو شریح کو کافر کہتے مگر وہاں دنیا کے واسطے کوئی کام نہ تھا۔ آخر گواہ نہ ہونے سے مقدمہ خارج ہوگیا، اگر کوئی شریح سے پوچھتا تو وہ قسم کھا کر کہتے کہ علیؓ سچے ہیں مگر سب مذہب پر جان دینے والے تھے، نہ شریح نے خلاف کیا نہ علیؓ نے برا مانا۔ یہودی نے جو غور کیا تو حضرت علیؓ پر ذرا سی بھی ناگواری نہیں۔ حکومت پر رہ کر یہ کیا بات ہے اس کے دل نے کہا یہ مذہب بالکل سچا ہے۔ زرہ قدموں پر ڈال دی، اور کہا یہ آپ ہی کی ہے اور کہا ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ اور مسلمان ہوگیا، آپ فرمائے ہم نے زرہ بھی تجھ کو دے دی، وہ ہمیشہ آپ کی غلامی میں رہا۔

پانچواں ۵ :- اثر یہ ہے آخرت کو گھر سمجھنے کا کہ خدا سے ایسی لو لگی رہتی ہے کہ مخلوق سے ڈرتا ہی نہیں۔ مولویوں پر یہ تہمت مت لگاؤ کہ وہ دنیا چھڑاتے ہیں وہ جو کہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا مت کماؤ بلکہ وہ کہتے ہیں، وہ کیا کہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کہتے ہیں کہ دنیا کماؤ مگر بالکل دنیا میں کھپ مت جاؤ، ورنہ دنیا کو گھر سمجھنے لگو گے، آخرت کو بھول جاؤ گے۔

دنیا میں کھپ جانا بولو یا حبِ دنیا کہو، وہی ہے جس میں ترکِ آخرت ہو۔ کسب دنیا کو نہ حبِ دنیا کہتے ہیں نہ دنیا میں کھپ جانا۔ پس دنیا کمانا جائز ہے، دنیا میں کھپ جانا ناجائز۔ جیسے پائخانہ کمانا برا نہیں، پائخانہ کھانا برا ہے۔ دنیا میں کھپ جانے سے خدائے تعالی سے غفلت ہوجاتی ہے، پھر اس سے جو برا کام ہو، وہ تھوڑا ہے۔ سنئے مولاناؒ فرماتے ہیں

چیست دنیا از خدا غافل بودن

ترجمہ :- (پھر) دنیا کیا ہے (وہ صرف) خدا سے غافل ہونا ہے

نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ترجمہ :- سونا، چاندی، گھر کا اسباب اور کاروبار بیوی بچے، دنیا نہیں ہیں۔

دیکھو حضرت علیؓ یوں بھی زرہ چھوڑ دے سکتے تھے اس لئے کہ کھویا ہوا، گیا ہوا ہی ہے لیکن زرہ حاصل کرنا ایک قسم کی کسبِ دنیا تھی، اس کا بھی حکم الہٰی ہے اس لئے دعوٰی کردیئے مگر دنیا میں کھپے ہوئے نہیں تھے، اس لئے نہ بزور حکومت لئے اور نہ کسی ظلم کے ذریعہ سے لئے یہی دنیا میں نہ کھپنے کا اثر تھا کہ باوجود حق پر ہونے کے جب مقدمہ ہار دیئے، زرہ نہ ملی تو کچھ پرواہ نہ کئے۔ بخلاف دنیا میں کھپے ہوئے لوگوں کے کیا وہ کرتے؟ وہ یہ کرتے کہ کسی نہ کسی ظلم سے زرہ حاصل کرتے اس سے بالکل نہ ڈرتے۔

غرض پانچواں ۵ :- اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ اس کی لو خدا سے ایسی لگی رہتی ہے کہ وہ مخلوق سے ڈرتا ہی نہیں، جیسے حضرت خالدؓ کا واقعہ ہے کہ آپ ہامان ارمنی کے دربار میں (۱۰۰) سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر تشریف لے گئے وہاں ہامان ارمنی نے حریر کا فرش بچھوایا تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس کو اٹھوا دیا۔ ہامان نے کہا خالدؓ! میں نے تمہاری عزت کے لئے یہ فرش بچھایا تھا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ خدا کا فرش تیرے فرش سے بہت اچھا ہے۔

اب غور کیجئے کہ حضرت خالدؓ کے ساتھ صرف سو (۱۰۰) آدمی ہیں، اور ہامان ارمنی کے پاس دس لاکھ فوج ہے، سنیئے حضرت خالدؓ کیا گفتگو کرتے ہیں۔ ہامان ارمنی نے کہا اے خالد! میرا جی چاہتا ہے کہ تم کو بھائی بناؤں حضرت خالدؓ نے کہا بہتر ہے کہو ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' ہامان ارمنی نے کہا یہ تو نہیں ہوسکتا۔ حضرت خالدؓ نے

فرمایا ایسا نہ ہوتو ہم نے اپنے حقیقی بھائیوں کو چھوڑ دیا، تجھ کو کیا بھائی بناتے ۔ پھر حضرت خالدؓ نے فرمایا، ہامان تو مسلمان ہوجا ورنہ وہ دن قریب نظر آ رہا ہے کہ تو حضرت عمرؓ کے سامنے اس طرح حاضر کیا جائے گا کہ تیرے گلے میں رسی ہوگی اور ایک شخص تجھ کو گھسیٹتا ہوگا۔ اس پر ہامان آگ بگولہ ہوگیا۔ غضب ناک ہوکر کہا کہ ان لوگوں کو پکڑو۔ حضرت خالدؓ فوراً کھڑے ہوگئے، ہمراہیوں سے کہا خیر اب ایک دوسرے کو مت دیکھنا، اب انشاء اللہ حوض کوثر پر ملاقات ہوگی۔ فوراً میان سے تلوار کھینچ لی، یہ ہیبت دیکھ کر ہامان ڈر گیا، اور کہا میں تو ہنسی دلگی کرتا تھا۔ تب کہیں حضرت خالدؓ درست ہوکر بیٹھے۔

چھٹا ۶ :- اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ اس پر خوف الٰہی اس قدر غالب ہوگا کہ اس کا دل دنیا سے سرد ہو جائے گا، کیا ایسے شخص سے کوئی برائی ہوسکتی ہے، اسی واسطے دنیا کی مزمت کر کے آپ کا دل دنیا سے سرد کرتے ہیں کہ آپ دنیا کریں مگر دل اترا ہوا ہو۔ کیوں کہ دنیا میں دل کھپا دینا ہی زہر ہے۔ یہ وہ بلا ہے کہ مرتے وقت یہی غالب ہوجاتی ہے، اللہ اور رسولؐ سے بے تعلقی ہونے لگتی ہے، اس لئے آپ کو سکھاتے ہیں کہ آپ کوشش کریں کہ دل دنیا میں لگا ہوا نہ ہو۔ اللہ ہی سے دل لگاؤ۔ ہاتھ سے کام کرنے میں حرج نہیں ہے۔ بابا! دنیا کرنا مگر دنیا میں کھپ نہ جانا۔ آیئے میں آپ کو اس کا نمونہ بتلاتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر محبت تھی کہ دنیا میں کسی کو اپنی بیوی سے اتنی محبت نہیں ہوگی، یہ تو دنیا کرنا ہے اب آگے دیکھیے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ’’فَاِذَا نُوْدِیَ قَامَ کَاَنَّہٗ لَایَعْرِفُنَا‘‘

ترجمہ:- (ہم سے آپ ہنستے بیٹھتے) جب اذاں ہوجاتی تو اس طرح اٹھ جاتے کہ گویا ہم پہچانتے ہی نہیں۔

یہ تھا دنیا کرنا اور دنیا میں نہ کھپنا، بخلاف دنیا میں کھپے ہوئے لوگوں کے کہ وہ جب کسی کام میں لگ گئے تو بس اسی میں لگ گئے، نہ نماز کی فکر ہے نہ روزے کی۔

صاحبو! مولویوں پر یہ بھی اعتراض نہ کرو کہ جب دیکھو وہ آخرت کی اصلاح کی تدبیر بتلاتے ہیں۔ کبھی دنیا کی اصلاح کا طریقہ بھی تو بتلاتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولویوں سے دس قدم تو خود آگے بڑھے ہوئے ہیں، اب مولوی اور کیا خاک بتلائیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا آنکھوں کے سامنے ہے اس کا کرنا آسان ہے آخرت نظروں سے چھپی ہوئی ہے، اس کا طریقہ بتلانا ضروری ہے اس لئے بتلاتے ہیں۔ قطع نظر اس کے ایک حکیم صاحب کے پاس کوئی جائے اور وہ نسخہ لکھ دیں، وہ نسخہ لے کر باہر آیا وہاں کھڑا تھا ایک چمار آیا، اس نے کہا حکیم صاحب نے کیا بتلایا ہے؟ بیمار نے نسخہ دکھلایا تب چمار نے کہا تمہاری جوتی پھٹی ہوئی ہے اس کے متعلق کیا بتلائے؟ بیمار نے کہا کچھ نہیں تو چمار نے کہا پھر کیا خاک بتلائے۔ بیمار کہے گا بیہودہ! حکیم صاحب کو دیکھ اور جوتے سینے کی ترکیب بتانے کو دیکھ۔ تو مولویوں سے دنیا کے اصلاح کی ترکیب پوچھنا بھی ایسا ہی ہے جیسے حکیم صاحب سے جوتے سینے کی۔ ہاں حکیم صاحب جوتے سینے سے منع کریں تو وہ مجرم ہیں، ایسا ہی اگر مولوی آپ کو دنیا کی اصلاح سے منع کریں تو وہ مجرم، ہاں اگر کھال میں سے ستالی نکلنے لگے تو حکیم صاحب اس طرح جوتا سلانے سے روکیں گے، اور کہیں گے کہ زخم ہو کر سارا جسم سڑ جائے گا۔ اسی طرح آپ دنیا کی اصلاح ایسا کرنے لگیں گے کہ جس سے آخرت بگڑنے لگے تو اب مولوی روکیں گے اور کہیں گے کہ بھائی آخرت بگاڑ کر دنیا لے کر کیا کرو گے۔

یا یوں سمجھئے کہ ایک شخص جیب میں اشرفیاں بھرے اور جب جگہ خالی رہے تو کوڑیاں بھرنے لگے اور اس کے بوجھ سے جیب پھٹنے لگے، کوڑیوں کے ساتھ اشرفیاں بھی گرنے لگیں تو اگر کوئی اس طرح کوڑیاں بھرنے سے منع کرے تو وہ خیر خواہ ہی ہوگا۔ ایسا ہی آپ دنیا کی چند کوڑیوں کے واسطے دین کو کہ جو اشرفیوں سے زیادہ قیمتی ہیں برباد کریں تو مولوی آپ کو اس سے روکیں گے تو وہ بھی خیر خواہ ہی سمجھے جائیں گے، ہاں آپ کوڑیاں اس طرح رکھیں کہ اشرفیوں کو نہ کھوئیں تو وہ آپ کو کوڑیاں رکھنے سے منع نہیں کریں گے، اس پر نظیراً وہ واقعہ ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نر کھجور کے پھول مادہ کھجور پر رکھنے سے منع کئے حالانکہ اس کا رواج تھا اس سال درخت کو بار ناقص آیا تو آپ نے فرمایا دنیا کی اصلاح کے متعلق تم جانو تمہارا کام جانے۔ ہاں جب دنیا کی ایسی اصلاح کرنے لگو گے کہ جس سے آخرت بگڑے تو اس سے روک دیئے جاؤ گے، اب رہا مولویوں پر یہ الزام کہ یہ دنیا سے بے خبر ہوتے ہیں، بچہ کا کمال یہ ہے کہ وہ بالکل بھولا ہو، اسی طرح مولویوں کو بھی دنیا سے بالکل بے خبر رہنے دو، اگر ان کو دنیا کا کام آجائے تو ان کے ساتھ بھی تو نفس ہے تو

وہ بھی دنیا کی اصلاح کرنے لگیں گے تو پھر آخرت کی اصلاح کون بتائے گا۔ ڈرائیور کو درجہ دوم کا ڈبہ سفر کرنے کے لئے ملے تو وہ کبھی انجن پر نہ بیٹھے گا۔ آپ کے آرام کے لئے انجن میں بیٹھ کر بدن اور کپڑے سیاہ کریں اور آپ یہ قدر کریں کہ یہ درجہ دوم کے ڈبہ میں کیوں نہیں بیٹھتا؟ یہی مثال مولویوں کی ہے۔ غرض سب خرابیوں کی جڑ دنیا کمانا نہیں ہے بلکہ دنیا کی محبت ہے۔ اس محبت کو دل سے نکالنے کا علاج یہ ہے کہ آخرت کو کثرت سے یاد کرو تھوڑی دیر بیٹھ کر سونچا کرو کہ ایک دن ہم کو مرنا ہے اور خدا کے سامنے جانا ہے، اے نفس! تو دنیا کو چھوڑنے والا ہے، تھوڑی سی زندگی ہے، اس نے تجھ کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ یہ چندروزہ زندگی ہے، دنیا کا عیش ونشاط آخرت کے رنج وعذاب کے مقابلہ میں حبس دوام کے قیدی کے لئے رات کا احتلام ہے۔ اے نفس! پھر اس پر یہ غرور، یہ غفلت آخر کب تب؟ کیا بوڑھا ہوکر پھر جوان ہوتا ہے؟ تجھے آخرت کا کچھ خیال نہیں وہاں کے سامان کی کچھ فکر نہیں، دیکھ اب وقت جاتا ہے ایک دن وہ آتا ہے کہ تو قبر کے گڑھے میں پڑا ہوگا اور تجھ سے سوال ہوگا اگر اچھے جواب دے گا تو ابدالآباد کا چین ہے ورنہ سدا کی تکلیف ہے، کیا تجھ کو اس کی خبر نہیں کہ اسرافیل علیہ السلام صور منھ میں لئے کھڑے ہیں۔ کان لگائے ہوئے ہیں نگاہ جمائے ہوئے ہیں کہ حکم ہوتے ہی صور پھونک دیں۔ اے نفس جب یہ حالت ہے تو پھر تجھ کو کیسے چین آتا ہے، جب صور پھونکا جائے گا تو جو جس حال میں ہوگا وہ اسی حال میں رہے گا، لقمہ لیا ہوا نگل نہ سکے گا، کپڑا پہن رہا ہے تو پہن نہ سکے گا، پی رہا ہے تو پی نہ سکے گا ادھر تڑاتڑ ہر چیز ٹوٹنے، پھوٹنے لگے گی، دریائیں روئیں گے۔ ہائے ہماری وہ موجیں کہاں ہیں؟ خدا کا امر آچکا وہ فنا ہو جائیں گے وقت آگیا فنا ہو جاتے ہیں، زمین چلائے گی ہائے ہائے میری وہ شادابی، وہ سرسبزی کہاں گئی؟ نہ وہ درخت ہیں نہ وہ نہریں ہیں، فنا کا وقت آگیا، جو کچھ عالم میں ہے سب نیست ونابود ہو جائے گا۔ ابلیس اب تک رہ گیا تھا وہ بھی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو جائے گا جب کوئی باقی نہ رہے گا تو ملک الموت کو کہا جائے گا (كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ) (پ۴۔ رکوع ۱۹۔ سورہ ال عمران) ترجمہ: ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ تم سن چکے ہو، اب اپنی جان آپ نکال لو، اس وقت وہ بھی فرمائیں گے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ موت کی ایسی تکلیف ہے۔ سب فنا ہو جائیں گے۔ سوائے خدا کے کوئی نہیں رہے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ (لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ) (پ۲۴۔ رکوع ۲۔ سورہ

مومن) ترجمہ: آج کس کی بادشاہت ہے؟ وہ کہاں ہیں جو ہمارا خلاف کیا کرتے تھے؟ دنیا پر مرمٹے تھے؟ اس دن کو بھولے ہوئے تھے؟ پھر خود ہی فرمائے گا۔ (لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ) (پ۲۴۔ رکوع۲۔ سورہ مومن)۔

ترجمہ :- (آج) خدا کی (حکومت ہے) جو اکیلا اور غالب ہے۔

پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا۔ سب اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ نامۂ اعمال دیئے جائیں گے، پل صراط سے گزرنا ہوگا۔ پھر آگے جنت ہے یا دوزخ۔ اس طرح روز آنہ سونچا کریں، اس سے آخرت کے ساتھ تعلق پیدا ہوگا اور دنیا سے دل سرد ہوتا جائے گا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ دنیا پھر دھوکہ نہیں دے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ دنیا ایسی شئے ہے یہاں سے جانے کی فکر ہونی چاہیئے نہ کہ رہنے کی، خصوصاً جب کہ

(۱۵) شعبان شبِ برات :- اس سال مرنے والوں کا نام، مرنے والوں کے رجسٹر میں لکھ دیا جاتا ہے، کیا معلوم کے کس کس کا نام لکھا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں تو اور زیادہ فکر ہونی چاہیئے ۔ یہ رات بڑی عظمت وعزّت کی رات ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پچھلی رات کو اور اس رات کو غروب آفتاب ہی سے آسمانِ دنیا پر برآمد ہوتا ہے۔ تمام رات آسمان کے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جنت کے رہنے والے جنت کے کنارے آکر مسلمانوں کی عبادت دیکھتے ہیں۔ ایسا ہی شہداء کی روحوں میں خوشیاں رہتی ہیں، تمام رات خدائے تعالیٰ کا خطاب ہوتا رہتا ہے کہ کوئی ہے مغفرت مانگنے والا کہ اس کو بخش دوں، کوئی طالب رزق ہے کہ اس کو رزق دوں، کوئی بتلائے مصیبت ہے کہ اس کو عافیت دوں، رات ختم نہیں ہوتی کہ بہت سے گنہگاروں کی مغفرت ہوجاتی ہے مگر مشرک، بدعت والا، جماعت سے الگ رہنے والا، ظلم سے محصول لینے والا، کینہ والا، غیب کی خبریں بتلانے والا، حاکم کو ناجائز طریقے بتلانے والا، باجا بجانے والا، نرد کھیلنے والا، قاطع رحم، ماں باپ کو ایذا دینے والا، دائمی نشہ باز، سودخور چغل خور کہ ان کی مغفرت نہیں ہوتی۔

غرض شعبان کا مہینہ متبرک مہینہ ہے۔

حدیث مرفوع :- رمضان کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت بندوں پر، اور شعبان کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی فضیلت دوسرے پیغمبروں پر۔

حدیث شریف: - رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائے ہیں کہ شعبان میرا مہینہ ہے۔ یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ شعبان میں پانچ حروف ہیں، ہر حرف کے بدلہ مسلمان کو ایک ایک چیز عطا ہوئی ہے۔ شین سے شرف و شفاعت، عین سے عزّت وکرامت، ب سے بر (نیکی) الف سے الفت (محبت) اور نون سے نور۔

حکایت: - ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب میرے دوست ابوحفص کبیر کا انتقال ہوا تو آٹھ مہینے کے بعد خواب کیا میں دیکھتا ہوں کہ ابوحفص کا چہرہ متغیر ہوگیا ہے اور رنگ زرد ہے۔ میں نے سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا سبحان اللہ میں سلام کرتا ہوں اور آپ جواب نہیں دیتے۔ فرمائے کہ سلام کا جواب دینا بھی عبادت ہے اور ہم کو عبادت کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ تو بہت خوبصورت تھے، چہرہ کا رنگ ایسا کیوں ہوگیا ہے، انھوں نے کہا کہ جب مجھ کو قبر میں رکھے تو ایک فرشتہ میرے سرہانے آکر کھڑا ہوا اور کہا ''او برُے بڈھے'' اور میرے سارے گناہ گننے لگا اور گرُز مارتا جاتا تھا اور تمام بدن میں آگ بھڑک گئی۔ پھر قبر نے مجھ سے کہا کہ تجھے خدا سے شرم نہیں آئی، یہ کہہ کر قبر نے ایسا دبایا کہ پھسلیاں اِدھر کی اُدھر ہوکر چور چور ہوگئیں، شعبان کی پہلی رات تک میں اسی عذاب میں تھا شعبان کی پہلی تاریخ کو ایک آواز آئی کہ فرشتو! اس سے عذاب اٹھالو، اس نے تمام عمر شعبان کی راتیں جاگ کر گذاری ہیں، اور اکثر روزہ رکھا ہے، اس لئے شعبان کی برکت سے اس سے عذاب دور کردو، اور اس کو جنت اور رحمت کی خوشخبری سناؤ۔ شعبان کی برکت سے اب میں آرام میں ہوں۔

صاحبو! یہ ادنیٰ فضیلت ہے شعبان کی، پھر اس شعبان میں ایک رات ہے جس کو **شب برات** کہتے ہیں وہ پندرھویں شب ہے، جس کی شان میں قرآن کی یہ آیت اتری ہے (اِنَّـآ اَنْـزَلْنٰـهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰـرَكَةٍ) (پ ۲۵۔ رکوع ۱۔ سورہ دخان) ترجمہ: ہم نے اس کو (لوح محفوظ سے) ایک برکت والی رات میں اُتارا ہے۔

شب برات کا نام اللہ تعالیٰ نے مبارک رات رکھا ہے اور اس رات قرآن اتارا ہم نے ایسا ہی شب قدر کے لئے فرمایا کہ ہم نے قرآن اتارا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ شب برات میں قرآن اتارنے کی تجویز ہوئی اور شب قدر میں آسمان اوّل پر اتارا، پھر ۲۳ سال

تک تھوڑا تھوڑا کر کے دنیا میں اترتا رہا، یہ مبارک رات شعبان کی پندرہ کو آتی ہے، ہر رات اللہ تعالیٰ پچھلی رات کو آسمان دنیا پر برآمد ہوتا ہے، اور شب برات میں غروبِ شمس سے ہی آسمانِ دنیا پر اللہ تعالیٰ برآمد ہوتا ہے۔ تمام ملائکہ حظیرہ قدس میں جمع ہو جاتے ہیں، اس رات خدائے تعالیٰ کی خاص تجلّی ہوتی ہے جو اور راتوں میں نہیں ہوتی۔ فرشِ رحمت بچھایا جاتا ہے، اس رات خدا کے یاد کرنے والوں پر وصال وقرب کے پھول نچھاور کئے جاتے ہیں، آسمان کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں، جنتِ عدن اور فردوس کو آراستہ کر کے ان کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ جنت کے رہنے والے جیسے حور وغیرہ جنّت کے کنارے آجاتے ہیں تا کہ خدا کی یاد کرنے والوں کا تماشہ دیکھیں، انبیاء اور شہداء کی روحیں، اعلیٰ علییّن میں خوش خوش رہتے ہیں، یعنی عالم ناسوت میں ہونے والے معاملات عالم ملکوت میں فرشتوں پر ظاہر کردئے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی کا مرنا، کسی کا پیدا ہونا، امیر ہونا، فقیر ہونا، بیمار و تندرست ہونا، قحط و ارزانی کا ہونا، سلطنت وحکومت کا تغیر و تبدّل، غرض سال بھر کی برآورد مرتب ہو کر عمل کرنے کے لئے دے دی جاتی ہے، دعا کرنے والوں کی دُعا قبول ہوتی ہے، مانگنے والوں کو جو کچھ وہ مانگیں دے دیا جاتا ہے۔ کوشش کرنیوالوں کی مدد کی جاتی ہے یعنی کوشش کا صلہ دیا جاتا ہے، اطاعت کرنے والوں کو اطاعت کا بدلہ دیا جاتا ہے، گناہ کرنے والوں کے گناہ کی سزا میں کمی کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والوں کو کرامت عطا ہوتی ہے۔

پھر خدائے تعالیٰ تمام رات ارشاد فرماتا ہے کہ کون مبتلائے مصیبت ہے کہ اسکو عافیت دوں، کون مغفرت مانگنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کردوں، کون رزق مانگنے والا ہے کہ اسکو رزق دوں۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا کی اطاعت سے رزق کم ملتا ہے، خدا کی اطاعت سے اور طلب مغفرت سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ انسانی طبیعت کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے، اگر نہ بھی مانگیں تب بھی دیتا بلکہ اگر تم یہ کہو کہ الٰہی روٹی مت دو، تب بھی یہ دُعا قبول نہیں ہوتی۔ وہ جو کچھ قسمت میں ہے وہ پہنچ کر رہتا ہے، اگر قسمت میں جو کچھ ہے نہ لیں گے تو جبر سے دیا جائیگا۔

صاحبو! اب رمضان المبارک کے بارے میں سنئے ماہ رمضان آ گئے۔ یہ وہ مہینہ ہے جو آپ کو فرشتہ جیسا بنانے والا

ہے اس میں مسلمانوں کی روزی زیادہ ہوجاتی ہے، جو کچھ کھائے اس کا حساب نہیں، کھانا پینا سب طاعت، چھوٹی عبادت پر بڑا ثواب، فرشتے دُعاء مغفرت کررہے ہیں۔ شیاطین بند ہوگئے ہیں، رحمت کا دریا بہہ رہا ہے، جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہیں، ہرروز کروڑ ہا کی مغفرت ہورہی ہے، اللہ تعالیٰ خوش اور راضی ہے۔

صاحبو! اس مہینہ کی قدر کرو، ناراض ہوکر مصائب بھیجا تھا، اب تمہارے تلملانے سے مصائب دفع کیا ہے، جلد توبہ کرکے نماز، روزہ، تراویح سے خدائے تعالیٰ کوخوش کرو اس مہینہ کی عزت کرنے سے خدائے تعالیٰ راضی اور عزت نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے۔

حکایت :- ایک پارسی تھے اپنے بیٹے کو دیکھے کہ رمضان کے مہینہ میں بازار میں کھاتا جارہا ہے، جیسے پان وغیرہ تو اپنے بیٹے کو مارے اور کہے کہ نالایق! مسلمانوں کے رمضان کی عزّت نہیں کرتا۔ کسی نے پارسی کو اس کے مرنے کے بعد دیکھا کہ جنت میں تخت پر بیٹھا، پوچھا کہ جنت میں کیسے پہونچے؟ وہ کہے کہ جب میرا وقت قریب آیا حکم ہوا کہ فرشتو! اس کو کفر پر مت رہنے دو، اس سے کہو کہ تو نے رمضان کی عزت کی ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ تو ہماری خاطر مسلمان ہوجا۔ میں مسلمان ہونے کے بعد سکرات شروع ہوئی۔ صاحبو! اب ذرا دوسرے پہلو کو دیکھئے :

حکایت :- ایک شخص کو آگ کے گرزوں سے مارتے ہوئے میدان قیامت میں لائیں گے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر دوڑ کر آئے گا اور رسول اللہ ﷺ سے چمٹ جائے گا۔ آپ پوچھیں گے کہ اس کا کیا قصور ہے؟ عرض کیا جائے گا کہ اس نے رمضان کا مہینہ پایا مگر اسکی عزت نہیں کیا، گناہوں میں رہا۔ رسول اللہ ﷺ شفاعت کرنا چاہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کس کی شفاعت کررہے ہیں اے اللہ کے رسول! رمضان اس کا دشمن ہے۔ آپ فرمائیں گے رمضان جس کا دشمن ہے میں بھی اس کا دشمن ہوں اور اپنے پاس سے ہٹادیں گے۔

مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔

حکایت :- ایک روز حضرت علیؓ ایک قبرستان میں سے گزرے، آپ نے ایک قبر کو ملاحظہ فرمایا تو کیا دیکھتے

ہیں کہ اس میں جو مردہ ہے اس پر عذاب ہو رہا ہے، وہ حضرت علیؓ کو دیکھ کر چلّا نے لگا کہ حضرت میں جل گیا، آگ میں ڈوب گیا۔ حضرت علیؓ رونے لگے، عرض کئے "اِغْفِرْ یَا غَفَّارُ" (ترجمہ: اے گناہوں کے معاف کرنے والے اس کے گناہ معاف کردے) حکم ہوا آپ اس کی شفاعت مت کرو یا علیؓ! یہ رمضان کی عزّت نہیں کرتا تھا۔ حضرت علیؓ سجدہ میں سر رکھ کر عرض کئے الٰہی! اس مردہ کے سامنے مجھے شرمندہ مت کر۔ حکم ہوا یا علیؓ! آپ کی آزردگی کا خیال ہے، جایئے ہم نے اس کو بخش دیا۔

صاحبو! اگر موسم گرما میں رمضان آئیں تب بھی روزہ رکھنا چاہیے۔

میں اس کو ایک نئے انداز سے ترغیب دلاتا ہوں سنئے: صاحبو! آخرت کے احدی (کاھل) خدا کے احکام کو مصیبت سمجھنے والے، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی تھے، ان کو سچے مسلمان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ کبھی احدیوں کی صحبت میں رہ کر انسان احدی ہو جاتا ہے۔ بعض پکّے روزہ دار ہوتے ہیں، مگر بے روزہ داروں کی صحبت میں رہ کر روزہ کھو دیتے ہیں، مگر جو سچّے مسلمان ہوتے ہیں اگر صحبت نے ان کا ستیاناس کیا تو فوراً چونکتے ہیں، غفلت دُور ہو جاتی ہے، نادم ہو کر خدا اور رسول کی تابعداری کرتے اور روزہ وتراویح شروع کر دیتے ہیں۔ جب غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو ستر ہزار جانثار ساتھ ہو گئے لیکن جو نام کے مسلمان تھے، حیلہ وعذر کر کے رہ گئے بعض سچے مسلمان بھی ان کی صحبت کی وجہ سے رہ گئے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ جا سکے، ان میں سے ایک ابوخیثمہؓ ہیں، حضرت تشریف لے گئے اور یہ گھر میں رہ گئے انکی دو نہایت خوبصورت بیویاں تھیں، ایک روز ابوخیثمہؓ گھر میں آئے، اس روز گرمی بہت تھی اور دھوپ سخت تھی ان کی دونوں بیویاں انکے باغ میں تھیں، یہ وہاں گئے کیا دیکھتے ہیں کہ سرسبز ٹھنڈی جگہ ہے، کوزوں میں ٹھنڈا پانی تیار ہے، مزیدار کھانا پکا ہوا رکھا ہے، خوبصورت بیویاں سامنے ہیں، یہ سماں دیکھتے ہی بے اختیار ہو کر رونے لگے اور خود سے کہنے لگے: ابوخیثمہؓ تو سایہ میں ہو، ٹھنڈی جگہ ہو، ٹھنڈا پانی، مزیدار کھانا کھائے اور خوب صورت عورتوں کے ساتھ لطف اٹھائے، اُدھر رسول اللہ ﷺ جنگل میں ہیں، دھوپ سخت ہے، ہوا گرم ہے، لو چل رہی ہے، نہ کھانا برابر ہے نہ پانی، کیا یہی انصاف ہے، کیا اسی کا نام محبت ہے! کہا خدا کی قسم اس باغ میں قدم نہ

رکھوں گا، نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، نہ عورتوں سے باتیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے جا کر نہ ملوں۔ تلوار بھالا لئے اور سوار ہو کر چلے۔

صاحبو! معلوم ہے کہاں جا رہے ہیں، معمولی سفر نہیں ہے، اجی سر کٹانے جا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت کا متوالا اور تو اور بیویاں بات کرنا چاہتے ہیں، بات بھی نہیں کرتے۔ حضرت سے جا کر مل جاتے ہیں، جیسے بچہ اپنی ماں سے دکھ، درد کہتا ہے۔ حضرت سے سارا واقعہ سنا رہے ہیں، حضرت ان کو دُعائے خیر دے رہے ہیں۔ بخلاف نام کے مسلمانوں کے کہ وہ حیلہ کر کے حضور کے ساتھ نہ گئے۔ پھر ظالم دل میں خوش ہیں کہ سفر کی مشقت سے اور ایک زبردست سلطنت کی جنگ سے بچے۔ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی دھوپ میں، لو میں، پہاڑوں اور میدانوں میں حیران و پریشان، پیاسے ہونٹ، منہ سوکھا ہوا ہے اور ہم باغوں کی ٹھنڈک، مکانوں کے سایہ میں اپنے اہل وعیال، دوست واحباب کے ساتھ لطف اٹھا رہے ہیں، یہ ہنس ہنس کر باتیں کرتے تھے اور خود کو بڑا ہوشیار سمجھتے تھے، اپنی چال چل جانے پر بڑے خوش تھے اسی حالت کو ارشاد فرماتا ہے (فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ) (پ ۱۰۔ رکوع ۱۱۔ سورۂ توبہ) ترجمہ جو لوگ (غزوۂ تبوک میں) پیچھے رہ گئے وہ پیغمبر خدا (کی مرضی) کے خلاف بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے خوشیاں منا رہے ہیں (وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) (پ ۱۰۔ رکوع ۱۱۔ سورہ توبہ) ترجمہ: اور اس بات کو ناپسند کیا کہ خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کریں۔

خدا کے راستہ میں جان و مال صرف کرنے کو بُرا سمجھ رہے ہیں (وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ) (پ ۱۰۔ رکوع ۱۱۔ سورہ توبہ) ترجمہ: اور (اوروں سے بھی) کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا۔

آپس میں کہتے ہیں کہ اس لو اور دھوپ میں سفر نہ کرو، اور کہتے ہیں کہ یہ گرمی کا موسم ہے ایسے وقت کہیں باہر نکلا کرتے ہیں؟ حکم ہوا "قُلْ" "آپ ان سے کہہ دیجئے" "نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا" ترجمہ: (ان سے کہہ دو کہ) دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔

دوزخ کی آگ! معلوم ہے کیسی آگ ہے؟ جب آدم علیہ السلام دنیا میں اتارے گئے تو ان کے واسطے کھانا

پکانے کیلئے دوزخ کی چنگاری ستر بار پانی سے دھوکر لائی گئی جب ستر بار پانی سے دھوئی ہوئی یہ آگ ہے تو سمجھو کہ وہ اصلی آگ کیسی ہوگی؟ یہ دنیا کی آگ اللہ سے دُعا مانگتی ہے کہ پھر اُسے دوزخ کی آگ میں نہ ڈالا جائے جب یہاں گرمی کی برداشت نہیں، گھر سے باہر نکل نہیں سکتے تو کل دوزخ کی آگ کیسے برداشت کروگے (لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ٥) کاش یہ (اس بات کو) سمجھتے۔

کچھ تو سمجھو، ایسا ہی آخرت کے احدی، اس خوف سے روزہ چھوڑ رہے ہیں کہ رمضان سخت گرمیوں میں آگئے ہیں، ایسے وقت کہیں روزہ رکھا جاسکتا ہے۔

ان سے بھی کہئے (نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ).

جب یہاں کے گرمی کی برداشت نہیں، روزہ رکھا نہیں جاتا تو کل دوزخ کی آگ کی، بھوک پیاس کی تکلیف کیسے برداشت کروگے؟ کچھ تو سمجھو، ایسا ہی جمعہ، نماز جماعت، اور کوئی احکام الٰہی، دھوپ اور جاڑے کے عذر سے ٹل نہیں سکتے، ہاں دوزخ کی آگ ٹل سکتی ہے، اسی خدا کے احکام کی پابندی سے خدا کے فرماں برداروں کو دوزخ کی آگ کچھ نہیں کرسکتی ہے، رمضان کے روزہ دارو! آج پیاس کی وجہ سے دل میں آگ لگ رہی ہے کل جب قیامت میں جہنم پر سے گزروگے تو جہنم چلائے گی کہ اے مسلمان روزہ دار! مجھ پر سے جلد گزر جا، تیرے ایمان کا نور اور تیرے اس پیاس کی آگ، میری آگ بجھا رہی ہے۔ آدم علیہ السلام اس آگ کی کیفیت سن کر رونے لگے کہ میری اولاد اس آگ کی تکلیف کیسے برداشت کرے گی۔ حکم ہوا آدم! تمہاری اولاد جو ہماری فرماں بردار ہوگی، دوزخ کی آگ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔

خدا کے نافرمانو! خدا کی نافرمانی کر کے ہنس ہنس کر باتیں بنا رہے ہو (فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلاً وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْراً جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ) (پ١٠۔ رکوع ١١۔ سورہ توبہ) ترجمہ: یہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں اور (آخرت میں) ان کو ان اعمال کے بدلے جو وہ کرر ہے ہیں بہت سا رونا ہوگا۔

تھوڑا ہنسو! کئے کا بدلہ پانے کے لئے بہت رونا ہے۔

حدیث شریف:- دوزخی اس قدر روئیں گے کہ ان کے رخساروں پر نہروں کی طرح آنسو بہیں گے جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون بہے گا۔

دنیا کا بھی تو محاورہ ہے کہا کرتے ہیں اللہ خیر کرے آج بہت ہنسے ہیں۔

حکایت:- حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ ایک نوجوان کو دیکھے کہ وہ ہنس رہا ہے آپ نے فرمایا: بچہ کیا تو پل صراط پر سے گزر چکا ہے؟ کہا نہیں۔ پھر فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ جنت میں جائے گا یا دوزخ میں اُس نے کہا: نہیں، تو فرمائے: پھر یہ کیسی ہنسی ہے؟

ایک بزرگ فرماتے ہیں جنت میں رونا تعجب کی بات ہے: ایسا ہی دنیا میں ہنسنا تعجب کی بات ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب صحابہ کو ہنستا ہوا دیکھتے تو فرماتے لوگو! تم ہنستے ہو، دوزخ تمہارے پیچھے موجود ہے، جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے، کھانا، پینا چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل جاتے۔

صاحبو! دنیا مثل ریل کے ہے، لوگ چڑھتے، اترتے ہیں اور ہر وقت گھنٹی بج رہی ہے۔ چلو بیدار ہو، تم کو یہ سفر درپیش ہے۔ کیا تم نے سونچا کہ جنازہ کی نماز میں تکبیر واذاں کیوں نہیں ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ جنازہ کی نماز کی اذاں اور تکبیر پیدا ہوتے ہی بچہ کے کان میں دی گئی ہے، اس سے بچہ کو یہ بتلانا ہے کہ اذاں و تکبیر ہو چکی صرف نماز جنازہ کا انتظار کرو۔ موت کو مت بھولو، ہائے یہ سماں سامنے ہے پھر کیسے ہنسی آئے؟ ہائے! ابھی چلتے پھرتے ہنستے کھیلتے تھے، موت آتے ہی نہ جان ہے نہ کان، نہ آنکھ، نہ ناک ہائے وہ حسن کہاں گیا، وہ چلنا پھرنا کیا ہوا؟ مٹی کا پتلا پڑا ہوا ہے، کپڑے میں لپیٹ دیا گیا ہے، مٹی میں دفن کر دیا گیا ہے۔ ہائے! کیسے کیسے نوجوان حسین اور کیسے کیسے با اقبال، ذی اقتدار، کیسے کیسے بادشاہ ہفت اقلیم، کیسے کیسے عیش و آرام اٹھانے والے، ہزاروں من مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم

تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کئے

اب نہ وہ سامانِ عیش ہی ان کے پاس ہے نہ وہ مال وزر ہی ہے، جب آخر کار ایک روز یہ ہونا ہے تو پھر ہنسی کا کیا موقع ہے، پھر چار دن نہیں گزرتے کہ بدبودار بن جاتے ہیں۔ اعضاء الگ الگ ہوگئے ہیں، کیڑے جسم کو کھا رہے ہیں، ہائے ابھی کیا تھا، ابھی کیڑوں کے پیٹ میں ہیں۔ انسان تو انسان جانور بھی بدبو سے گھنا رہے ہیں۔ پھر آگے چل کر مٹی کا ڈھیر ہوگئے ہیں۔ اس مٹی سے مکان بن رہے ہیں، موجود تھے مفقود ہوگئے، گویا دنیا میں آئے ہی نہیں۔ اگر اتنا ہی ہوتا تب بھی روتے رہنے کے لئے کافی تھا، مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ قبروں سے اٹھا کر کھڑا کرتے ہیں۔ زمین نئی، آسمان نیا، سورج سر پر ہے، جنت آراستہ ہوکر ترسا رہی ہے، دوزخ گرج کر ڈرا رہی ہے، خدائے تعالیٰ حاکم ہے، فیصلے ہو رہے ہیں۔ نامۂ اعمال دئے جا رہے ہیں، جو کچھ کیا سب اس میں پا رہا ہے۔ دوزخ کا ایک قطرہ ایسا ہے کہ جو تمام دنیا کو بدبودار کردے۔ گنہگار اگر صرف دوزخ کو دیکھ لے تو مارے وحشت کے دم نکل جائے، یہ ہونے والا ہے پھر کاہے کی ہنسی ہے؟

گہ رشک برد فرشتہ بر پاکئ ما

ترجمہ :- میری پاکی پر کبھی کبھی فرشتہ بھی رشک کرتے ہیں۔

گہ خندہ زند دیو زِ ناپاکئ ما

ترجمہ :- (کبھی میں ایسا ناپاک ہوجاتا ہوں کہ) دیو بھی میری ناپاکی پر ہنستے ہیں۔

ایمان چو سلامت بلب گور بریم

ترجمہ :- جب قبر میں سلامتی کے ساتھ ایمان لے جاؤں گا

تحقیق شود پاکی و ناپاکی ما

ترجمہ :- میرے پاک ہونے یا ناپاک ہونے کی تحقیق ہوجائے گی۔

صاحبو! ابھی کیا خبر کہ مرتے وقت ہم کس حال میں ہوں گے۔ ابھی تو کشتی منجدھار میں ہے۔ دوستو! اگر ہمیشہ یہ فکر

اور ڈر ہے کہ اللہ جانتا ہے تو پھر اس کے بعد کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ نیکیاں بھی کرتے رہو۔ مثلاً نماز، روزہ وغیرہ۔

اس لئے صاحبو! میں اب آپ سے روزہ کے دنیوی اور آخروی فوائد عرض کرتا ہوں۔ سنئے:

روزہ کے دنیوی اور اُخروی فوائد

میرے روزہ دار دوستو! میں آج کچھ اور دیکھ رہا ہوں، آپ کے چہروں کے رنگ فق ہو رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ نورِ الٰہی چہروں پر برس رہا ہے، بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت کر رہے ہو۔ بھوک کی وجہ سے پیٹ، پیٹھ سے ملا جاتا ہے، پیاس کے مارے ہونٹ اور منہ خشک ہو رہے ہیں۔ مگر ماشاءاللہ آپ کی ہمتوں میں بال برابر فرق نہیں آیا ہے اور آپ کے استقلال میں ذرا بھی کمی نہیں ہوئی اور ہر دم آپ کی نظر شام کی طرف ہے کہ کب آفتاب ڈوبے اور کب ہم کھڑے ہوئے راز و نیاز کریں، کچھ دل کی سنائیں اور خود مزہ دار باتیں سنیں۔ ادھر شام ہوئی دن بھر کے بھوکے پیاسے کچھ کھائے کچھ نہ کھائے کس شوق سے درِ محبوب پر دوڑتے آتے ہو۔

صاحبو! آپ نے سونچا کہ آخر یہ ہے کیا؟ آپ کے دلوں میں کیا دھن بندھی ہوئی ہے کس کے کارن آپ یوں کھانا، پانی، نیند اور آرام سب چھوڑ بیٹھے ہو، اس کے سواء کچھ اور جواب نہیں۔ اور آپ بھی یہی کہیں گے کہ جب سے ہمارے محبوب نے فرمایا ہے (يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ) (پ٦۔ رکوع ٨۔ سورہ مائدہ) ترجمہ: (خدا ایسے لوگ پیدا کرے گا) کہ جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں۔

اللہ کو ان سے محبت ہے اور ان کو اللہ سے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ' (پ٢۔ رکوع ٤ سورہ بقرہ) ترجمہ: جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو خدا ہی کے سب سے زیادہ دوست دار ہیں۔

مسلمان سب سے بڑھ کر خدا سے محبت رکھتے ہیں، اس محبت بھرے خطاب کے مزہ میں کچھ ایسے بے سدھ

ہیں کہ نہ بھوک اور پیاس ستاتی ہے اور نہ نیند۔ جب یہ خیال آتا ہے کہ میدانِ قیامت میں ہر ایک کو یوں پکار ہوگی۔اے امت موسیٰ۔اے امت عیسیٰ۔اور ہم کو پکارا جائے گا اے خدا کے چاہنے والوں! چلو اپنے محبوب کے پاس چلو، تو یہ دھن لگی ہوئی ہے۔کہ کسی طرح چاہنے والوں میں ہو جائیں، اور ہم سے کیا ہوسکتا ہے جو خدا کی شان کے لائق کچھ کریں۔ صاحبو! حکم کی تعمیل کرو، چاہنے والوں میں ہو جاتے ہو۔ جب کہا جائے بھوکے رہو، بھوکے رہے۔ اگر کہا جائے پیاسے رہو، پیسے رہے۔ اس طرح بنو تو خدا کے چاہنے والوں میں ہو جاتے ہو۔اس لئے ہم اس طرح عبادت کرتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ پیارے کے جیسے بنو تو پیارے بن جاتے ہو۔رسول اللہ ﷺ کا بھوکا رہنا اور جاگنا یاد ہے، اس لئے بھوکے رہتے اور جاگتے ہیں تا کہ خدا کے پیارے اور چاہنے والے بنیں۔

حدیث شریف:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی پیٹ بھر نہ کھائے (حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ) آپ کے بھوکے رہنے سے مجھے آپ پر ترس آتا تھا (میں) آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی تھی اور کہتی تھی کہ میں آپ پر قربان! دنیا سے اتنا تو لیجئے کہ بھوکے نہ رہیں۔آپ فرمائے مجھ سے پہلے کے اولوالعزم پیغمبر دنیا سے بھوکے تشریف لے گئے۔ بڑی بڑی اذیتیں اٹھائے۔اس لئے مجھے ڈر ہے کہ میں نعمت میں رہوں اور پیٹ بھر کھاؤں تو پیچھے رہوں گا۔ چند روز صبر کرتا ہوں تا کہ آخرت میں پورا حصہ پاؤں۔

صاحبو ! رسول اللہ ﷺ کے جاگنے کی یہ حالت ہے کہ شروع رات سوتے اور ایک بجے سے جاگتے اور قبل فجر سو کر نماز فجر کے لئے جاتے اور اکثر ایسا ہوتا، اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک گھنٹہ سوتے پھر اُٹھ کر مشکیزہ سے وضو کر کے دو رکعت ایک گھنٹے میں پڑھتے پھر سو جاتے۔تھوڑی دیر کے بعد پھر اٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھتے، پھر سوتے، اسی طرح تمام رات گزر جاتی۔ہائے قلب مبارک میں کیا بات ہوتی تھی کہ سونے نہ دیتی تھی۔اٹھا اٹھا کر بٹھا دیتی تھی۔

صاحبو! یہ سب سچ ہے جب آپ روزہ رہتے ہیں، پیاس ستاتی ہے۔ بھوک ناتوان بناتی ہے اور طرح طرح کی تکلیفیں ہوتی ہیں مگر کبھی پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت نہیں آتی۔ رسول اللہ ﷺ پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔صاحبو! بے شک آپ کو نیند برابر نہیں ملتی لیکن میرے دوستو! آپ کے پاؤں تو نہیں سوجتے۔ رسول اللہ ﷺ کو نماز میں رات

کے وقت کھڑے کھڑے قدم مُبارک سوج جاتے تھے مگر ایک بار حضرت تو آپ کو یاد آ جائیں گے۔ حضرت کا بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھنا اور راتوں کو جاگنے سے پاؤں سوجنا یاد آ کر آپ کو مزہ دے جائے گا۔ غرض نیند نہ ملے گی اور بہت ساری تکلیفیں ہوں گی اور ہونا ہی چاہئے۔

در رہ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں

ترجمہ :- لیلیٰ کے راستہ میں بہت سے خطرہ ہیں۔

آپ کا بھوکا، پیاسا رہنا، وہ صورت پژمردہ، اس اُتری ہوئی صورت پر وہ نور برستا ہوا، نیند پوری نہ ملنے سے آنکھوں میں نیند بھری ہوئی کہ دیکھنے والے دیوانہ کہیں۔ دیوانا کہلانا ہی عشق کی پہلی منزل ہے۔

در رہِ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرط اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

ترجمہ : - (ان خطروں کو برداشت کرنے کے لئے) ''پہلی شرط یہ ہے کہ مجنوں بن جا''۔

اب اس کو بھی ذرا سوچئے کہ آپ پر روزہ، نماز اور تراویح کیوں مقرر کی گئی ہے دنیا کے محبوب خواہ مخواہ کی فرمائش کرتے ہیں جس میں عاشق کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ محبوب ہی کا فائدہ ہوتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا کچھ فائدہ نہیں ہے، آپ ہی کے سینکڑوں فائدے ہیں، یا روزہ اور تراویح کوئی سخت حاکم کا حکم ہے کہ اپنی حکومت دکھانے کے لئے بے فائدہ حکم دے دیا ہے کہ اتنے دنوں تک بھوکے پیاسے رہو، راتوں کو جاگو، یا اس مہینہ میں خدا کے خزانے میں کمی ہو جاتی ہے روزہ کے بہانہ سے اپنا عیب چھپایا جاتا ہے اور ایک روزی کی تخفیف کر دیتا ہے یہ بھی نہیں بلکہ رمضان میں مسلمان کی روزی بڑھ جاتی ہے۔

غرض روزہ اور تراویح سے خدا کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ سینکڑوں فائدے آپ کو پہونچانا چاہتے ہیں۔ مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است

ترجمہ :- رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

قصدِ من از خلق احسان بودہ است

ترجمہ :- میرا ارادہ مخلوق پر احسان کرنے کا ہے۔

من نکردم امر تا سودے کنم

ترجمہ :- میں حکم اس واسطے نہیں کیا ہوں کہ مجھے کوئی فائدہ حاصل ہو۔

بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

ترجمہ :- بلکہ میں تو اپنے بندوں پر احسان کرنا چاہتا ہوں

من نگردم پاک از تسبیح شان

ترجمہ :- میں خود پاک ہوں، ان کے تسبیح پڑھنے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا ہوں

پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں

ترجمہ :- بلکہ تسبیح خوانی سے یہ خود پاک ہو جاتے ہیں اور موتیاں لٹانے لگتے ہیں۔

صاحبو ! روزہ میں صرف آخرت کا ہی فائدہ نہیں ہے بلکہ دنیا کا بھی فائدہ ہے۔

حدیث قدسی :- بیہقی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ میرے لئے روزہ رکھتا ہے تو میں اس کے جسم کو تندرست کرتا ہوں۔

حدیث سننے کے بعد تو اور کسی کا قول سنانے کی ضرورت نہیں، مگر آج کل زمانہ کا رنگ کچھ ایسا بگڑا ہے کہ بغیر یورپ کی تحقیق کے تسکین نہیں ہوتی، وہ بھی سن لیجئے۔

شکاگو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر مسٹر کارسن تین دن تک مسلسل تجربہ کرنے کے بعد ثابت کیا ہے کہ قیام شباب اور اعادۂ شباب کے لئے روزہ رکھنے سے زیادہ کوئی چیز مفید نہیں۔

پروفیسر مذکور سب سے پہلے پندرہ دن کا مسلسل فاقہ تجویز کرتا ہے اس کا خیال ہے کہ اس کے بعد جب انسان

کھانا شروع کرتا ہے تو معدہ سے زیادہ لعاب پیدا ہوتا ہے اور تمام اعصاب وعضلات زیادہ قوت سے کام کرنے لگتے ہیں، انھوں نے خود پر اس کا تجربہ کیا ہے اور متعدد طویل فاقوں کے بعد وہ خود کو بہت زیادہ قوی چست وچالاک اور جوانی سے زیادہ قریب پاتے ہیں، گاندھی جی نے کہا تھا کہ برت (روزہ) سے پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ دماغ اور روح کو تقویت پہنچتی ہے، حواس پر انسان قابو حاصل کر لیتا ہے، اس بیان پر بڑے بڑے ملحدین کی گردنیں جھک گئیں، اور ان کو تسلیم کرنا پڑا کہ بے شک برت ایک زبردست روحانی حربہ ہے۔

لیکن آج سے تیرہ صدی پیشتر جب کہ دنیا ہر قسم کے تجربات سے خالی الذہن تھی ایک اُمّی پیغمبر اٹھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے لئے روزہ کا روحانی نسخہ تجویز فرماتے ہیں دنیا اس کو توہم پرستی سے تعبیر کرتی ہے مگر مسلسل تجربوں اور عقل ودانش کے فیصلوں نے آج دنیا کو اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور کر دیا کہ روزہ انسان کی ذہنی، روحانی اخلاقی اور خیالی ترقیوں کا واحد ذریعہ ہے اور بغیر اس کے حقیقی تقویٰ تک رسائی ناممکن ہے۔

مسلمانو! رمضان المبارک کا مہینہ آ گیا۔ رحمتِ باری کے نزول کا وقت آ پہونچا۔ انابت، الی اللہ، خشوع، خضوع، نرمی اور گدازی کا زمانہ سر پر آ کھڑا ہوا، لیکن تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟

صاحبو! جب تک تم آگ میں کودنا پسند نہ کرو گے تمہاری کثافتیں دور نہیں ہوسکتیں، اور تم خالص سونا نہیں بن سکتے۔ روزہ ایک بھٹی ہے جو طیّب کو خبیث سے اور کھرے کو کھوٹے سے جدا کر دیتی ہے۔ مسلمان کیلئے یہ ایک معمولی آزمائش ہے۔ اس میں بھی ثابت قدم نہ رہنا، روحانی تسفل کا آخری مقام ہے۔

ایک حکمت روزہ کی حدیث پاک میں یوں بیان فرمائی گئی ہے کہ ''مَنْ جَاعَ بَطْنُهٗ عَظُمَتْ فِکْرَتُهٗ وَفَطَنَ قَلْبُهٗ وَرِقَّتُهٗ'' ترجمہ: جو اپنے پیٹ کو بھوکا رکھتا ہے، اس کا مادۂ غور وفکر بڑھ جاتا ہے۔ طبیعت میں رسائی، قلب میں لینت اور نرمی پیدا ہوجاتی ہے۔

اگر معدہ کی اس طرح روک تھام نہ ہو تو کثرتِ خواب وخور، سبب شقاوتِ قلبی وکور باطنی کا ہوجاتا ہے۔ امریکہ کے ڈاکٹروں کی تحقیق میں ثابت ہوا ہے کہ ہفتہ میں ایک دن کا روزہ جسم میں مستعدی اور عقل میں

جولانی پیدا کرتا ہے، اس کے ثبوت میں بڑے وثوق سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ شکاگو یونیورسٹی کے طلباء نے سالانہ امتحان میں جانے سے پہلے ایک دن فاقہ کرلیا تھا۔ نتیجہ امتحان پچھلے سالوں سے بہت بہتر رہا۔ ڈاکٹروں، سائنسدانوں کی تحقیق، کروڑوں دلیل کی سرگردانی کے بعد وہاں آکر قائم ہوتی ہے جہاں ایمان بالغیب رکھنے والے بدویوں کا قافلہ پہلے ہی دن سے خیمہ لگائے بیٹھا ہے۔ کاش امریکہ کے ڈاکٹر وضوء، نماز اور رمضان کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ شائد کہ ایمان بالغیب کے منکر مسلمان اس راہ سے مشرف بہ اسلام ہوجائیں۔

پہلا فائدہ:- روزہ کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ حدیثِ شریف میں آیا ہے کہ مابین دو رمضان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ عدالت میں اگر مقدمہ خارج بھی کردیا جائے تو مثلِ پھاڑتے نہیں داخلِ دفتر کرتے ہیں، اس پر لوگ کس قدر خوش ہوجاتے ہیں۔

صاحبو! خدا کی عدالت میں مقدمہ بھی خارج، مثل بھی خارج، نامہ اعمال ہی کو دھوڈالتے ہیں تاکہ فرشتوں کو اعتراض کا موقع ہی نہ رہے۔ صاحبو! کیا رعایت ہے، اس کا کچھ ٹھکانہ ہے؟

دوسرا فائدہ:- حکم ہوتا ہے کہ بندہ تو ہم سے بہت دور پڑا ہوا ہے مجھ میں اور تجھ میں کوئی مناسبت نہیں، کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں۔ تیرا جی چاہتا ہے ہماری بارگاہ کا مقرب بننا۔ اگر مجھ میں اور تجھ میں مناسبت پیدا ہوجائے تو بندہ تو مشت خاک ہوکر ایسا ہمارا طالب ہے، ہماری رحمت سے دور ہے کہ تجھ کو محروم رکھیں، اس لئے تجھ کو ایک موٹر دیتے ہیں، اس سے خدا کا راستہ جلد طے ہوتا ہے وہ موٹر روزہ ہے، اگر تو اس موٹر میں نہ بیٹھا تو پیچھے رہ جائے گا۔

خدا صمد ہے، کھاتا پیتا نہیں، سوتا نہیں۔ تم بھی دن کو کھاتے پیتے نہیں، رات کو جاگتے ہو تو خدائے تعالیٰ سے مناسبت پیدا ہوکر خدا کے مقرب ہوجاتے ہو، اس لئے فرمایا ''اَلصَّوْمُ لِیْ اَنَا اَجْزِی بِہٖ''

ترجمہ : روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دینے والا ہوں۔

تیسرا فائدہ:- صحیحین کی روایت میں ہے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اور جلن اُنہتر (٦٩) درجہ بڑھ کر دنیا کی آگ سے ہے، اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ وہ (٩٩) درجہ بڑھ کر ہے۔

دوزخ میں بھوک کی ایسی تکلیف ہوگی کہ دوزخ کے سب عذابوں کے برابر ہوگی۔ بھوک سے تڑپ کر کھانے کے لئے فریاد کریں گے۔ ضریع یعنی خار دار گھانس، جو بدمزہ، سخت ہوتی ہے، جانور بھی اس کو نہیں کھاتے اور اگر کوئی جانور کھائے تو مرجاتا ہے۔ ایلوے کی طرح کڑوی، مردار کی طرح بدبودار، کھانے کو ملے گی، حلق میں پھنس جائے گی، حلق سے نیچے اتارنے کے لئے پانی مانگیں گے تو دوزخ کا پیپ، لہو، کھولتا ہوا دیا جائے گا کہ جس کی بھاپ سے منہ کا چمڑا نکل جائے گا۔ جب پیٹ میں پہونچے گا تو اندر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ دوزخ کے نگہبانوں سے گڑگڑا کر کہیں گے کہ خدا سے کہہ کر ہمارا عذاب کم کراؤ وہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے۔ کیا معجزہ نہیں دکھلائے اور کیا کتاب نہیں اتری تھی؟ وہ کہیں گے کہ بے شک آئے تھے مگر ہماری کمبختی کہ ہم کو کچھ نہیں سوجھا، فرشتے صاف کہہ دیں گے کہ ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا، تب مالک، داروغہ دوزخ کو پکاریں گے کہ اس عذاب سے نجات کے لئے دعا کرے، ہزار برس کے بعد وہ جواب دے گا کہ چپ رہو، تم کو یہیں رہنا ہے، تب مجبور ہوکر خدا سے دعا کریں گے۔ الٰہی! ہم بدبخت تھے کہ ہم گمراہ رہے، ہم کو یہاں سے نکال، ہم اچھے اعمال کرکے آئیں گے۔ ہائے اس دعاء کے وقت ان کے دلوں میں کیا کیا امیدیں ہوں گی، اس آخری جواب کو بھی سن لیجئے۔ خدائے تعالیٰ کتوں کو دھتکارنے کے مانند ان کو دھتکار دے گا اور کہے گا کہ ہم سے بات مت کرو، تب دوزخ سے جھانکیں گے اور ان کے باپ، بھائی، قرابتدار جو جنت میں ہیں ان کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہم جل رہے ہیں، کچھ کھانا، پانی دو، وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کا کھانا، پانی تم پر حرام کر دیا ہے، اس لئے تم کو نہیں مل سکتا۔ صاحبو! اس وقت کی بے کسی اور ناامیدی کو اچھی طرح سونچو۔ قرابتداروں نے صاف جواب دے دیا۔ دوزخ کے نگہبانوں نے انکار کیا، مالک نے یوں کہہ دیا اور خدائے تعالیٰ نے یوں دھتکار دیا اب کہیئے کون سی تدبیر کی جائے کہ اس سے نجات ہو۔ مایوس ہوکر گدھے کی طرح بے فائدہ فریاد کریں گے، ہائے ادھر جنتی کھاتے پیتے مزہ میں رہیں گے۔

نیست صبرت ز آب و نانِ ایں جہاں

ترجمہ :- اس جہاں کی روٹی اور پانی نہ ملنے کا تجھ کو صبر نہیں ہے۔

صبر چوں داری ز نعمہائے جنان

ترجمہ :- جنت کے نعمتیں نہ ملنے پر کس طرح صبر کرے گا۔

فاقہٗ یک روز حالت کرد زار

ترجمہ :- ایک روز فاقہ کیا تو تیری حالت اتنی خراب وخستہ ہوگئی۔

چوں کنی بافاقہائے بے شمار

ترجمہ :- قیامت میں بے شمار فاقوں کوکس طرح برداشت کرے گا

چوں نداری طاقت یک روزہٗ جوع

ترجمہ :- ایک روز بھوکا رہنے کی طاقت نہیں رکھتاہے تو

آہ از جوعے کزو نبود جوع

ترجمہ :- اس روز (یعنی قیامت کے دن) کی بھوک کوکس طرح برداشت کرے گا؟

تشنگی ساعتے دل خوں کند

ترجمہ :- ایک گھڑی کی پیاس دل کا خون بنادیتی ہے۔

تشنگئ روزِ محشر چوں کند

ترجمہ :- روزِمحشر کے پیاس کوکس طرح برداشت کرے گا۔

تشنگی اُیں جہاں چوں تاب نیست

ترجمہ :- اس دنیا کے پیاس کی تجھے برداشت نہیں ہے۔

آہ از جائے کہ نامِ آب نیست

ترجمہ :- اس قیامت کے دن میں کہ جہاں نام کو پانی نہیں ہے (کس طرح برداشت کرے گا)

تشنگی ساعتے سوزد جگر

ترجمہ :- ایک گھڑی پیاسا رہتا ہے تو جگر جلنے لگتا ہے۔

چوں توانی بود در نارِ سقر

ترجمہ :- دوزخ کی آگ میں کس طرح تن درست رہیگا۔

صاحبو! دنیا میں بھوکے، پیاسے رکھ کر دوزح کی یاددلاتے ہیں خوش نصیب ہیں وہ بندے جو اس حسرت ناک حالت کو یادرکھتے ہیں اسی یادرکھنے کے لئے روزہ رکھاتے ہیں تاکہ معلوم ہوکہ دنیا کے بھوک و پیاس کی یہ تکلیف ہے تو دوزخ کے بھوک و پیاس کی کیا حالت ہوگی، اس لئے آئندہ متقی بنے رہیں گے۔

اس طرح روزہ کے بہت سے فائدے ہیں، تھوڑی دیر کے لئے فرض کیجئے کہ روزہ اور تراویح میں کچھ فائدہ نہیں میرے دوستو! پھر بھی آپ کو روزہ رہنا اور تراویح پڑھنا ہی پڑے گا، کیوں کہ آپ بندہ اور غلام ہیں، نوکر کو یہ حق نہیں ہے تو غلام کو کہاں حق ہے کہ مالک کے حکم کا فائدہ پوچھے اور بغیر چوں و چرا کے حکم بجالانا ہی پڑے گا جس طرح روزہ فرشتہ پن کو بڑھاتا ہے ایسا ہی زکوۃ اور نماز بھی فرشتہ پن کو بڑھاتی ہے۔ بھٹی میں آگ، لوہے پر اثر کرتی ہے، پھول وعطر کپڑے پر اثر کرتے ہیں۔ نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں گے تو ذات مقدس بھی اثر کر کے نفس کو فرشتہ تو کیا، فرشتہ سے اعلیٰ نہ کردیگا خاص کر رمضان میں دن کا روزہ اور رات کی تراویح فرشتہ بنانے میں خاص اثر رکھتی ہے پھر نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے جو فرشتہ بنا کے چھوڑتا ہے۔

حدیث شریف :- حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دل زنگ کھایا ہو تو اس کو جلا دینے والی دو چیزیں ہیں۔

(۱) قرآن (۲) موت کی یاد۔

اور رمضان المبارک کو کلام الٰہی سے خاص مناسبت ہے۔ چنانچہ ابرہیم علیہ السلام پر پہلی رمضان المبارک کو صحیفہ اترا، موسیٰ علیہ السلام کو ۶ ؍رمضان کو توریت اتری، داؤد علیہ السلام کو ۱۲؍رمضان کو زبور اتری، عیسیٰ علیہ السلام پر ۱۸؍رمضان کو انجیل اتری اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲۷؍رمضان المبارک کو قرآن اترا۔ بندہ! جب تک تو قرآن پڑھتا، سنتا رہتا ہے تو خدا سے باتیں کرتا رہتا ہے، کیسا بدنصیب ہے وہ بندہ جو خدا سے باتیں کرنا نہ چاہے۔

غرض روزہ رکھ کر جب بندہ خدا کے رنگ میں رنگ جاتا ہے تو جیسے خدا صمد ہے ایسا ہی یہ بندہ بھی صمد بن جاتا ہے، اس وقت خدا تعالیٰ بات کرتے ہیں اس لئے رمضان میں قرآن پڑھنے کی طبعی رغبت ہوتی ہے۔

جبرئیل علیہ السلام سے رمضان میں قرآن کا دور ہوتا تھا، مگر لطف تو یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر باتیں کرنے کے لئے بلاتے ہیں، چالیس دن روزہ رکھا کر آخر میں باتیں کرتے ہیں۔

ف : اے امت محمد ﷺ! تم سے دن کو روزہ رکھاتے ہیں اور رات کو تراویح میں باتیں کرتے ہیں۔ کیونکہ نماز معراج المومنین ہے۔

کیسا بدنصیب ہے وہ شخص جو اس کی قدر نہ کرے۔ معشوق بلائے اور باتیں کرے اور یہ پیٹھ پھیر کر چلا جائے، حالانکہ قرآن کی وہ شان ہے کہ ایمان ایک نور ہے، جس قدر دل کا روزن (کھڑکی) وسیع ہوتا ہے اسی قدر وہ نورِ ایمان دل میں زیادہ آتا ہے جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کی برکت سے دل کا روزن بہت کشادہ ہوتا ہے، نورِ ایمان دل میں بہت آتا ہے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہوجاتے ہیں۔

سنو صاحبو! ارشاد باری ہورہا ہے (یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ) (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ :- مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔

صاحبو ! اصولِ بِر یعنی نیکیوں کے اصول میں سے ایک صبر ہے اور اس کے مواقع ہیں قتل اور موت۔

(اب بِر یعنی) نیکیوں کے آسان ہونے کی ترکیب شکم خالی رکھنا ہے اس لئے کہ معدہ جسم کا حوض ہے اور جسم سے جو رگیں نکلتی ہیں وہ اس حوض کی نہریں ہیں۔ سنو صاحبو! آدمی پر شہوت کا غلبہ ہوتا رہتا ہے اور اسی شہوت کا نتیجہ ہے کہ آدم علیہ السلام بہشت سے گرادیئے گئے اور اس شہوت کا منبع معدہ ہے جو دوسرے شہوتوں سے جاملتا ہے۔ اسی لئے جب پیٹ بھر جاتا ہے تو نکاح کی شہوت حرکت میں آتی ہے اسی طرح شہوت شکم وفرج پورے نہیں ہوسکتے بغیر مال کے۔ اسی لئے مال کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور مال حاصل نہیں ہوتا ہے، بغیر نام وشہرت وجاہ کے اور مال وجاہ نہیں پیدا ہوسکتے ہیں بغیر خصومت خلق کے اور خصومتِ خلق سے حسد، تعصب، کبر، ریا، کینہ، غرض بہت سی آفتیں جمع ہوجاتی

ہیں، اور دین کی تباہی کا پورا سامان اکٹھا ہو جاتا ہے پس شکم بھرنا تمام گناہوں کی جڑ ہے، اسی طرح تمام نیکیوں کی جڑ شکم خالی رکھنا، اور بھوک کی عادت ڈالنا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف:- بھوک اور پیاس سے جہاد کرو (یعنی کم کھاؤ اور کم پیو) کیونکہ بھوکے رہ کر اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے میں اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں ملتا ہے۔

حدیث شریف:- کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھوک اور پیاس کے عمل سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

حدیث شریف:- آسمان کے فرشتے اس شخص کو راستہ نہیں دیتے ہیں جو اپنے پیٹ کو (خوب) بھر لیتا ہے۔

حدیث شریف:- (جب) پوچھا گیا کہ بندوں میں (نیکیوں کے اعتبار سے) کون شخص افضل ہے تو کہا گیا کہ وہ شخص جو تھوڑا کھائے اور تھوڑا ہنسے۔

حدیث شریف:- تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص زیادہ فضیلت رکھتا ہے جو بہت غور و فکر کرتا ہے اور جو بہت دنوں تک بھوکا رہتا ہے، اسی طرح وہ شخص اللہ تعالیٰ کے پاس دشمن اور ناپسندیدہ ہے جو بہت کھاتا، بہت پیتا اور بہت سوتا ہے۔

حدیث شریف:- حق تعالیٰ فرشتوں سے کم کھانے والے شخص کے متعلق فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میرے اس بندہ کو دیکھو کہ میں نے اس کو کھانے کی خواہش (اس کی جبلّت میں) دیا ہوں لیکن وہ صرف میرے لئے کھانا کھانے سے ہاتھ روک لیا ہے۔ اے فرشتو! تم گواہ رہو۔ ہر اس لقمہ کے بدلہ کہ جو اس نے میرے لئے نہیں کھایا ہے ایک درجہ بہشت دونگا۔

حدیث شریف:- زیادہ کھا کر اور زیادہ پی کر اپنے دل کو مردہ مت بناؤ۔ اس واسطے کہ پانی جب زیادہ پیا جاتا ہے اس سے دل مردہ اور پژمردہ ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف:- حضور ﷺ (ایک مرتبہ) ارشاد فرمائے کہ بہشت کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا عمل ہے کہ جس کے ذریعہ جنت کا دروازہ کھلتا ہے؟ ارشاد ہوا: (ہاں) بھوکے رہنے اور پیاسے رہنے سے جنت کا (دروازہ) کھلتا ہے۔

حدیث شریف:- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی پیٹ بھر نہیں کھاتے تھے، جس کی وجہ سے شکم مبارک اندر ہو گیا تھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ کیا مضائقہ ہے کہ دنیا سے اس قدر تو تناول فرمائیے کہ بھوک باقی نہ رہے۔ رسول اللہ ﷺ (یہ سن کر) ارشاد فرمائے: اے عائشہ! میرے بھائی (یعنی) پیغمبرانِ اولوالعزم جو مجھ سے پہلے گذرے ہیں (دنیا میں تکالیف یعنی بھوک وغیرہ سہنے کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ کے کرم و مہربانیوں میں رہے ہیں اس لئے ڈرتا ہوں کہ کہیں نعمتوں میں رہنے کی وجہ سے میرا درجہ ان پیغمبرانِ اولوالعزم سے کم نہ ہو جائے اس لئے دنیا کی چند روزہ زندگی میں صبر کر لیتا ہوں اور دنیا کی نعمتوں سے ہاتھ کھینچ لیتا ہوں تاکہ آخرت کے لطف و مزہ میں کمی نہ آئے، اور یہی مجھے پسند ہے، اولوالعزم پیغمبروں سے ملنے سے زیادہ مجھے کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور ایک ہفتہ سے زیادہ زندہ نہ رہے۔

سنو صاحبو! ایک باریک بات عرض کرتا ہوں غور سے سنو۔ بھوکے رہنے میں اس وجہ سے فضیلت نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے رنج اور تکلیف پہونچتی ہے بلکہ فضیلت اس وجہ سے ہے کہ اس میں بہت سے فائدے مضمر ہیں، اب ان فائدوں کے بارے میں سنئے :

- بھوکے رہنے کے فائدے :-

پہلا فائدہ :- یہ ہے کہ بھوک سے دل صاف اور روشن ہوتا ہے اس کے برخلاف پیٹ بھر کھانا، لوگوں کے دل کو اندھا کر دیتا ہے اور معدہ سے بخارات اٹھ کر دماغ کو پہونچتے ہیں اور لوگوں کو وسوسہ اور سونچ میں ڈال دیتے ہیں۔

دوسرا فائدہ :- بھوکے رہنے کا یہ ہے کہ اس سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے دعاؤں اور ذکر میں لذت آتی ہے، برخلاف اس کے پیٹ بھر کھانے سے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو ذکر کیا جاتا ہے وہ زبان پر ہی رہتا ہے اور دل کی سختی کی وجہ سے دل میں نہیں پہونچتا۔

تیسرا فائدہ :- یہ ہے کہ بھوکے رہنے سے خشوع و خضوع اور عاجزی پیدا ہوتی ہے اور پیٹ بھر کھانے سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر بندہ ایک لقمہ بھی کھالے تو اس لقمہ کی وجہ سے بندہ میں عجز و انکساری باقی نہ رہے گی، بلکہ قلب کی

روشنی دور ہو کر تاریکی چھا جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت دل سے نکل جائے گی۔

چوتھا فائدہ:- یہ ہے کہ اگر پیٹ بھر کھائیں گے تو بھوکوں کو بھول جائیں گے اور خلقِ خدا پر شفقت باقی نہ رہے گی اور عذابِ آخرت کو بھی بھول جائیں گے اور جب بھوکے رہیں گے تو اس بھوک کی وجہ سے اہل دوزخ یاد آئیں گے، اور جب پیاسے رہیں گے تو اس پیاس کی وجہ سے اہل قیامت یاد آئیں گے۔ بھوک کی وجہ سے اہل قیامت اور اہل دوزخ یاد آئیں گے تو مخلوق پر شفقت کرے گا اور آخرت کا شوق پیدا ہوگا۔ غرض آخرت کا خوف اور مخلوق پر شفقت کرنے سے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔

پانچواں فائدہ:- تمام سعادتوں کا راز اپنے نفس کو مطیع رکھنے میں ہے اور بدبختی یہ ہے کہ خود کو نفس کا مطیع کر دیں۔ چنانچہ سرکش نفس کے سوائے بھوک کے مطیع نہیں کیا جا سکتا غرض جب آدمی نفس کو مطیع کر لیتا ہے تو اس سے کیمیاء کی طرح بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں، بھوکا رہنا اللہ تعالیٰ کے خزانہ کا ایک نایاب موتی ہے لیکن وہ ہر شخص کو نہیں دیا جاتا بلکہ صرف اس شخص کو دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

چھٹا فائدہ :- عمر آدمی کا سرمایہ ہے اور انسان کی ہر سانس ایک لاقیمت موتی ہے لیکن نیند سے عمر ضائع ہو جاتی ہے اور نیند کو بھوک دور کر دیتی ہے۔ اس طرح نیند دور ہونے کی وجہ سے آدمی کی عمر کا سرمایہ باقی رہتا ہے اور سانس کا گوہر نایاب بھی سلامت رہتا ہے، ان دونوں کی وجہ سے آخرت کی سعادت حاصل کی جا سکتی ہے جو شخص پیٹ بھر کھاتا ہے نیند اس پر غالب رہتی ہے اور وہ مردار کی طرح پڑا رہتا ہے اور اس کی عمر اسی میں ضائع ہو جاتی ہے۔

ایک مرشد اپنے مریدوں کو یوں پکارا کرتے تھے کہ اے میرے مریدو! اگر زیادہ کھاؤ گے، زیادہ پیو گے اور زیادہ سوؤ گے تو یاد رکھو قیامت کے دن وہاں کی بھلائیوں کی محرومی کی وجہ سے بہت حسرت کرو گے۔

ساتواں فائدہ :- یہ ہے کہ جو شخص کم کھاتا ہے، تندرست رہتا ہے، اور رنج و بیماری سے محفوظ رہتا ہے اور کڑوی دوائیں پینے کی نوبت نہیں آتی۔

● دن کو روزہ فرض ہونے کی وجہ :-

غرض بھوک و پیاس میں کثرت سے فوائد ہیں اس کو مسلمان و کافر سب مانتے ہیں مگر اس میں عقل کی پابندی سے افراط وتفریط کئے۔ بعض تو برائے نام بھوکے رہے مثلاً موز، دودھ وغیرہ پیئے وہ ان فوائد سے محروم رہے، اور بعض کئی کئی دن تک بھوکے رہے جس سے ایسا ضعف ہوا کہ کوئی عبادت نہ کر سکے، نور نبوت نے متوسط درجہ تجویز فرمایا، اس لئے کہ نفس کو اس کی مخالفت کر کے تابع کرنا ہے، اس لئے نصف وقت بھوکے رہیں اور نصف وقت غذا کے لئے رکھے ہیں اگر اس نصف وقت کو جو بھوک کے لئے مقرر کیا گیا ہے رات کو مقرر کریں تو نفس کی مخالفت نہ ہوگی، اس لئے کہ رات فطرتاً سکون کا وقت ہے اور شہوتوں اور لذتوں کو چھوڑنے کا وقت ہے۔ ہر شخص مردہ کی طرح خواب غفلت میں پڑا ہوا ہے نہ تو کسی چیز کو دیکھتا ہے نہ کوئی بات سنتا ہے اپنے ہم جنسوں کو کھانے پینے میں مشغول دیکھ کر رغبت ہوتی ہے اس لئے اگر رات کو روزہ رکھا جاتا تو نفس کی مخالفت نہ ہوتی، نہ عبادت وعادت میں فرق آتا۔ بخلاف دن کے کہ نیند سے اٹھتے ہی بھوک و پیاس کی خواہش تر و تازہ رہتی ہے۔ حواس تیز ہو جاتے ہیں، ہر چیز کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور تخیل تیز ہو جاتا ہے، اچھی چیزوں کی آرزو کرنے لگتا ہے، اپنے ہم جنسوں کو دیکھتا ہے کہ کھاتے ہیں پیتے ہیں اور عورتوں سے اختلاط کرتے ہیں، ان حالات میں اس وقت رک کر بھوکا رہنا، مخالفت نفس ہے اس لئے روزہ دن کو مقرر ہوا۔

رات آرام کا وقت ہے، اس وقت تلاوتِ قرآن ومناجات نفس پر بار ہیں اس لئے تراویح اور تہجد رات کو مقرر ہوئی تا کہ نفس فرماں بردار ہو جائے، جس سے کل بِرّ (یعنی ہر قسم کی نیکی) حاصل ہو جائے اس لئے فرمایا (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ) (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

مسلمانو! اس طرح کی سینکڑوں مصلحتیں ہیں، اس لئے تم پر روزے فرض ہوئے یہ مشقت تم پر ہی نہیں۔ مرگِ انبوہ جشنے دارد (كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ) (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر (روزے) فرض کئے گئے۔

جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا، تم پر بھی فرض کیا گیا ہے، بڑی مصلحت یہ ہے کہ (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ) (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)۔

ترجمہ:- تا کہ تم پرہیز گار بنو۔

تا کہ تم نفس کشی کے عادی ہو کر متقی ہو جاؤ اور نفس کو مرغوب چیزوں اور خواہشات سے روکنے کی عادت ڈالو، نفس کے تقاضہ کے باوجود اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے روزہ میں جیسے ضروریات سے رکے ہوئے رہتے ہیں، اسی طرح رمضان کے علاوہ دیگر ایام میں خلاف شرع چیزوں سے، گو کہ وہ بہت ہی مرغوب ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رکے رہو۔ غرض روزہ فرض کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ نفس کے تقاضوں سے رکنے کی عادت ہو جائے۔

صاحبو! سنوا، کل گناہ قوتِ شہوت وغضب سے ہوتے ہیں، قوت شہوت وغضب، قوت روح سے دفع ہوتے ہیں اور قوتِ روح کھانے اور پینے کی کمی سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے تقلیل غذا اور پینے کی چیزوں میں کمی کر کے روح کی قوت بڑھاؤ تا کہ شہوت وغضب کم ہو جائے اس لئے فرمایا (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥)

ترجمہ:- تا کہ تم پرہیز گار بنو۔

تا کہ تم روزے کی بدولت رفتہ رفتہ متقی بن جاؤ۔ (اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ) (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ :- (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں۔

پھر تسلی دیتے ہیں کہ یہ روزے تم پر ہمیشہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ چند روز کے لئے ہیں، اس قدر بھی کم نہیں ہیں کہ ان میں کوئی اثر اور تاثیر باقی نہ رہے اور نہ اس قدر زیادہ ہیں کہ عبادت کرنے کی قوت نہ رہے۔ پھر بھی تمہارے لئے آسانی ہے (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ) (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ:- تم میں سے بیمار ہو، یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرے۔

اگر کوئی ایسا بیمار ہے کہ جس کے لئے روزہ رکھنا مشکل ہے یا مضر ہے یا شرعی سفر میں ہو تو اس کو روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے اور اس کی بجائے دوسرے ایام میں اتنے ہی شمار کر کے رکھ لو، اگر کوئی سفر و مرض میں روزے رکھ لے تو افضل ہے، اگر مر جائے موقعہ قضا کا نہ ملے تو اس کے لئے فرماتا ہے (وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ٥) (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)۔

ترجمہ: جولوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں۔

ف:- اب یہ حکم منسوخ ہے البتہ جو شخص بہت بوڑھا ہو، یا ایسا بیمار ہو کہ اب صحت کی توقع نہیں، ایسے لوگوں کے لئے یہ حکم اب بھی ہے (بیان القرآن)

یعنی جو طاقت نہیں رکھتے نہ فی الحال اور نہ آئندہ، وہ فدیہ ادا کریں (فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْراً فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗo وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo) (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ:- اور جو شخص خوشی سے (زیادہ) خیر کرے (کہ زیادہ فدیہ دے) تو اس شخص کے لئے اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا (اس حال میں) زیادہ بہتر ہے اگر تم (روزے کی فضیلت کی) خبر رکھتے ہو۔

''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ'' (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ:- (وہ تھوڑے دن) ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ وہ لوگوں کیلئے (ذریعہ) ہدایت ہے اور دوسرا (وصف) واضح الدلالت ہے منجملہ ان کتب کے کہ جو (ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی بھی ہیں۔ اس کے دو معنی ہیں۔

حدیث شریف:- ایک نیکی کا ثواب (۱۰) سے (۷۰۰) تک ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے میں خود اس کا بدلہ دینے والا ہوں ''اَنَا اَجْزِیْ بِهٖ'' یہ اس لئے فرمایا کہ روزہ میں ریا نہیں۔

حدیث شریف:- بندے کے ذمہ دوسروں کے جو حقوق ہیں، صاحب حق، میدانِ قیامت میں اس سے اس کی ایک ایک نیکی لے لے گا، اور جب روزہ کی نوبت آئے گی تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اس نیکی کو چھوڑ دو، کیوں کہ روزہ خالص میرے لئے ہے اور اھلِ حقوق کو ثواب دے کر راضی کرے گا۔

حدیث شریف:- روزہ دوزخ کا اس وقت سپر بنتا ہے جب کہ روزہ دار جھوٹ، غیبت فحش کلامی اور جھگڑے سے روزہ میں رخنہ نہ ڈالے۔

حدیث شریف :- روزہ دار کے سامنے جب دوسرے لوگ کھاتے اور پیتے ہیں تو فرشتے اس روزہ دار کے واسطے استغفار کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اور روزہ دار کی ہڈیاں بھی تسبیح میں مشغول رہتی ہیں غرض (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ . وَمَنْ كَانَ مَرِيضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَايُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ) (پ۲۔رکوع ۲۳۔سورہ بقرہ)۔

ترجمہ:- سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو، اس کو ضرور اس (ماہ) میں روزہ رکھنا چاہیئے اور جو شخص بیمار ہو، سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا (اتنا ہی) شمار کرکے (ان میں روزہ) رکھنا واجب ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ احکام میں آسانی اور رعایت کرنا چاہتے ہیں، اس لئے ایسے احکام مقرر کئے کہ جن کو تم آسانی سے بجالاسکو۔ چنانچہ سفر و مرض میں کتنا آسان قانون مقرر فرمادیا ہے اور تمہارے ساتھ احکام وقوانین مقرر کرنے میں دشواری منظور نہیں ہے ورنہ سخت احکام تجویز فرمادیتے۔ دنیا کی آسانی یہ ہے کہ روزہ سے فرشتہ پن پیدا ہوتا ہے اور روحانیت میں ترقی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس معرفت کے حاصل کرنے میں روزہ کی وجہ سے سہولت ہوتی ہے۔ اور دنیا کی تنگی یہ ہے کہ فرشتہ پن کے بجائے بشریت زیادہ ہوجاتی ہے اور روحانیت کے بجائے حیوانیت زیادہ ہوجاتی ہے، اور انسانی طبیعت میں جو خواہشات ہیں ان میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور آخرت کی آسانی میں سے ہے جنت، قرب، وصل، رویت وغیرہ۔ اور آخرت کی سختیوں میں سے دوزخ وغیرہ ہے۔

سنو صاحبو! خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہمارے ہر کام میں مصلحت ہے اِس لئے اگر عذرِ شرعی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکو تو دیگر ایام میں قضا کرنے کا حکم ہے، اس لئے فرمایا:(وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَاهَدٰكُمْ) (پ۲۔ رکوع ۲۳۔سورہ بقرہ)۔

ترجمہ:- تاکہ تم لوگ (ایام ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کرلیا کرو (تاکہ ثواب میں کمی نہ رہے) اور قضا کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ (وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ہ) (پ۲۔رکوع ۲۳۔سورہ بقرہ)۔

ترجمہ: - (لہٰذا تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی وثناء بیان کرو، اس پر کہ تم کو (ایک ایسا) طریقہ بتلا دیا۔ تا کہ تم ثواب کے برکات سے محروم نہ رہیں) اور تا کہ تم لوگ اس نعمتِ آسانی پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو۔

صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا '' میں اٰمَنُوْا سے یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے، یہ ندا حبیب کی حبیب کو ہے۔ اَیُّھَا حرف تنبیہ ہے اٰمَنُوْا کے ذریعہ جو ندا فرمایا ہے اللہ کے اس ندا کی لذت کی وجہ سے روزہ کی سختی دور ہوجاتی ہے۔ محبوب ملاقات کیلئے اگر حکم دے تو محبّ خود کو آگ میں بھی ڈالنے کیلئے آمادہ ہوجائے گا (کُتِبَ عَلَیْکُمْ) ''روزہ دار کے ہر ہر عضو پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ مثلاً نظر نیچی رکھنا اور جو باتیں کہ بُری اور مکروہ ہیں، ان کی طرف نظر کو نہ جانے دینا چاہیئے اور جن چیزوں کے دیکھنے سے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہو، اور خدائے تعالیٰ کی یاد سے غفلت ہوتی ہو، ان سے بھی نظر کو روکنا چاہیئے۔ اسی طرح زبان کا بند رکھنا یہ ہے کہ بیہودہ بات، جھوٹ، غیبت، چغلی، ظلم، جھگڑے کی بات وغیرہ نہ کرے بلکہ زبان کو سکوت، ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن میں مصروف رکھیں۔ ایسا ہی کان کو بُری بات سننے سے روکنا چاہیئے کیونکہ جن امور کا کہنا حرام ہے۔ ان کا سننا بھی حرام ہے۔ ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء کو بُری باتوں سے روکنا چاہیئے۔ مثلاً شکم کو افطار حرام سے روکے، دوا کے خوف سے زہر نہ کھائے۔ یعنی افطار کے وقت حلال غذا بھی اتنی نہ کھالے کہ جو برائیوں کو کھینچنے کا ذریعہ بنیں بلکہ ایسا کرنا چاہیئے کہ شیطان ونفس کا داؤ کمزور وضعیف ہوجائے، اور صمدیت، فرشتوں کی صفت بھی پیدا ہو۔

دل کا روزہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت سے دل کو بچائے رکھے اور روح کا روزہ یہہ ہے کہ روحانی کیفیات اور آخرت کے نعمتوں کو دیکھے۔ سر کا روزہ یہ ہے کہ اپنے قلب کو بری ہمتوں اور دنیاوی فکروں سے اور خدائے تعالیٰ کے سوا تمام چیزوں سے قلب کو روک دے۔ اور نفس کا روزہ یہ ہے کہ حرص، شہوت، بغض، حسد، کی تمنا نفس میں باقی نہ رہے۔

(کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ) میں لفظ قبل سے مراد روح اور جسم وغیرہ ہیں، پھر ضروری ہوا کہ قلب کو حبِّ دنیا سے اور روح کو روحانی کیفیات کے دیکھنے سے روزہ رکھے۔ (لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ) سے مراد روزہ رہ

کر متقی ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نصیب ہوگا اور شراب طہور سے لذت ملے گی، روزہ دار کو افطار کے دیدار کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی فرست بھی نصیب ہوگی اور اللہ کے اس ارشاد کی فرحت نصیب ہوگی کہ میں روزہ کا بدلہ ہوں۔

صاحبو! نماز تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا جب کہ کوئی عذر نہ ہو حسب قولِ مشہور سنت موکدہ ہے، اس لئے اب آپ کو قرآن پر عمل کرنے کی ترغیب ایک نئے انداز سے دلاتا ہوں سنئے ارشاد باری ہو رہا ہے (اِتَّبِعُوا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ) (پ ۸۔ رکوع ۱۔ سورہ اعراف) ترجمہ: تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے اور خدائے تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع نہ کرو، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔

مولانا فرماتے ہیں۔

ایھا العشاق اقبال جدید

از جہانِ کہنہ نو در رسید

ترجمہ :- اے عاشقو ! پرانی اور نئی دنیا سے نیا اقبال پہونچا

اے عاشقانِ الٰہی! خوش ہو جاؤ، اے حق تعالیٰ کے طالبو! اے حق کے شیدائیو! اے مدتوں سے گمراہی کے جنگل میں بھٹکنے والو! اے خدا کا مقرب بننے کا شوق رکھنے والو! خوش ہو جاؤ، تمہارے اقبال کا ستارہ چمکا، تمہارا نصیبہ جاگا، وہ نیا اقبال پرانے اور نئے جہاں سے پہونچا ہے، پُرانے اور نئے جہاں سے مراد عالم غیب، عالم بالا ہے۔ پرانا اس لئے کہ اس میں کچھ تغیر نہیں۔ آسمان جو عالمِ شہادت سے ہے مگر عالمِ غیب سے قریب ہے، اس لئے اس کی بھی یہی شان ہے کہ بہت پرانا ہے۔

مگر اس میں بہت تغیر نہیں۔

زاں جہاں کہ چارہ بے چارہ جو ست

ترجمہ :- تدبیر ڈھونڈھنے والوں کے واسطے اس جہاں میں بہت سی تدبیریں ہیں۔

صد ہزاراں نادرہ عالم در وست

ترجمہ :- اس عالم میں ہزاروں نادر چیزیں ہیں۔

وہ جہاں ایسا ہے کہ جو شخص کفر اور شرک اور گناہوں کی بیماری میں مبتلا ہو کر لاعلاج ہو گیا ہو، اور اس جہاں کے طبیبوں نے اس کو جواب دیدیا ہو تو اس کا علاج اس جہاں سے ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لانے سے پہلے ساری دنیا ایسے دل کی بیماریوں میں مبتلا تھی جو لاعلاج ہو چکے تھے، دل مسخ ہو گئے تھے، شر کو خیر اور خیر کو شر جانتے تھے، ہزاروں جہالت کی باتیں وباء عام کی طرح پھیلی ہوئی تھیں، دفعتہً اقبال کا ستارہ چمکا اور اسنے ایسا نور ڈالا سب کا علاج ہو گیا اور وہ جہاں ایسا ہے کہ لاکھوں عجائبات عالم اس میں موجود ہیں، دوزخ وہاں موجود ہے، جنت وہاں ہے۔ عالم ارواح وہیں ہے، پل صراط، میزان وہیں ہیں۔ ایسے عالم سے نیا اقبال تمہارے پاس پہونچا۔ صاحبو! معلوم ہے وہ نیا اقبال کیا ہے وہ قرآن ہے؟ آپ فرمائیں گے قرآن اقبال کیوں ہے؟ آپ کو؟ اس کی قدر نہیں۔ ذرا اس دل جلے عاشق سے پوچھو کہ جس نے وصال کی سب تدبیریں کیں اور تھک گیا، محبوب کو خود رحم آ گیا اس نے کہا میرے عاشق! ارے ان تدبیروں سے میں نہیں ملتا، میرے ملنے کی تدبیریں یہ ہیں اور ان کو لکھ کر بھیج دے۔ سچ بتائے وہ عاشق کیا کہے گا، یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔ ایسا ہی خدا کے عاشقو! تم نے بہت سر ٹکرایا تم کو وصال خداوندی نہ ہوا۔ تمہارا نصیبہ جاگا۔ قران تم کو خدا کے وصال کی موثر تدبیریں سکھانے آیا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ ایک شخص بادشاہ کا مصاحب بننا چاہتا ہے مگر جو تدبیر کرتا ہے اُلٹی، اگر کوئی وہ تدابیر بتلائے کہ جن پر عمل کر کے وہ مصاحب بن چکا ہو تو اس وقت وہ شخص کیا کہے گا۔ یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔

اسی طرح بیمار کو نسخہ ملے کہ جس سے اس جیسے سینکڑوں شفا پا چکے ہوں، اور ان کو شفا پاتے ہوئے یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہو تو اس وقت وہ یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔

افسوس وہ بدنصیب اپنے محبوب کی بات نہ سن کر ان تدبیروں پر عمل نہ کرے تو اس کے متعلق آپ کیا

فرمائیں گے،اس سے ہزار حصہ بڑھ کر ہم خود کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے ان تدبیروں کو قصداً چھوڑ دیا ہے اور چھوڑتے جارہے ہیں کہ جن میں خدائے تعالیٰ نے اپنے وصال وقُرب کی تدبیریں بتلائی ہیں۔

صاحبو! قرآن نے کیا سکھلایا ہے صرف دو چیزیں ایک تو دنیا میں امن کی زندگی بسر کریں۔ دوسرے خدائے تعالیٰ کے مقرب بنیں؟ اوراس کو راضی کریں اب آپ کونسے طریقے پر عمل کررہے ہیں۔ قرآن نے خدا کے قرب کے (۵)طریقے بتلائے ہیں۔

(۱) عقائد میں توحید ورسالت کے متعلق جو گڑبڑ کررکھی ہے سب ہی جانتے ہیں۔

(۲) دوسرا جزٔ دیانات، ان کے متعلق معلوم ہے کہ روزہ کتنے ادا کرتے ہیں، نماز کتنے پڑھتے ہیں، حج کن کن نے ادا کیا ہے۔

(۳) تیسرا جزٔ معاملات کا ہے ان کو لوگوں نے بالکل خارج ہی سمجھ رکھا ہے انکے یہاں نہ بیع معدوم حرام ہے نہ معاملات میں سود حرام جس طرح ہوسکے بہت سارو پیہ سمیٹ لیا جائے کھانے میں بھی خوب ہو، کسی کی زمین غصب کرلی گئی ہو تو پرواہ نہیں، ڈگریاں مع سود کرائی جاتی ہیں اس پر بھی کچھ غم نہیں، رہن کی آمدنی چکھ رہے ہیں کچھ فکر نہیں۔

(۴) چوتھا جزٔ معاشرت ہے، طرز زندگی کی جو درگت ہورہی ہے اس سے سب ہی واقف ہیں شادی میں، غم میں، جو جی چاہے کرتے ہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت، نہ فتویٰ لینے کی حاجت، جو کچھ عورتوں نے کہا وہ کرلیا۔ گویا عورتیں ہی شریعت کی مفتی ہیں۔

حدیث شریف:- وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جن کی سردار عورت ہو۔

وضع دیکھو تو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ مسلمان ہو یا کوئی اور قوم کے فرد۔

(۵) پانچواں جزٔ اخلاق ہے عوام تو عوام، مولویوں کے، مشائخوں کے اس قدر اخلاق خراب ہیں کہ گویا شریعت کی ہوا لگی ہی نہیں۔

فرمائیں کس کس بات پر روئیں، کسی نے عقائد درست کر بھی لئے تو اعمال خراب عقائد اور اعمال دونوں ہیں تو معاملات کا اہتمام نہیں، تینوں ہیں تو اخلاق ندارد، معاشرت بری، آداب معاشرت میں اس کا خیال رکھیں کہ اگر ویسا ہی برتاؤ خود کے ساتھ کیا جاوے تو دیکھیں کہ اس سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے کیا نہیں مثلاً رات کو اٹھے تو ایسا آہستہ اٹھیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہو، اگر سفر میں جانے والے سے فرمائش کرو تو قیمت دے دو، یعنی فرمائش تو کر دی قیمت نہیں دئے تو وہ کیا اپنے گھر سے خزانہ لے کر چلا تھا، اس کو کس قدر دقت ہوگی، دستی خط دئے، اب وہ بے چارہ اپنا وقت خراب کر کے اس کو ڈھونڈھ نکالے اور خط پہونچائے۔ پھر فرمائش کہ جواب لیتے آئے۔ غرض معاشرت ایسی ہونی چاہئے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہونچے، اب بتایئے ان میں کونسی بات مشکل ہے۔

اے به سرا پردۂ یثرب بخواب
خیز که شد مشرق ومغرب خراب

ترجمہ:- یثرب کی خوابگاہ میں آرام فرمانے والے حضور ﷺ بیدار ہوئیے کیونکہ مشرق ومغرب تباہ ہو گیا ہے۔

مگر عمل کسی چیز پر نہیں، پھر ہم کس منھ سے کہیں کہ قرآن پر عمل کر رہے ہیں۔

صاحبو! اگر کسی شخص کے پاس بہت سا مال ہو، اس کو زمین میں دفن کیا تھا اس پر جن قابض ہو گئے اب یہ اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا، بھیک لگ گئی ہے کیا ایسے شخص کو آپ مالدار کہیں گے، جیسے وہ مالدار ہے اسی طرح ہم صاحب قرآن ہیں، افسوس ہم نے ایسی عظیم الشان دولت چھوڑ دی، پھر لطف یہ کہ ہم کو ذرا بھی غم نہیں، اس لئے ارشاد ہوتا ہے۔ "اِتَّبِعُوْ مَآاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْ امِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّاتَذَکَّرُوْنَ" (پ۸۔ رکوع ا۔سورہ اعراف)۔

جو تمہارے پروردگار نے تم پر نازل کیا اس کی اتباع کرو، اوروں کی بات مت سنو بہت کم سمجھتے ہو، خدا کی مخالفت اور مخلوق کی موافقت یہ کس درجہ کی بے تمیزی ہے، کیا ہمارا اس آیت پر عمل ہے، کیا ہم اس کا اُلٹا نہیں کر رہے ہیں۔ دنیا نظروں میں بسی ہوئی ہے کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ آخر میں فیصلہ خواہشِ نفسانی کی اتباع ہی کا ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بھائی ہم گنہگار، بال بچّے والے ہیں، ہم سے قرآن پر کیا عمل ہو سکتا ہے مگر افسوس یہ نہ سمجھا کہ رزاق تو وہی ہے، نا

فرمانی میں دیتے ہیں تو فرماں برداری میں کیوں نہیں دیں گے، وہاں تو یہ حال ہے کہ اگر تم رو رو کر دعاء کرو کہ ہم کو رزق مت دو، تو تم سے اس قدر محبت ہے کہ تمہاری دُعاء قبول نہیں کریں گے۔ ہائے کتنی اُلٹی بات ہے کہ مالکِ خزانہ کو راضی کرنے سے خزانہ نہ ملے اور ناراض کرنے سے ملے۔

صاحبو ! یہ اتباع تھی۔

حکایت :- ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، لوگ (اِدھر اُدھر) پھر رہے تھے آپ نے فرمایا ''اِجْلِسُوْا'' (بیٹھ جاؤ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دروازہ پر تھے، سنتے ہی وہیں بیٹھ گئے کہ حکم خواہ کسی کو دیا جائے پھر اسکی تعمیل کیوں نہ کی جائے۔

حکایت :- حضرت اویس قرنی کو کس قدر اشتیاق ملاقات تھا، کیا عشق تھا کہ جب سنے کہ حضور کا دندان مبارک شہید ہو گیا ہے تو اپنے سب دانت توڑ لئے کہ شائد حضور کا یہ دانت ٹوٹ گیا ہو، یا یہ دانت ٹوٹ گیا ہو۔ حکم ہوا والدہ کی خدمت کرتے رہو۔ صحابیت کے درجہ کو چھوڑ دئے، مگر اتباع کو نہیں چھوڑے۔

صاحبو! اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن پر عمل کیوں چھوٹا، اس کے کیا اسباب ہیں؟ اس کے کئی اسباب ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ مولوی، مشائخوں میں دینی جوش نہیں، خود کے واسطے غصّہ آئے گا، قرآن کے واسطے غصہ نہیں آئے گا۔ پہلے کے لوگوں کو خود کے لئے غصہ نہ آتا تھا قرآن کے لئے غصّہ آتا تھا۔

حکایت :- ایک مولوی صاحب تھے، قرآن کا خلاف ہونے کی وجہ سے اس قدر بگڑتے تھے کہ جس کی وجہ سے وہ بدنام ہو گئے۔ غصہ والے مشہور ہو گئے۔ آخر شہید کر دئے گئے۔ مگر خود کے واسطے کچھ بھی نہیں، ایک شخص نے بھرے مجمع میں ان سے کہا کہ میں سنا ہوں کہ آپ حرامی ہیں تو آپ مسکرا کر فرماتے ہیں آپ کو کسی نے غلط باور کرایا ہے، میرے ماں باپ کے نکاہ کے گواہ اب تک موجود ہیں۔ ''اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ'' شرعی مسئلہ ہے میں بھلا کیسے حرامی ہوتا وہ شخص دوڑ کر قدموں پر گر گیا اور توبہ کیا۔

مولوی مشائخ نہ خود عمل کریں نہ دوسروں سے عمل کرائیں تو پھر بتلایئے عوام کیسے قرآن پر عمل کریں۔ پہلے کے وہ مولوی تھے کہ جو بادشاہوں سے نہ ڈرے۔

حکایت : - شاہجہاں کو ریشم پہننے کا خیال ہوا، کیا بادشاہ تھے کہ قرآن کا خلاف کرنے سے یوں ڈرتے تھے، تنخواہ دار مولویوں سے حلال ہونے کا فتویٰ مانگا، انھوں نے حلال ہونے کا فتویٰ لکھ دیا۔ شاہجہاں نے کہا کہ نہیں، ملاّ جیونؒ اگر دستخط کر دیں تب پہنوں گا۔ ملاّ جیونؒ کے پاس فتویٰ گیا، آپ نے کہلا بھیجا کہ دہلی آ کر جامع مسجد میں جواب دونگا آپ دہلی تشریف لا کر جامع مسجد میں منبر پر بیٹھ کر فرمائے کہ گناہ کرنا اور ہے گناہ کو حلال سمجھنا اور ہے، اس لئے فتویٰ دینے والے علماء اور فتویٰ لینے والا بادشاہ سب کافر۔ بادشاہ یہ سن کر غصہ میں آیا اور قتل کا حکم دے دیا، عالمگیرؒ دوڑتے ہوئے گئے اور کہا کہ آپ کے قتل کی تیاری ہو رہی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے کیا بگاڑا ہے۔ پھر فرمایا اچھا پانی لاؤ تا کہ وضوء کرلوں، ہم بھی تو ہتھیار لگالیں، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''اَلْوُضُوْءُ سِلَاحُ الْمُوْمِنِیْنَ ''(ترجمہ: وضوء مسلمان کا ہتھیار ہے) ان حضرات کو تنہا نہیں سمجھنا چاہیئے۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
بادردکشاں ہر کہ درافتاد بر افتاد

ترجمہ:- اس بدلہ ملنے والے جہاں میں، میں بہت تجربہ کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کا درد رکھنے والوں کے ساتھ جو دست بگریباں ہوتا ہے وہ بری طرح برباد ہوتا ہے۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ''

ترجمہ :- جو ہمارے کسی دوست سے عداوت رکھے تو میں اس سے جنگ کرنا چاہتا ہوں۔

شاہجہاں یہ سن کر کانپ گئے اور کہا اب کیا کروں۔ عالمگیر نے کہا میرے ہاتھ سے خلعت بھیج دیجئے۔ بہت منت کی، تب کہیں بات رفع دفع ہوئی۔ یہ لوگ مقتدا بننے کے قابل ہیں آج ایسے لوگ نہیں، اس لئے عمل قرآن پر نہیں۔

دوسری وجہ جو مسلمانوں کو غارت کر رہی ہے وہ، وہ اشعار ہیں جو جی میں آیا کہہ دیئے عمل تو کرنا ہے نہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس بستی میں واعظ یا شاعر رحمت سنا کر نڈر کر رہا ہو تو اس بستی سے شیطان چلا جاتا ہے، اب لوگ خوش ہو رہے ہوں گے سنیئے شیطان کیوں چلا جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میرا نائب بہکانے والا پیدا ہو گیا ہے اب مجھے یہاں

رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ رحمت کی آیتیں ان کے لئے ہیں جو مارے خوف کے کھانا پانی چھوڑ دیئے ہوں جیسے صحابہؓ نہ کہ ہم جیسے غافل۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کی تعریف یا عشق ومحبت میں جو اشعار ہیں، وہ قابل عمل ہیں۔ شاعر نے جو کچھ لکھا، کم لکھا، حضرت اس سے بھی زائد ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمل ہرگز نہ کرو۔ بعض لوگ کہتے ہیں جنت کی ہم کو کیا پرواہ ہے۔

حکایت:- ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آیا کہ دس روپیوں سے مجبور ہوگیا ہوں دلا دیجئے۔ پھر بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتوں میں کہا کہ مجھے جنت کی کیا پرواہ، اور دوزخ کا کیا ڈر۔ دس روپے میں تو اُن کو صبر نہ ہوا، اگر خدانخواستہ کل سب کو جنت دی جائے اور ان کو نہ ملے تو کیا ان کو صبر آئے گا۔ ابھی فوجداری مقدمہ ہوتو ہوش اڑ جاتے ہیں، پھر دوزخ کا خوف نہیں کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

قرآن تو جنت کو ''فَوْزٌ عَظِیْم'' (بڑی کامیابی) فرمارہا ہے، اور یہہ کہتے ہیں کہ مجھے جنت کی کیا پرواہ، اور کہتے ہیں کہ مجھے موت سے کیا ڈراتے ہو، موت سے تو وصال ہوگا۔ حالانکہ موت سے تو قرآن ڈرارہا ہے اور یہ کہتا ہے کہ موت کا کیا ڈر۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان جو موت کے ڈر سے نیک کام کرتا ہے وہ سب چھوڑ کر بے فکر ہوجاتا ہے۔ ابھی موت آنے دو کونے کونے چُھپتے پھروگے۔

سنو صاحبو ! ایک اور بات سنو۔ یہ مشہور بات ہے کہ جدھر رب ادھر سب۔

آج کل حج کا زمانہ ہے، حاجی چلے جارہے ہیں، معلوم ہے آپ کو یہ کہاں جارہے ہیں، یہ خانہ کعبہ کی زیارت کو چوطرف سے مسلمان چلے جارہے ہیں کیا آپ کو یہ آرزو ہے کہ جیسے کعبہ کے طواف کے لئے لوگ تمام دنیا سے چلے آرہے ہیں، ایسا ہی ہماری قبر کی زیارت کو تمام جہاں کے فرشتے چلے آئیں تو وہ حدیث سنو جو خطیبؒ اور ابونعیمؒ، امامؒ سیوطیؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ قرآن سنتے، سناتے رہو تو فرشتہ تمہاری قبر کی زیارت کو ایسے آئیں گے جیسے لوگ کعبہ کی زیارت کو آتے ہیں، اس سے زیادہ آپ کونسا مرتبہ چاہتے ہیں۔ قرآن کعبہ سے بھی افضل ہے۔ کعبہ کی حفاظت ابابیل سے کی گئی، قرآن کی حفاظت خود ربّ

جلیل فرماتے ہیں ''اِنَّانَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّالَہٗ لَحٰفِظُونَ o (پ۱۴۔رکوع ۱۔سورہ حجر)

ترجمہ :- ہم نے قرآن کونازل کیا ہےاور ہم (ہی) اس کے محافظ ہیں۔

دارمی کی حدیث میں وارد ہے کہ قرآن مجید خدائے تعالیٰ کو ساری مخلوق سے زیادہ پیارا ہے، اگر آپ رسول اللہ ﷺ کا وعظ سننا چاہتے ہیں تو قرآن پڑھواور سنو۔ اگر خدا سے باتیں کرنا چاہتے ہوتو قرآن پڑھواور تراویح میں سنو۔ قیامت کے قریب قرآن اور کعبہ دونوں اس عالم سے اٹھالئے جائیں گے، غور کیجئے کہ جب یہ دونوں دنیا سے اٹھالئے جائیں گے تو ان کو دنیا سے جدا کرنے والا کون ہے، اس وقت آپ کو دونوں کے مراتب کا فرق معلوم ہوگا۔ سنئے کعبہ کو ایک حبشی غلام حاکم ہونے کے بعد گرا کر زمین کے برابر کردیگا اور قرآن کو افسرِ ملائکہ یعنی جبرئیل امین علیہ السلام اٹھا کر لے جائیں گے۔

دوستو ! سچ فرمایئے کہ کیا اس شان کا قرآن ہم کو صرف اس واسطے ملا ہے کہ ہم اس کو طاق میں رکھ چھوڑیں جو خدا کی نعمت کی قدر نہ کرے فرمایئے اس کی کیا سزا ہے؟ اس کی یہی سزا ہے کہ آخرت کے سوا دنیا میں بھی ذلیل وخوار کردیئے جائیں، طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہوجائیں، آخر دل ہی تو ہے، اس لئے اس وقت دوسوال آپ کے دل میں پیدا ہورہے ہوں گے :-

پہلا تو یہ سوال آپ کا دل کررہا ہوگا کہ بے شک قرآن پرعمل کرنا چاہئیے لیکن نفس وشیطان کی وجہ سے قرآن پر عمل نہیں ہوسکتا، کوئی ایسی تدبیر بتلایئے کہ قرآن پرعمل آسان ہوجائے۔ دوستو! میں کیا تدبیر بتلاؤں، قرآن میں خدا خود تدبیر بتلارہا ہے وہ تدبیر یہ ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں سے بیس منٹ ہی سہی، سوتے وقت ہی سہی، اس لئے کہ بستر پر لیٹتے ہی تو نیند نہیں آیا کرتی، آتے آتے ہی آتی ہے اس لئے اسی وقت یہ سوچا کرو، اور نفس سے کہا کرو کہ اے نفس تو کیوں ہلاک ہوتا ہے۔ قرآن شریف پرعمل نہ کرنے سے۔ تجھے کچھ خبر بھی ہے، کیا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے، تو چاہتا ہے کہ دنیا میں اچھا رہے مگر یاد رکھ قرآن چھوڑنے سے تو کبھی اچھا نہیں رہ سکتا۔ اگر نہیں سنا ہے تو پھر سن ''کَم مِن قَریَۃٍ اَھلَکنٰھَا فَجَاءَ ھَابَاْسُنَا بَیَاتاً اَوھُم قَائِلُونَ o'' (پ۸۔رکوع۱۔سورہ اعراف)

ترجمہ: اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا، اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہونچا، ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔ کلامِ الٰہی چھوڑنے والوں کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا اور کر دیں گے، یکا یک بلاؤں میں مبتلا کر دیا اور کر دیں گے اور سزا دیں گے۔

اے قرآن کے چھوڑنے والے نفس! اگر دنیا اچھی چاہتا ہے تو قرآن پر عمل کر۔ اس سے زیادہ اور واضح بات آپ کو سناؤں:

حکایت:- ایک روز کا واقعہ ہے کہ تمام کفارِ مکہ جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے کہ کیا کیا جائے محمد ﷺ تو ہم کو تنگ کر دیئے ہیں، ہمارا مجمع پریشان ہو رہا ہے۔ ہمارے معبود بتوں کی اہانت ہو رہی ہے، ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک تدبیر سوچی ہے محمد ﷺ کو کچھ لالچ دلا کر راضی کر لیں گے، پھر وہ آئندہ کیلئے رک جائیں گے۔ وہ احمق یہ سمجھا کہ یہ بھی طالبِ دنیا ہیں، اس لئے اوروں کی طرح لالچ میں آجائیں گے۔ حضرت کی خدمت میں آکر عرض کیا آپ کا اس سے مقصود کیا ہے، اگر مال ہے تو ہم چندہ کر کے اس قدر مال دیتے ہیں کہ کوئی آپ کے برابر مالدار نہ رہے، اگر جاہ مطلوب ہے تو ہم سب آپ کو اپنا سردار و مالک بنا لیتے ہیں۔ اگر عورتوں کی خواہش ہے تو نہایت خوبصورت عورتیں جن کی نظیر نہ ہو لا دیتے ہیں، آپ یہ سب خاموشی کے ساتھ سن رہے تھے جب وہ سب کہہ چکا تو آپ اعوذ اور بسم اللہ کے بعد اس سورہ کی تلاوت شروع فرمائے "حٰمٓ ۝ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُهٗ (پ۲۴۔ رکوع ۱۔ سورہ حٰم سجدہ)

ترجمہ:- حٰم، یہ کلام رحمٰن رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے، یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں، پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہونچے" فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُكُمۡ صٰعِقَةً مِّثۡلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ ۝ (پ۲۴۔ رکوع ۱۔ سورہ حٰم سجدہ)

ترجمہ:- پھر اگر دلائل توحید سن کر بھی یہ لوگ (توحید سے) اعراض کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر (شرک و کفر) کی بدولت آئی تھی۔

اگر یہ لوگ ہمارے قرآن کو نہ مانیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ڈراتا ہوں کہ عاد و ثمود کی طرح کہیں تم پر بجلی کا عذاب نہ آجائے، وہ گھبرا گیا اور بھاگا، اور اپنے لوگوں سے کہا کہ حضرت جب ''فَاِنْ اَعْرَضُوْا'' کی آیت پڑھے تو مجھ پر ایسی ہیبت ہوئی کہ میں سمجھا کہ اب مجھ پر بجلی گری، اگر میں اور تھوڑی دیر بیٹھتا تو میں اپنا مذہب چھوڑ دیتا تھا۔

اے نفس! اب تیری سمجھ میں آیا، یا نہیں کہ قرآن چھوڑنے سے دنیا میں بھی عذاب آتا ہے، خیر دنیا تو یوں برباد ہو جائے گی۔ اے نفس! خوب سوچ کہ ایک دن تجھ کو دنیا چھوڑنا ہے اور قبر میں جانا ہے، قبر میں ایک دریچہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک تک کھولتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو منہ دکھانا ہے، ایسے میں اگر قرآن آکر کہے کہ یا رسولؐ اللہ یہ ظالم دنیا میں مجھ کو چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت کی اپنی حالت کو سونچو، پھر میدانِ حشر قائم ہوگا۔ ''فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَo'' (پ۸۔ رکوع ۱۔ سورۂ اعراف)

ترجمہ:- پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے، اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔

ہم امت سے پوچھیں گے کہ کیوں کیا ہمارا قرآن تم کو ملا تھا۔ پیغمبر سے سوال ہوگا کہ کیوں کیا آپ ہمارا قرآن پہنچا دیئے تھے۔ حضور تو فرمادیں گے کہ الٰہی میں نے پہونچا دیا ہے، اب بتاؤ ہم کیا کہیں، اگر نہیں کہیں تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا ہے اور اگر ہاں کہیں تو حکم ہوگا کہ پھر تم نے اس قرآن کے ساتھ کیا کیا۔

اے نفس! سچ بتا، اس وقت کیا جواب دے گا تھوڑی دیر کے لئے فرض کرو کہ تُو رسول اللہ ﷺ کو جھٹلائے گا مگر وہاں تیری جھوٹ نہ چل سکے گی ''فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِیْنَo (پ۸۔ رکوع ۱۔ سورہ اعراف)۔

ترجمہ:- (پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں) ان کے روبرو بیان کردیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے ہم تم سے غائب نہیں ہیں، ہم تو تمہارے پاس ہر وقت موجود ہیں، ہم اپنے علم سے تم کو قائل کریں گے، لوح محفوظ دکھائیں گے۔ نامۂ اعمال سنائیں گے۔ اے نفس! تو کس کس کو جھٹلائے گا نبی کو، لوح محفوظ کو، نامہ اعمال کو، فرشتوں کو، ہاتھ پاؤں کو خود قرآن یا خدائے تعالیٰ کو۔

دیکھ ایسی شرمندگی کا وقت آنے والا ہے، اب بھی موقع ہے کہ قران شریف پر تو عمل کرے ورنہ یاد رکھ اس پریشانی کے وقت جو میدان قیامت میں رہے گی، اُدھر میزان یعنی ترازو کھڑا کر دیجائے گی۔ ''وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ '' (پ۸۔رکوع ا۔سورہ اعراف)

ترجمہ :- اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا۔

اس روز اعمال کا وزن ہوگا، ایک پلڑے میں نیکی اور دوسرے پلڑے میں بدی رکھی جائے گی ''فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o'' (پ۸۔رکوع ا۔سورہ اعراف) ترجمہ: پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا، سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔

جن کے اعمال نیک کا پلڑا بھاری ہوگا، ان کو چھٹکارا اور کامیابی ہے ''وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ'' (پ۸۔رکوع ا۔سورہ اعراف)

ترجمہ:- اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا جن کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا وہ خسارہ میں پڑے گا نقصان پائیگا۔ اے نفس! خسارہ اور نقصان کی وجہ بھی تجھ کو معلوم ہے کہ وہ کیا ہے ''بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ o''

ترجمہ:- بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔

ہمارے قرآن کی آیتوں پر ظلم کئے یعنی اس پر عمل نہ کئے کہ جس کی وجہ سے یہ خسارہ بھگتنا پڑے گا۔ اور دوزخ میں جانا پڑے گا۔ او قرآن کو چھوڑنے والے، اے نفس سنا! خدائے تعالیٰ کیا فرما رہا ہے اگر تو چاہتا ہے کہ نیکیوں کا پلڑا بھاری رہے تو اٹھ، سنبھل اور قرآن پر عمل کر، پھر دیکھ تیری نیکیوں کا پلڑا کس طرح بھاری ہوتا ہے، ترازو کے پاس ایک فرشتہ کھڑا رہے گا اور جس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہوگا اس سے کہے گا کہ تو نیک نصیب ہے اب کبھی بدنصیب نہ ہوگا، اور جس کی نیکی کا پلڑا ہلکا ہوگا اس سے کہے گا کہ فلاں کا بیٹا فلاں بدنصیب ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوزخ کے فرشتے لپکیں گے۔

حدیث شریف:- جب میزان بنائی گئی اور فرشتوں نے دیکھا کہ اس قدر بڑی ہے کہ جس میں زمین اور

آسمان تول سکیں، تب کہا کہ الٰہی! اس میں کیا چیز تولی جائے گی، اتنی نیکیاں کہاں سے آئیں گی، ارشاد خداوندی ہوا کہ تول کے وقت دیکھ لینا۔

اے نفس! فرشتوں کو بھی حیرت تھی کہ اگر تو نیکیوں کے پلڑے کو بھرنا چاہتا ہے تو قران پر عمل کر، کیوں کہ ارشاد ہوتا ہے۔

حدیث شریف: -اگر تم نیکیوں کی زندگی، شہیدوں کی موت، حشر کے دن نجات، قیامت کی گرمی کے دن سایہ، اور گمراہی سے ہدایت چاہتے ہو تو ہمیشہ قرآن پر عمل کرو، پڑھو، سنو، یہ کلام الٰہی شیطان سے محفوظ رہنے کا قلعہ اور میزان کا جھکا دینے والا ہے۔

حدیث شریف: - دو کلمے ہیں، خدا کے پیارے، زبان پر ہلکے، میزان میں بھاری، وہ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم'' ہے۔

حدیث شریف: - ایک روز موسیٰ علیہ السلام ذکر کیے کہ الٰہی مجھے کوئی ایسی بات سکھا کہ جس سے میں تیرا ذکر کروں فرمایا ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی! یہ تو تیرے سب بندے کہتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ تو مجھ کو کوئی خاص ذکر بتلا۔ حکم ہوا موسیٰ! تمہارا خیال کدھر ہے، اگر ساتوں آسمان اور ان کے محافظ فرشتے سوائے میرے اور ساتوں آسمان زمین ایک پلڑے میں رکھے جائیں تو اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ایک پلڑے میں تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا پلڑا بھاری ہوگا۔

حدیث شریف :- حضور ﷺ فرمائے کیا میں تم کو دو باتیں بتلاؤں کہ جو عمل کرنے میں ہلکے اور میزان میں بھاری، (وہ یہ ہیں) (۱) حسن خلق (۲) خاموشی۔

حدیث شریف: - اہل و عیال کا نفقہ میزان میں رکھا جائے گا تا کہ نیکی کا پلڑا بھاری ہو۔

حدیث شریف: -ایک شخص کے مختصر اعمال رہیں گے، اس لئے وہ میدانِ قیامت میں گھبرائے گا اتنے میں ابر کی طرح کوئی چیز آ کر میزان میں گرے گی اور اس سے کہا جائے گا کہ (دنیا میں) تُو جو خیر کی تعلیم دیا کرتا تھا یہ اس کا ثواب ہے۔

حدیث شریف:- میدانِ قیامت میں حضرت آدم علیہ السلام عرش کے پہلو میں کھڑے ہوں گے دو سبز کپڑے ان کے جسم پر ہوں گے اور دیکھتے ہوں گے کہ کون ان کی اولاد میں سے دوزخ میں ڈالا جاتا ہے، یکایک آپ کیا دیکھیں گے ایک امتی حضرت محمد ﷺ کا دوزخ کی طرف جا رہا ہے، آدم علیہ السلام فرمائیں گے یا احمدؐ! آپ فرمائیں گے لبیک، آدمؑ فرمائیں گے دیکھیئے آپ کی امت کا ایک شخص دوزخ میں جا رہا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں دامن، کمر پر کس کر دوزخ کے فرشتوں کی طرف لپکوں گا اور کہوں گا کہ اے میرے رب کے فرشتو! ذرا ٹھہرو، فرشتے کہیں گے کہ ہم سخت اور سنگ دل ہیں اللہ کے حکم کا خلاف نہیں کر سکتے۔ آپ مایوس ہو کر بائیں ہاتھ سے پیشانی مبارک پکڑیں گے، اور عرش کی طرف منہ کر کے کہیں گے کہ اے رب! مجھے وعدہ کے موافق امت کے بارے میں رسوا نہ کر، خدائے تعالیٰ عرش سے ارشاد فرمائے گا اور یہ آواز آئے گی "اَطِیْعُوْا مُحَمَّدًا" حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کرو، اس گنہگار کو لاؤ میں اپنے حبیب کے پاس سے انگل بھر کا کاغذ نکالوں گا، نیکی کے پلڑے میں بسم اللہ کہہ کر رکھ دونگا۔ اس کے ساتھ ہی نیکیاں بھاری ہو جائیں گے تب پکارنے والا پکارے گا کہ یہ نیک نصیب ہوا اس کو جنت میں لے جاؤ۔ وہ کہے گا میرے ماں اور باپ آپ پر قربان' کیا اچھا آپ کا چہرہ ہے اور کیا اچھے آپکے اخلاق ہیں' اس بے کسی میں آپ مدد فرمائے ہیں' آپ کون ہیں میں کہوں گا "اَنَا نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ وَھٰذِہٖ صَلَا تُکَ الَّتِیْ تُصَلِّیْھَا عَلَیَّ"

ترجمہ :- میں تیرا نبی محمد (ﷺ) ہوں اور یہ کاغذ کا ٹکڑا جو میں نیکی کے پلڑے میں ڈالا وہ تیرا درود شریف تھا جو تو دنیا میں پڑھا تھا مجھ پر۔

حدیث شریف :- شہیدوں کے خون سے علماء کی سیاہی بڑھ جائے گی۔

حدیث شریف:- ایک شخص حضرت کے پاس خوفِ الٰہی سے رو رہا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا سب اعمال تولے جائیں گے مگر آنسوؤں کا تولنا کیا ہے، بس اس سے دوزخ کی آگ بجھائی جائے گی۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ بدی کا پلڑا بھاری ہو رہا تھا کہ یکایک اس نے دیکھا کہ ایک تھیلی نیکیوں کے پلڑے میں گری اور اس کو بھاری کر دی اور کسی نے کہا کہ یہ وہ مٹی ہے کہ جو تو ایک مسلمان کو دفن

کے وقت اس کی قبر پر ڈالا تھا۔

حدیث شریف:- ایک شخص کے میدان قیامت میں نیکی اور بدی کے دونوں پلڑے برابر ہونگے، ایک کلمہ بدی کے پلڑے میں گرے گا، اور برائی بڑھ جائے گی اور اس کو دوزخ کی طرف لیجائیں گے وہ کلمہ کیا ہوگا، وہ کلمہ اُف ہوگا، جو اس نے ماں باپ کو کہا تھا۔ باپ بھی اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزح کی طرف جارہا ہوگا، بیٹا کہے گا کہ آخر میں تو دوزح کی طرف جارہا ہوں، اس لئے میری نیکیاں میرے باپ کو دیجئے اور ان کو جنت میں بھیج دیجئے۔ حکم ہوگا دنیا میں عاق تھا اور آخرت میں فرماں بردار۔ جاؤ دونوں جنت میں جاؤ۔

حدیث شریف:- بہت سی نیکیاں پلڑے میزان میں واپس کردی جائیں گی، فرشتے عرض کریں گے الٰہی! ہم نے جو دیکھا وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا، اس لئے ان کو نیکیوں کے پلڑے میں ڈالئے۔ حکم ہوگا یہ نیکیاں میرے لئے نہ تھیں، ریاء کے لئے (لوگوں کو دکھانے کے لئے) تھیں (اس لئے واپس کردی جائیں گی)۔

صاحبو! مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان قیامت بڑی پریشانی کا دن ہے، اس دن اس شخص کو آرام ملے گا کہ جس سے قرآن راضی رہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے ''اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا ہ'' (پ۱۹۔ رکوع ۳۔ سورہ فرقان) ترجمہ: اے میرے پروردگار میری (اس) قوم نے اس قرآن کو (جو کہ واجب العمل) تھا بالکل نظر انداز کردیا۔

تو اس وقت کوئی نیکی میزان میں کام نہ آئے گی۔

غرض اس طرح آپ روزانہ سوچئے تو انشاء اللہ قرآن پر عمل آسان ہوگا۔

دوسرا سوال۔ یہ دل میں آتا ہوگا کہ قرآن پر ہم کیسے عمل کریں؟ عربی آتی نہیں، اس سے واقف نہیں۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ قرآن سنتے سناتے رہو، اور ساری فقہ عمل قرآن ہے، جو کرو یا کہو اس کے بارے میں نہ سوچو کہ اس کا کیا مسئلہ ہے، اس طرح قرآن کے آپ عامل ہوجائیں گے۔

تراویح۔ فضائل قرآن: غرض صاحبو! ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ''(پ۹۔رکوع ۱۔سورہ انفال)

ترجمہ :- بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ سچے اور پکے مسلمانوں کی نشانیاں بیان فرماتا ہے، ان نشانیوں کو سنئے، اور پھر ہماری حالت پر غور کیجئے۔ نہ عقائد کی پرواہ ہے نہ اعمال کی فکر۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ مسلمانو! پانچ وقت نماز پڑھو، گو زبان سے نہ کہیں مگر اپنی حالت سے تو مسلمان کہتے ہیں کہ نہیں پڑھتے، اگر اس طرح نہیں کہتے تو پھر نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں کہا جاتا ہے کہ روزہ رکھو، یہ نہیں رکھتے۔ کہا جاتا ہے کہ تراویح پڑھو، یہ نہیں پڑھتے۔ اگر آپ کا بھی نوکر آپ کی ہر بات پر عمل نہ کرے تو کیا آپ اس کو نوکر سمجھیں گے، اسی طرح خدائے تعالیٰ کی ہر بات پر عمل نہ کرکے پھر کس طرح مسلمان سمجھے جائیں' پھر لطف یہ ہے کہ جو جس حال میں ہے اس کو برا نہیں سمجھتا۔ بے نمازی کہتے ہیں کہ کیا نماز نہیں پڑھے تو مسلمان نہیں رہتے۔ اور بے روزہ دار کہتے ہیں کہ کیا روزہ نہیں رہے تو مسلمان نہیں رہتے۔ مسلمانی کی ایک بات بھی نہ کریں، ایک عمل بھی نہ کریں، پھر مسلمان کے مسلمان اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَo (پ۱۰۔رکوع ۱۔سورہ انفال)

ترجمہ: - اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم ایمان والے ہو۔

جو خدا اور رسول کا حکم نہ مانے وہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سچا مسلمان نہ سمجھا جاتا تھا۔ جنگ تبوک کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو حضرت کی اطاعت نہ کرنے کے لئے یہ حیلہ کئے کہ ''لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ ط'' (پ۱۰۔رکوع ۱۱۔سورہ توبہ)

یہ گرمی کا موسم ہے ایسے وقت کہیں باہر نکلا کرتے ہیں۔ قُلْ حکم ہوا آپ ان سے کہ دیجئے ''نَارُ جَھَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ کَانُوْ یَفْقَھُوْنَ'' (پ۱۰۔رکوع ۱۱۔سورہ توبہ)

معلوم ہے دوزخ کی آگ کیسی آگ ہے، یہ دنیا کی آگ، دن میں ستر مرتبہ دوزخ کی آگ سے پناہ مانگتی

ہے، پھر غور کیجئے وہ کیسی آگ ہوگی، جب یہاں کی گرمی کی برداشت نہیں ہے، گھر سے باہر نہیں نکلا جاتا، تو کل دوزخ کی آگ کو کس طرح برداشت کروگے کچھ تو سمجھو۔

اسی طرح بے روزہ دار کہتے ہیں کہ رمضان سخت گرمیوں میں آگئے ہیں، ایسے وقت کہیں روزہ رکھا جاسکتا ہے ان سے کہئے "نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ" (پ۱۰۔رکوع ۱۱۔سورہ توبہ)۔

جب یہاں کی گرمی کی شدت برداشت نہیں کرسکتے، روزہ نہیں رکھا جاتا تو کل دوزخ کی آگ اور وہاں کی بھوک اور پیاس کی تکلیف کیسے برداشت کروگے کچھ تو سمجھئے۔

افسوس! لوگوں نے گرمی کو دیکھا، بھوک پیاس کو دیکھا مگر روزہ کے فائدوں کو نہ دیکھا گنتی کے چند روز جو دیکھتے دیکھتے ختم ہوجاتے ہیں۔

روزہ میں دن میں حلال چیزوں سے روکا جاتا ہے، رات کو اجازت ہے، دن کے وقت ترستے ہیں، حکم ہوتا ہے، خبردار نہ کھائیں، یہ نفس پر بے حد شاق گذرتا ہے۔ نفس تلملاتا ہے، مگر حکم ہے اس لئے رُکتا ہے، نفس کو رُکنے کی عادت پڑجاتی ہے، رُکنے کی مشق ہوجاتی ہے، پھر برائیوں سے رُکنا آسان ہوجاتا ہے۔ شیطان مایوس ہوجاتا ہے کہ یہ بندہ صرف خدا کا حکم ہونے کی وجہ سے حلال چیزوں سے رک رہا ہے تو یہ حرام امور میں میری کیا اطاعت کرے گا۔

صاحبو! آپ نے غور کیا کہ آپ سے جو روزہ رکھا رہے ہیں اسکی وجہ کیا ہے سنئے آپ کا دل بیمار ہوگیا ہے اور روزہ اس کی دوا ہے۔ گو بچہ ماں کو دشمن سمجھتا ہے کہ کڑوی دوا پلاتی ہے مگر یہ بچہ کی حماقت ہے بلکہ ماں کی محبت کا تقاضہ ہے کہ کڑوی دوا پلاتی ہے تاکہ صحت ہوجائے، ہمارا دل اور روح جب دنیا میں آئے تھے تو تندرست تھے یہاں آکر بیمار ہوگئے ہیں، خدا چاہتا ہے کہ روح و دل کو صحت ہوجائے، اس لئے روزہ کی دوا تجویز کی گئی۔ ہائے کس محبت سے روزہ کی دوا پلاتے ہیں۔ جیسے کوئی محبت بھری ماں بچہ کو کہتی ہے کہ میاں تم دوا پی لو، ہم تم کو ایک روپیہ دیں گے، ایسا ہی روزہ کی دوا پلاتے ہیں، تاکہ بندہ کو صحت ہو، مگر صرف دوا نہیں پلاتے بلکہ یہ کہتے جاتے ہیں، مسلمانو! یہ روزہ کی دوا پی لو، ہم تم کو جنت دیتے ہیں، حور دیتے ہیں خود اپنے آپ کو دیتے ہیں، عقلمند بچہ سمجھتا ہے کہ پینا تو ضرور ہے ورنہ روپیہ بھی جائے گا اور دوا

پینا تو ضرور پڑے گا۔اسی طرح سمجھ دار مسلمان سمجھتا ہے کہ روزہ رہنا تو ضروری ہے ورنہ اس کا اُخروی نفع جو اوپر مذکور ہوا ہے جاتا رہے گا،اس کے بارے میں مزید کچھ سنئے :

حدیث شریف :- معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرشتہ کو دیکھا جو قوی ہیکل تھا اس کے ستر ہزار سر تھے اور ہر سر میں ستر ہزار زبان،اس کی تسبیح کی خوش الحانی سے عرش کو حرکت ہوتی ہے۔عرش کے سیدھی طرف اسکا مقام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس فرشتہ کو صرف اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ تسبیح کرے اور اسکا ثواب آپ کی امت کے روزہ داروں کو دیا جائے گا اور اسکے سامنے ایک صندوق ہے،اس پر نور کا قفل پڑا ہوا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا یہ کیا ہے؟

عرض کیے فرشتے اس میں آپ کے روزہ داروں کی دوزخ سے برات لکھ کر رکھتے ہیں،مبارک ہو آپ کو اور آپ کی امت کو۔

حدیث شریف :- جب قیامت قائم ہوگی،لوگ قبروں سے اٹھیں گے حکم ہوگا داروغہ جنت کو کہ رضوان! میں نے روزہ داروں کو قبر سے اٹھایا ہے،میرے واسطے وہ بھوکے پیاسے رہے تھے،ان کو جنت میں آنے کا انتظار مت کراؤ،یہیں میدان قیامت میں کھانا لے چلو۔تب رضوان آواز دیتے ہی بے گنتی غلمان جمع ہو جائیں گے،میوے کھانے،شربت وغیرہ لے حاضر ہوں گے۔ایک ایک شخص کی خاطر کر کے رضوان کہیں گے "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ" (پ۲۹۔رکوع ا۔سورہ الحاقہ) ترجمہ (اور حکم ہوگا کہ) کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گذشتہ ایام (یعنی زمانہ قیام دنیا) میں کئے تھے۔

غرض صرف روزہ کا حکم نہیں دیتے،روزہ کا حکم دے کر اس طرح کی ہزاروں چیزیں دیتے ہیں،کوئی بدنصیب اس پر بھی روزہ نہ رہے تو حضور فرماتے ہیں ذلیل ہوئے رسوا ہوئے،خراب ہوئے۔صحابہ نے عرض کیا کون یا رسول اللہ! آپ فرمائے کہ جس کے پاس رمضان آئیں اور وہ ان کی قدر کر کے اپنی مغفرت نہ کرائے۔

سب سے بڑا فائدہ روزوں کا یہ ہے کہ سچے مسلمانوں کی پہلی علامت اسی روزہ برکت سے حاصل ہوتی ہے، دل کا زنگ دور ہونے اور نفس اپنی شرارت سے باز آنے کے لئے روزہ ایک خاص نسخہ ہے، اسی لئے روزہ میں اعمال خیر کا خیال پیدا ہو جاتا ہے، کیسا ہی شخص ہو ضرور کچھ نہ کچھ نیک کام کرتا ہے، بشرطیکہ دل پر طبع وختم (مہر) نہ ہو گیا ہو۔ ورنہ نہ وہ روزہ رکھے گا، نہ نیکی کی توفیق ہوگی۔

حدیث شریف:- خدائے تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اور کہا آگے آ، وہ آگے آ گئی۔ پھر کہا پیچھے ہٹ پیچھے ہٹ گئی۔ پھر عقل سے کہا کہ میں نے تیرے سے زیادہ کوئی چیز معظم ومکرم نہیں پیدا کی، پھر نفس کو پیدا کیا اور کہا آگے آ، آگے نہ آئی، تب کہا پیچھے ہٹ، پیچھے نہ ہٹی، دوزخ سے ڈرایا، وہ مخالفت ہی کرتی رہی۔ بھوک، پیاس کی تکلیف دیا فوراً اطاعت کرنے لگی۔

دوزح سے ڈرانے سے وہ کام نہ نکلا جو بھوکا پیاسا رکھنے سے نکلا، اس لئے روزہ مقرر کیا، تاکہ نفس کی شرارت چھوٹے، دوزخ سے جو کام نہ ہو سکا تھا وہ اصلاحِ نفس کا کام رمضان المبارک سے نکلا، نفس کی صفائی اسی رمضان المبارک سے ہوتی ہے، دل کی نرمی اسی رمضان المبارک سے پیدا ہوتی ہے، پھر سچے اور پکے مسلمانوں کی پہلی علامت پیدا ہو جاتی ہے یہ اور بات ہے کہ بد پرہیزی سے نفع ضائع کرتے رہیں، بد پرہیزی کا ذکر عنقریب کرتا ہوں۔ اس آیت شریف میں ارشاد ہوتا ہے ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ (پ۹۔ رکوع ۱۔ سورہ انفال)

ترجمہ:- جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا ہے اس کے پیارے نام سے کچھ ایسی عظمت ان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور محبت اور خوف کا کچھ ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ کانپ جاتے ہیں، نافرمانی کر رہا ہے مگر خدا کا نام لیتے ہی فوراً باز آ جاتا ہے۔

حدیث شریف:- جب کسی بندے کے روئیں، خدا کے خوف سے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے سوکھے درخت کے پتے، اور اللہ تعالیٰ اس پر آتشِ دوزخ حرام کر دیتا ہے۔

حکایت:- ہارون الرشید کی بیگم زبیدہ کو اس کی وفات کے بعد کسی بزرگ نے پوچھا کہ کیسی گزری، اس نے کہا کہ خدا نے بخش دیا۔ انھوں نے کہا کہ کونسا عمل کام آیا۔ شائد نہر زبیدہ جو آپ مکہ میں کھدوائے تھے کام آئی، اس نے کہا نہیں بلکہ وہ عمل تو لوگوں میں بٹ گیا جن جن کا روپیہ خزانہ میں آ کر نہر بنانے میں خرچ ہوا تھا اس کا ثواب انھیں کو مل

گیا۔ پھر کہا سنئے، میری بخشش کا سبب یہ ہوا ایک دفعہ میں اپنی سہلیوں میں بیٹھی ہوئی تھی اور شراب پی رہی تھی، جامِ شراب میرے ہاتھ میں تھا اس کو منھ سے لگائی تھی کہ عین اسی وقت اذان کی آواز اللہ اکبر اللہ اکبر کان میں آئی، یہ آواز سنتے ہی کان آواز کی طرف متوجہ ہوئے وہ نام کانوں کے راستہ سے دل میں پہنچا، نام کی عظمت سے دل لرز گیا، کانپ اٹھا، فوراً میں نے شراب کا پیالہ ہاتھ سے گرا دیا۔ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے سامنے بلایا اور فرمایا کہ زبیدہ تو وہی ہے ناکہ جو تو نے ہمارے نام کی عظمت سے شراب کو دور کر دی تھی، آج ہم تیرے سے اپنے عذابوں کو دور کرتے ہیں۔

دوسری علامت سچے اور پکے مسلمانوں کی یہ ہے کہ ''وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا'' (پ۹۔ رکوع۱۔ سورہ انفال)۔

ترجمہ :- اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ (آیتیں) ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں۔

جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہوتا ہے قلب میں ایک اطمینان اور سکون پیدا ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ ایمان ایک نور ہے جس قدر دل کا روزن وسیع ہوتا ہے اسی قدر نور ایمان اس دل میں زیادہ آتا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو قرآن کی برکت سے دل کا روزن بہت کشادہ ہوتا ہے، اس لئے نور ایمان بھی اس دل میں بہت آتا ہے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہو جاتے ہیں۔

حکایت :- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کو جب قریش نے بہت مجبور کیا اور نماز میں قرآن پڑھنے سے منع کیا، روح کی غذا ہی بند ہو جائے تو زندگی کیسے ہو، اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اجازت لے کر ملک حبش کی طرف ہجرت کیے، راستہ میں ربیعہ کا فرملا۔ عرض کیا ابوبکرؓ! کہاں جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میری قوم نے نکال دیا اب اور کہیں ایسی جگہ جاتا ہوں کہ جہاں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کروں، اور اطمینان سے قرآن پڑھوں، ربیعہ نے کہا کہ آپ جیسا مبارک شخص اس قابل نہیں ہے کہ وطن سے نکالا جائے آپ کے اخلاق، آپ کی صلہ رحمی، بیوہ، یتیم کی

پرورش وغیرہ اعلیٰ درجہ کے صفات آپ میں ہیں، آپ میرے امان میں آیئے اور گھر چل کر خوشی سے عبادت کیجئے، حضرت ابوبکرؓ اس کے ساتھ واپس ہوئے، ایک دن آپ گھر کے باہر، موسم گرما میں، ایک جگہ مختص کر کے تہجد کی نماز پڑھنے لگے، تہجد کی نماز میں آپ قرآن بہت پڑھتے تھے، پڑھتے جاتے تھے اور خوف الٰہی سے روتے جاتے تھے، اب صدیق اکبر! کی نماز ہے، پھر نماز میں قرآن، پھر قرآن پڑھتے ہوئے خوفِ الٰہی سے روتے جانا، یہ بہت سی بجلیاں جمع ہوگئیں، آپ کی آواز سن کر مشرکوں کی عورتیں اور بچے جمع ہونے لگے، قرآن مجید نے ان کے دل میں اثر کرنا شروع کیا، کفار گھبرائے اور ربیعہ کے پاس دوڑے آئے کہ ربیعہ واہ! واہ! خوب بلا مول لائے، قرآن پڑھتے ہیں یا جادو کرتے ہیں کہ ہماری عورتیں، بچے اور غلام سب کے سب مسلمان ہوجانے کی نوبت آئی ہے جلدی سے اس کا انتظام کرو، ابوبکرؓ کو منع کرو کہ گھر کے باہر نماز نہ پڑھیں، ربیعہ نے کہا ابوبکر یا تو قرآن گھر میں پڑھو، یا میرا امان واپس کردو، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تیرا امان تجھ کو واپس کرتا ہوں۔ خدا کا امان مجھے بس ہے۔

یہ ہے قرآن، یہ ہے اس کی تلاوت جو ایمان مضبوط کرتی ہے۔ ہائے کیا مزہ آتا ہوگا کہ طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے تھے مگر نماز میں قرآن پڑھنا نہیں چھوڑتے تھے، یہی قرآن ہے کہ جس کی تلاوت نے ایمان بڑھاتے بڑھاتے اس درجہ تک پہونچایا۔

حدیث شریف :- حضرت فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے اور میری تمام امت کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے تو ابوبکرؓ کے ایمان کا پلڑا جھک جائے گا اس قرآن کے پڑھنے میں وہ مزہ آتا ہے کہ جانیں تک اس سلسلہ میں ختم ہوگئی ہیں۔

حکایت : - ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان المبارک میں کھانا پکانے کیلئے مجھ کو ایک باندی کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے آپ بازار گئے، اتفاق سے ایک ایسی باندی ملی کہ جس کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی کے فراق میں جلی بھنی ہوئی ہے، آپ اس کو خرید لائے، دن تو گزرا اور جب رات ہوئی تو اس اللہ کی بندی نے نماز کی نیت باندھ لی، اور پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کو اس نے اس خوبی سے تلاوت کیا کہ ہم کہیں نہیں سنے تھے اور دوسری

رکعت میں ال عمران، تیسری رکعت میں سورۂ نساء، غرض ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورہ اس نے تلاوت کیا، جب سورۂ ابراہیم کے اس مقام پر پہونچی کہ جہاں دوزخیوں کا ذکر ہے ''وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ'' بے ہوش ہوکر زمین پر گرگئی سب لوگ اس کو اٹھانے کے لئے دوڑے مگر وہاں رکھا ہی کیا تھا گرتے ہی کام تمام ہوگیا تھا مردہ پڑا ہوا تھا۔

ف۔ ہائے! اس قرآن کے مزہ نے جان تک لے لی۔

حدیث شریف:- جب رات کے وقت نماز میں قرآن آواز سے پڑھا جاتا ہے تو فرشتے قرآن کی آواز سن کر اس کے ساتھ نماز پڑھنے کو آتے ہیں، اسی طرح جنات مسلمان جو اس جگہ رہتے ہیں، سب قرآن سننے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔

امام احمد حنبلؒ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے عرض کئے الٰہی! کونسی ایسی عبادت ہے کہ جس کے ادا کرنے سے بندہ تیرا مقرب بنتا ہے۔ ارشاد ہوا تلاوتِ قرآن سے، عرض کئے سمجھ کر تلاوت کرنے سے یا بغیر سمجھے تلاوت سے، ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ بندہ قرآن کو سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے پڑھے، دونوں طرح کا پڑھنا مقرب بناتا ہے اور ہر حرف کے بدلے (۱۰۰) نیکیاں اور اتنے ہی درجے ملتے ہیں، اتنے ہی گناہ مٹائے جاتے ہیں، قرآن مجید کے کل حروف ایک کروڑ (۲۷) ہزار ہیں۔ صاحبو! اس سے اندازہ لگایئے کہ کتنی نیکیاں ملیں گی اور کتنے گناہ مٹائے جائیں گے۔ اس طرح کی نعمت بٹتی ہے، آ ؤلو، اور جو اس نعمت کو لے رہے ہیں، ان کو مبارک ہو، خدائے تعالیٰ کا اس امت پر کس قدر احسان ہے کہ اس نے اس امت کے لئے کیسے کیسے گل وریحان تیار کئے ہیں، کوئی کچھ خدمت کررہا ہے اور کوئی کچھ، ایک حافظ قرآن ہی کو لیجئے اگر یہ نہ ہوتے تو کیا ہم اس نعمت کو حاصل کرسکتے تھے اس لئے ارشاد ہے:۔

حدیث شریف:- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک حافظِ قرآن سے زیادہ کسی کی عزت نہیں ہے۔

غرض پیغمبروں کے بعد حافظِ قرآن کا مرتبہ اور درجہ ہے۔

حدیث شریف:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں کہ روزہ اور قرآن شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے

گا کہ میں نے دن کو کھانا، پانی چھڑایا تھا، اس لئے اے خدا اس کے حق میں میریؑ شفاعت قبول فرما۔ اس کے بعد قرآن شریف عرض کریں گے الٰہی! میں نے رات کو اس کی نیند چھڑائی تھی، اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔

اس لئے تراویح میں پورا قرآن سننا سنتِ موکدہ ہے۔ ایک بزرگ اس کے عجیب معنی بیان فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ'' (پ۴۔ رکوع ۲۱۔ سورہ ال عمران)

ترجمہ :- تم لوگ اچھی جماعت ہو۔

کیوں فرمائے ہیں، اس لئے کہ تم یہ کام (تلاوت قرآن) ادا کرتے ہو، منجملہ اور آیتوں کے یہ بھی ہے کہ ''يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ'' (پ۴۔ رکوع ۱۲۔ سورہ ال عمران)

ترجمہ:- اللہ کی آیتیں (اوقات شب) میں پڑھتے ہیں۔

اور یہ بھی ہے ''وَهُمْ يَسْجُدُوْنَo'' (پ۴۔ رکوع۔ سورہ ال عمران)

ترجمہ :- اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔

اور آخر میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ''اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَo'' (پ۴۔ رکوع ۱۲۔ ال عمران)

ترجمہ :- اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں سے ہیں۔

یعنی خدا ان کی فضیلت کا قائل ہے کہ وہ لوگ جو نماز میں قرآن پڑھتے ہیں وہ سب اچھے اور لائق ہیں، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ:۔

حدیث شریف :- ''اُعِدَّتْ لِعِبَادِيَ الصّٰالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَّأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍo''

ترجمہ:- نیک بندوں کے لئے جنت جو تیار کی گئی، اس میں ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے قلب میں اس کا وہم و گمان تک آیا۔

ذرا اہل دل سے پوچھو کہ ''کُنتُم خَیرَ اُمَّۃِ'' میں کیا مزہ ہے، اگر محبوب خود کہے کہ بہت اچھا آدمی ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا ہونا چاہیئے۔

رمضان مجاہدوں کا مہینہ ہے: صاحبو! رمضان مجاہدوں کا مہینہ ہے اس کی تفصیل سنیئے :-

اصلاح نفس کا نام ہی مجاہدہ ہے، دنیا میں کوئی چیز بھی بغیر مجاہدہ کے کسی قابل نہیں بنتی، پھر تو اے غافل انسان! کیسے بغیر مجاہدہ کے کسی قابل بنے گا۔ مثلاً باز ایک وحشی پرندہ ہے اور انسان سے بھاگتا ہے، آپ اس کو جب شکار کے لئے تیار کراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ آپ کا فرماں بردار ہو تو پہلے اس باز کو ایک بند کمرہ میں رکھتے ہیں اور اس کی آنکھوں پر پٹی باندھتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی تمام پہلی کیفیت بھول جائے۔ پھر اس کو تھوڑا تھوڑا گوشت دے کر خود سے انسیت پیدا کرتے ہیں، اور اس بات کی عادت ڈالتے ہیں کہ جب مالک کی آواز سنے فوراً آجائے، اس مجاہدہ سے باز کی فطرت تو نہیں بدلتی لیکن صرف اتنا ہوتا ہے کہ پہلے وہ اپنی رائے سے شکار کرتا تھا اب مالک کا تابعدار بن کر شکار کرتا ہے اور اس مجاہدہ کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر رہتا ہے، اگر باز وہ مشقت نہ اٹھاتا تو کیا اس کی اصلاح ہوتی تھی، اسی طرح نفس ایک وحشی جانور ہے، اپنے مالک خدا سے اس کو الفت نہیں ہے، مالک کے ذکر سے اس کو انسیت نہیں ہے، اس لئے نفس کو اول خلوت اور گوشہ نشینی میں رکھ کر پچھلی عادتیں چھڑاتے ہیں جس سے سمع وبصر کی حفاظت ہوتی ہے، پھر خدا کے ذکر کی تھوڑی تھوڑی عادت ڈالتے ہیں تاکہ اس کو اپنے مالک سے الفت ہوجائے، محبت ہوجائے، پہلے جس طرح دنیا سے انست تھی، دیگر خواہشات سے الفت تھی اسی طرح اب خدا سے انست ہونے لگے گی، اسی کا نام مجاہدہ ہے، بغیر مجاہدہ کے نفس راستہ پر نہیں آتا، اور اس بات کو تمام مذاہب کے لوگ سمجھے ہوئے ہیں، اس لئے نفس کی اصلاح کے لئے بڑے بڑے مجاہدے مقرر کئے ہیں، پیغمبروں نے بھی حسبِ مصلحتِ زمانہ اپنی اپنی امت کیلئے مجاہدہ بتلائے ہیں مگر وہ مجاہدے ہر انسان کے موافق نہیں۔ مثلاً سادھو جو مجاہدے کرتے ہیں دوسرا کوئی نہیں کرسکتا، اور نہ وہ ہر زمانہ کے موافق ہیں۔ اس لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی ایسا مجاہدہ بتلانے والا آئے جو ہر انسان اور ہر زمانہ کے موافق ہو چنانچہ خدا کی شفقت ومہربانی سے آخرِ زمانہ میں اپنے پیارے نبی محمد ﷺ کو بھیج کر

ایسا مجاہدہ بتلایا جو ہر زمانہ اور ہر انسان کے موافق ہے، ایسے آسان مجاہدہ سے جو بھاگے اس سے بڑھ کر کوئی کم نصیب نہیں اور اس کوشش میں رہتے ہیں کہ یہ مجاہدہ گلے نہ پڑے۔

حکایت:- ایک شخص نے سنا تھا کہ اگر رمضان کا چاند دیکھیں تو روزہ فرض ہو جاتا ہے اس لئے اس نے کہا کہ ہم چاند ہی نہیں دیکھتے، پھر روزہ کیوں فرض ہوگا۔ اس لئے جس روز چاندرات تھی گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا، اور کھانا، پینا، پیشاب، پائیخانہ وغیرہ گھر میں اندر ہی کرتا رہا۔ ایک روز اس کی بیوی نے کہا کہ کم بخت یہ کیا آفت ونحوست ہے کہ گھر ہی میں ضرورت سے فارغ ہو رہا ہے، جا باہر نکل، وہ ڈرتے ڈرتے منھ کو ہاتھ سے اور سر کو کپڑے سے ڈھانک کر باہر گیا کہ کہیں چاند نظر نہ آجائے اور روزے گلے پڑتے ہیں، جب جنگل میں پائخانہ سے فارغ ہو کر طہارت کے لئے سر نیچا کر کے تالاب پر آیا اور ڈرتے ڈرتے نیچی نگاہ کر کے آنکھیں کھولا تو پانی میں چاند نظر آ گیا تو اس نے غصہ میں آکر یوں کہا کہ یوں کیوں نظر آتا ہے آنکھوں میں گھس جا پھر خوب روزہ فرض ہوتا ہے۔

جیسے یہ روزہ فرض ہونے سے ڈر رہا تھا، جان بچا رہا تھا، ایسا ہی ہم جان بچا رہے ہیں، اس پر ہم کو ہنسی آتی ہے، اس سے زیادہ ہنسی ہم پر آنی چاہئیے اب تو جناب عقل کا زمانہ ہے۔ عقل کیا اَکَل کا زمانہ ہے، یہ پیٹ بھری چالیں ہیں۔

صاحبو! آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ آج کل اسلام کے احکام مٹانے کے لئے کمیٹیاں ہو رہی ہیں، ایک کمیٹی میں یہ ظالم مشورہ کرتے ہیں کہ اب رمضان کی ضرورت نہیں، وہ لوگ غیر مہذب تھے، ان کو مہذب بننے کے لئے روزہ کی ضرورت تھی، ہم خود مہذب ہیں۔ ہم کو کیا ضرورت ہے۔ کیا خوب، اپنے منھ میاں مٹھو، اور خود کو مہذب سمجھنے لگے، حالانکہ آپ میں درندہ پن موجود ہے، کتا پن موجود ہے اور شیطان مجسم بنے ہوئے ہیں، اور پھر مہذب کے مہذب۔ ان کی عقل پر ایک قصہ یاد آیا سنئیے:-

حکایت:- ایک احمق کے اونٹ پر گونیاں بھری ہوئی تھیں، وہاں ایک عقل مند بھی پیدل چل رہا تھا۔ عقل مند نے پوچھا کہ ان گونیوں میں کیا ہے، احمق نے کہا کہ ایک طرف گیہوں ہے اور دوسری طرف ریتی۔ عقل مند نے پوچھا کہ ریتی کیوں بھرا ہے، تو احمق نے کہا کہ پھر دونوں طرف کا وزن کیسے برابر ہوگا؟ عقل مند نے کہا کہ ریتی نکال دے اور

آدھے گیہوں ایک طرف اور آدھے گیہوں دوسری طرف بھر دے کہ اس سے اونٹ کو آرام ملے گا۔ یہ بات احمق کی سمجھ میں آ گئی اور اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اس نے خوش ہو کر عقل مند سے کہا کہ تم بھی میرے اونٹ پر بیٹھ جاؤ، اور بہت اصرار کر کے عقل مند کو اونٹ پر بٹھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد احمق کو خیال آیا کہ باوجود احمق ہونے کے میں ایک اونٹ کا مالک ہوں تو یہ تو عقل مند ہے اس لئے خدا جانے اس کے پاس کتنے جانور ہوں گے، اس لئے عقل مند سے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنے اونٹ ہیں، عقل مند نے کہا کہ ایک بھی نہیں۔ پھر پوچھا کہ تمہارے پاس کتنی گائیں ہیں، کہا کہ ایک بھی نہیں، پھر پوچھا کہ کتنی بکریاں ہیں' کہا کہ ایک بھی نہیں، پھر اس نے پوچھا کہ آخر کیا ہے، اس نے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ یہ سن کر احمق نے کہا کہ آپ مہربانی کر کے میرے اونٹ سے اتر جائیے، میں آپ کے اس مشورہ سے باز آیا۔ آپ کی عقل نہایت منحوس ہے جو آپ کو افلاس سے نہ نکال سکی، ایسا نہ ہو کہ آپ کے عقل کی نحوست سے میں بھی منحوس ہو جاؤں' آپ جیسے عقل مند سے میں احمق ہزار درجہ اچھا ہوں کہ ایک اونٹ کا تو مالک ہوں، یہ کہہ کر پھر سے ایک میں گیہوں اور ایک میں ریتی بھر لیا۔

اسی طرح صاحبو! وہ کم عقلی جو اللہ تک پہنچائے وہی مبارک ہے آج کل کی عقل سے، ہم سے پہلے کے بھولے بھالے لوگ ہی اچھے تھے کہ جو مقصور تک پہنچ گئے اب بھی بوڑھوں میں جو اہتمام روزوں کا ہے وہ نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں ہے، ایسی عقل آپ کو ایک دن ڈوبا کر چھوڑے گی۔

حکایت:- ایک مرتبہ ایک بنیا مع اہل وعیال کے ایک بنڈی پر سفر کو چلا، راستہ میں ایک ندی ملی، وہ بنڈی کنارہ پر رکوا کر خود پانی کو بانس سے ناپنے لگا تو پانی گھٹنوں برابر تھا تو کہیں کمر برابر، کہیں قد آدم اور کہیں اس سے کم اور کہیں اس سے زیادہ، جھٹ وہ سلیٹ پنسل لے کر حساب لگایا اور پانی کا اوسط نکالا کہ پانی کمر برابر ہے اور اس میں سے بنڈی جا سکتی ہے اور اس نے بنڈی والے سے کہا کہ لے چل، اب جو بیچ میں بنڈی پہنچی اور لگی غوطے کھانے تو یہ سمجھے کہ حساب میں غلطی ہوگئی ہے، جھٹ حساب نکال کر دیکھے تو حساب صحیح تھا تو کہنے لگا کہ لکھا جوں کا توں، پھر کنبہ ڈوبا کیوں۔

ایسا ہی عقل والے کہیں گے کہ مہذب تو جوں کا توں، پھر دوزخ میں ڈوبے کیوں۔

اس لئے صاحبو! اللہ کی اور اس کے رسول کی عقل پر چلو، دوسروں کی عقل پر چل کر خود کو مت ڈبو دو۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ حضرتؐ ایسا مجاہدہ بتلائے جو ہر انسان اور ہر زمانہ کے موافق ہے۔ بطور مثال کے روزہ ہی کو لیجئے:

حکماء	حضرت رسول ﷺ
(۱) برسوں ترک لذات کرتے تھے جس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ضعیف الجسم ہوجاتے تھے اور ان کی نسل منقطع ہوجاتی تھی۔	(۱) ہماری عمر کا بارھواں حصہ یعنی سال میں ایک مہینہ ترکِ لذات کرتے ہیں جس سے نفس کی سرکشی کم ہوگی، مادۂ عصیان مغلوب ہوگا۔ ایسا ہلکا مجاہدہ، پھر نفع میں ان کے مجاہدے سے بڑھا ہوا ہے، سب کام کرتے ہو اور پھر مجاہدہ بھی ہوتا ہے۔ بجز صاحب وحی کے اور کسی کی عقل یہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔
(۲) ان کے پاس شب و روز کا روزہ ہے کہ جس سے ضعیف ہوکر بالکل بیکار ہوجاتے ہیں۔	(۲) صرف دن کا روزہ، کیوں کہ شریعت کا مقصود قوائے شہوانیہ کا ازالہ نہیں بلکہ تعدیل ہے (یعنی شہوت کو بڑھانا ہے نہ کم کرنا ہے)
(۳) رات دن، کھانا پانی چھوڑنے سے نفس عادی ہوکر مشقت باقی نہیں رہتی۔	(۳) کھانا پینا دن کو چھوڑنا ہے اور رات کو کھانے پینے کی اجازت ہے، رات کی لذت یاد رہتی ہے پھر دن کو چھوڑنا نفس کو بار ہوتا ہے، اگر رات کو روزہ اور دن کو کھانا، پینا ہوتا تو مجاہدہ کا فائدہ حاصل نہ ہوتا، رات کو روزہ رہتے تو خبر بھی نہ ہوتی اور نفس پر بار بھی نہ ہوتا۔

پھر اس کے ساتھ نیت کی شرط لگائے، کیونکہ لاپروائی سے کام کریں تو اثر نہ ہوگا۔

نیت یہ ہو کہ کھانا، پانی، جماع، دن کو اس واسطے چھوڑتا ہوں تا کہ نفس کو عبادت اور گناہ چھوڑنے کی عادت ہو، اس نیت سے ایک مہینہ کا مجاہدہ کافی ہے۔

اصل مجاہدہ کم کھانا نہیں ہے بلکہ ترکِ عادت ہے، اس ترک عادت سے کس آسانی سے نفس کی اصلاح فرمادیئے کہ کم کھانے کی ضرورت نہیں، مگر اتنا بھی نہ کھائے کہ :

حکایت :- حکیم صاحب کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میرے پیٹ میں درد ہے تو حکیم صاحب دوا دیے

لگے تو اس نے کہا کہ حکیم صاحب! اگر اتنی دوا کی گنجائش ہوتی تو کیا دو لقمہ اور زائد نہ کھاتا تھا۔ تب حکیم صاحب نے کہا کہ انگلی ڈال کر نکال ڈال۔ تب اس نے کہا کہ حکیم بہت گھی پڑا ہوا، مزہ دار کھانا تھا اس کو کیسا نکالوں۔

غرض اتنا نہ کھائے اور باقی کم بھی نہ کھائے، صرف ترکِ عادت کرانا مقصود ہے اس لئے گزشتہ پیغمبروں کے پاس مغرب کے بعد سوتے ہی روزہ شروع ہوجاتا تھا۔ دن میں لوگ بے ہوش ہو ہو کر گرتے تھے، اسلام میں یہ نہیں ہے

"تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَۃٌ o"

ترجمہ:- سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔

سنو صاحبو! طبیب دوا کھلانے کے بہت پہلے پرہیز شروع کراتے ہیں اور پرہیز کے وقت تو بد پرہیزی کرنے ہی نہیں دیتے، آپ اس حکیم کو بھی دیکھئے کہ شعبان کی (۳۰) تاریخ تک پرہیز نہیں تھا۔ پہلی رمضان سے پرہیز شروع یعنی کھانا، پانی، جماع کا پرہیز پھر پرہیز کے زمانہ میں بد پرہیزی جائز، یعنی دن کو پرہیز اور رات کو بد پرہیزی جائز، یعنی سب کچھ کھاؤ، ایسا علاج بجز خالق کے دوسرا نہیں کرسکتا۔ ایک ہی چیز، اس کی رات کی خاصیت الگ اور دن کی خاصیت الگ، حکیم بے چارہ مظہر نفع وضرر ہے اور اللہ تعالیٰ خالق نفع وضرر، ایک ہی چیز میں رات کو نفع رکھے اور دن میں ضرر۔

سنو صاحبو! تمام گناہوں اور خرابیوں کی جڑ دو (۲) چیزیں ہیں۔ (۱) لذت کی وجہ سے (جس کو شہوت کہتے ہیں)۔ (۲) کبر وغضب کی وجہ سے۔

شریعت کے کُل احکام میں ان ہی دونوں کا علاج کیا گیا ہے، خاص کر رمضان میں لذت کا علاج روزہ سے ترکِ لذات کرا کے کیا۔

دوسری چیز کبر وغضب ہے، یہ ایسی بری چیز ہے کہ اس کا اثر دوسروں تک پہونچتا ہے اس کے علاج کے لئے حکماء اور سادھو، جوگی وغیرہ ایسے طریقے ایجاد کیئے کہ جس سے لوگ ان کو ذلیل سمجھیں۔

اسلام نے سکھلایا کہ انسان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ نفس کو ذلیل کیا جائے، نفس کو ذلیل ہونا تو چاہئے مگر مخلوق کے سامنے نہیں، خالق کے سامنے۔

صاحبو! انصاف کرو، اور لوگ بھی علاج کررہے ہیں کبر وغضب کا اور خدا کے رسول بھی علاج کررہے ہیں، دوا وہی

تذلّل ہے، مگر اناڑیوں نے اس کو کیا بے موقع برتا کہ مخلوق سے ذلیل کروایا، اور خدا کے رسول نے اسی تذلّل کی دوا کو موقع پر برتا کہ خدا کے سامنے تذلّل کر دیا، اور تذلّل للخالق کے لئے نماز سکھلایا، سر جو اشرف الاعضاء ہے اس کو زمین پر رکھایا، اس سے اپنا عجز پیشِ نظر ہو رہا ہے۔ ہائے انسان تیری یہ حقیقت ہے۔ غرض اس سے خدا کی عظمت پیش نظر ہو جاتی ہے اگر ہاتھی کے سامنے دو چیونٹیاں ہوں تو ہاتھی کی عظمت کے سامنے ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کو نظر بھی نہیں آتی، ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کے ساتھ کیا تکبر کرے گی، ایسا ہی خدا کی عظمت اگر آپ کے پیش نظر ہو تو آپ میں تکبر تو کیا تواضع پیدا ہوگا۔

غرض رمضان میں دن کو ترک لذات کرا کے لذت وشہوت کا علاج کئے، اب رات خالی تھی اس کو تذلّل میں لگا دیئے۔ اس واسطے تراویح کی نماز بڑھا دئے، اگر ایک ماہ اس طرح گزرے تو آپ کے نفس کی پوری پوری اصلاح ہو جاتی ہے۔

- **نماز تراویح میں ۲۰ رکعت مقرر کرنے کی وجہ :**

اب رہا یہ کہ تراویح کے بیس ۲۰ رکعت کیوں مقرر ہوئے سنئے: اس کی مصلحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے پانچ وقت کی نمازوں کو بڑا دخل واثر ہے۔ پانچ وقت کے فرائض سترہ رکعت اور واجب الوتر تین رکعت اس طرح مجموعہ بیس (۲۰) رکعت ہوا، اس لئے تراویح میں یہ بیس (۲۰) رکعت مقرر کئے ہیں۔

دوستو ! نماز کو نماز کی طرح پڑھو، قیام، رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرو یعنی تعدیل ارکان سے نماز پڑھو۔

غرض صاحبو! آج رات تراویح کیسی اچھی ہوئی، رکوع اور سجدہ وغیرہ بھی نہایت اطمینان سے ہوا۔ قرآن شریف بھی کھلا کھلا صاف پڑھا گیا، اس میں شائد دس پانچ منٹ وقت سے زائد ہو گئے ہوں گے۔ الحمدللہ سب نمازی خوش تھے۔ فرض کیجئے کہ اگر کچھ تکلیف بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، کیوں کہ فرشتہ بنانے کے لئے آپ کو یہ سوئیاں چبھائی جارہی ہیں، آپ فرشتہ کیسے نہ بنیں گے کہ قرآن شریف ہے ہی اسی واسطے، اور پھر وہ بھی تراویح میں کہ جس کے بہت سے فضائل میں آپ سے عرض کیا، اس کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ تراویح میں بیس رکعت رکھے گئے ہیں ''جو پانچ وقت کے فرض نمازوں اور واجب الوتر کا مجموعہ ہے'' تا کہ خدائے تعالیٰ اس تراویح کی وجہ سے ہم سے راضی ہوں، یہ اس وقت ہے کہ اطمینان سے نماز وقرآن ہو۔

تراویح ہو یا پنج وقتہ نماز، صاحبو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے جیسی صورت اپنی نماز کی بناؤ، گو باطن میں حضرت کے نماز کی جو کیفیت تھی وہ ہم میں کہاں، صرف صورت ہی ویسی بنائے۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صورت بناؤ گو اس میں معنی، حضور قلب کے نہ رہیں، جس دن معنی کی خریداری ہوگی، یہ تمہاری صورتیں بھی معنی کے بھاؤ میں بکیں گی۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ امراء کے دربار میں مٹی کے مصنوعی آم، مصنوعی خربوزہ، پستہ، بادام وغیرہ بڑی قدر و قیمت کے ساتھ خریدے جاتے ہیں، وہ بڑا کامل ہے کہ نقل کو اصل سے ملا دیا۔ کیا عجب ہے کہ تمہاری نماز کے ساتھ بھی خدا کے پاس یہی معاملہ ہو کہ اپنے نماز کی صورت رسولؐ اللہ کے نماز کی جیسی اتارا اگر چہ کہ رسولؐ اللہ کی نماز اصلی آم ہے اور ہماری نماز مٹی کے بنے ہوئے آم، لیکن اسی صورت پر لانے کی وجہ سے قدر ہوگی، اس لئے ذرا ڈھنگ کی نماز پڑھا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ دھڑا دھڑ نماز ہوئی اور پھر گھنٹوں وظیفہ۔ صاحبو! یہ وظیفہ نہ ہوتا تھا مگر نماز تو اچھی ہوتا تھا۔

غرض نماز مجاہدہ ہے اور بڑی مشقت کی چیز ہے، اگر حکم ہوتا کہ صرف سر جھکا کر کھڑے رہو، اس سے بڑی تکلیف ہوتی، اس مجاہدہ کو آسان کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں کہ ہم سے باتیں کرو یعنی قرأت پڑھو تا کہ ان باتوں کے مزہ میں مشقت معلوم نہ ہو۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان ایک نور ہے، جس قدر دل کا روزن وسیع ہوتا ہے، اسی قدر نورِ ایمان دل میں زیادہ آتا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو قرآن کی برکت سے دل کا روزن بہت کشادہ ہوتا ہے، اس لئے نور ایمان بھی بہت دل میں آتا ہے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہو جاتے ہیں۔

حدیث شریف:- جب رات کو نماز میں قرآن آواز سے پڑھا جاتا ہے تو فرشتے قرآن کی آواز سن کر اس کے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہیں۔

اسی طرح جنات مسلمان جو اس جگہ رہتے ہیں، سب نماز میں شریک ہو کر قرآن سنتے ہیں۔ سنو صاحبو! باہر سے جو چیز اندر آتی ہے وہ باعث ہے ملکی صفات (فرشتوں کی صفات) کو گھٹانے کا۔ مثلاً باہر سے کھانا، پانی اندر آتا ہے اس لئے وہ انسان کو جانور سے ملانے والا ہے۔ اس کے واسطے روزہ مقرر کیا گیا۔

دل میں کیسی ہی اچھی صورت کا خیال کرو، وہ دل کو پریشان نہیں کرتی بلکہ یہ سب آفتیں لگائی ہوئی باہر کی ہیں کہ جو چیزیں آنکھ، کان وغیرہ سے اندر آتے ہیں وہ پریشان کرتی ہیں، اس لئے حکماء خلوت تجویز کئے ہیں، اگر باہر کی چیز اندر نہ آئے گی تو اندر کی چیز رفتہ رفتہ باہر نکل جائے گی۔ ٹھیرے ہوئے پانی میں صورت نظر آتی ہے۔اسی طرح خلوت سے خدا کی معرفت پیدا ہوگی، دل پاک ہوگا۔

حکایت:- اسی لئے افلاطون ایک پہاڑ پر رہتا تھا ایک مصوّر نوکر رکھا تھا۔اگر کوئی شخص ملنے آتا تو پہلے اس کی تصویر منگوا کر اس کی صورت سے اس کے اخلاق کا اندازہ کرتا۔اگر وہ آنے والا ملنے کے قابل ہوتا تو ملتا، ورنہ جواب دے دیتا۔ایک مرتبہ ایک شخص آیا تو حسب عادت اس نے مصوّر کو اس کی تصویر پیش کرنے کا حکم دیا، جب اس کی تصویر دیکھا تو کہا کہ یہ شخص ملنے کے قابل نہیں ہے کیونکہ یہ شخص زانی ہے، آنے والا کہلا بھیجا کہ آپ کی رائے صحیح ہے، میری فطرت میں زنا کی خواہش ہے لیکن میں نے خواہش نفس کو اس قدر روک رکھا ہے کہ اب تک زنا کا مرتکب نہیں ہوا ہوں یہ علمِ فراست ہے۔

حکایت:- یہ علم حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بھی تھا۔ایک مرتبہ سفر میں سرِ راہ امام کو ایک شخص ملا اور بہت ادب سے سلام کیا اور ہاتھ چوم کر عرض کیا کہ آپ چند روز غریب خانہ پر ٹھیریں، آپ اس کا سراپہ دیکھے تو علم فراست سے وہ شخص ملنے کے قابل نہیں تھا مگر اہلِ بیت کے اخلاق، کیوں نہ ہوں وہ رسولؐ اللہ کے جزء ہیں، وہی اخلاق ان میں بھی تھے آپ منظور کر لئے مگر اس شخص کی ظاہری خاطر و مدارات سے آپ کو تعجب ہو رہا تھا کہ علم فراست کیوں غلط ہو رہا ہے۔غرض اس کے مکان پر آپ تشریف لے گئے، وہ حضرت امام کی بڑی خاطر کیا، دو تین دن کے بعد جب آپ جانے لگے تو ایک کاغذ حساب کا پیش کیا کہ آپ کی مہمانی میں اتنا خرچ ہوا شرعاً آپ کو دینا واجب نہیں تھا مگر امام کے اخلاق کہ آپ نے نہ دینا گوارا نہ فرمایا لیکن اس وقت رقم آپ کے پاس نہ تھی، آپ نے حساب کیا تو گھوڑا مع سامان اس کے برابر نکلا۔اس لئے آپ گھوڑا دے کر چلے آئے، افسوس اہلِ بیت کے ساتھ یہ حرکت، ظالم یزید کی طرح تھا۔

غرض افلاطون چھان بین کے بعد ایک آدھ سے ملتا، اس کا فائدہ یہ تھا کہ قوتِ متخیلہ کامل ہو جاتی تھی اور اس سے

مسمریزم جیسے کام لیتے تھے۔

حکایت :- ایک بادشاہ افلاطون کے پاس آیا اور کہا کہ آپ اس طرح سب سے علحدہ رہتے ہیں، آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی، آپ ہمارے یہاں چلیئے ہم آپ کو خلوت کے لئے عمدہ انتظام کردیں گے، افلاطون نے معذرت کر کے انکار کردیا۔ لیکن بادشاہ نے اصرار کیا، تب افلاطون نے کہا کہ اچھا پہلے آپ کی دعوت ہے، یہ سن کر بادشاہ اپنے دل میں کہا کہ اس کے دماغ میں خلل ہوگیا ہے کہ یہ ہماری دعوت کریں گے، بڑے افلاطون بنے ہیں خیر قبول کیا اس کے بعد کہا کہ مع آپ کے لشکر کے آپ کی دعوت ہے، بادشاہ کو بڑا ہی تعجب ہوا۔ اب تو یقین ہوگیا کہ یہ مجنون ہے، خیر منظور کر لیا۔ بادشاہ نے پوچھا کے کس دن، افلاطون نے جواب دیا کہ فلا دن، جب اس دن بادشاہ مع اپنے لشکر اس پہاڑ کی طرف چلا تو دیکھا کہ کئی میل تک بڑے سامان ہیں، نقیب، چوبدار سب ہی کچھ ہے، خیر وہاں پہنچا تو وہاں ایسا سامان دیکھا کہ جن کو بادشاہ ہوکر بھی اس سے پہلے دیکھا نہ تھا۔ خدّام نہایت اکرام سے بادشاہ کو مع لشکر کے لے گئے اور کھانا کھلایا، اس کے بعد ہر شخص کو ایک ایک کمرہ اس کے مرتبہ کے موافق اور ایک ایک عورت شب باشی کے لئے سب کو دی گئی۔ بادشاہ کو یہ سب دیکھ کر تعجب بڑھتا گیا صبح کو جو آنکھ کھلی تو نہ کمرہ ہے نہ وہ عورت ہے بلکہ سب کے پاس بغل میں بجائے عورت کے گھاس کا پولا ہے اور بھوک کے مارے اٹھا نہیں جاتا تھا۔

یہ کیا تھا، افلاطون نے خیال کرلیا تھا کہ ان کے دماغ میں یہ صورتیں سماجاویں اس لئے وہ سما گئیں، اور واقعہ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ لاکھوں آدمیوں کے دماغ میں ایک دم اتنا بڑا تصرف کردیا اس گوشہ نشینی سے حکماء کو یہ فائدہ حاصل ہوتا تھا۔

اسلام اس کو فضول سمجھتا ہے اس سے عُجب الگ پیدا ہوتا تھا کہ سب تو ان کو عظیم سمجھیں اور یہ سب کو حقیر جانیں کہ جس سے تعلیم و تعلم کا نفع بند ہوجاتا تھا جس کی وجہہ سے اکثر جہالت کے کام کرتے تھے۔ اس پر ایک قصہ یاد آیا:-

حکایت:- ایک شخص کا لڑکا تھا، اس نے اس کو بہت تعلیم دی، لیکن وہ کچھ نہ سیکھا، اس لئے باپ نے اس کو نکال دیا، وہ لڑکا پھرتے پھرتے ایک شہر میں پہنچ کر سواروں میں نوکر ہوگیا اور ترقی کرتے کرتے افسر ہوگیا لیکن ایک زمانہ کے بعد نوکری گئی اور مفلس ہوگیا۔ شہر شہر پھرتے پھرتے ایک جنگل میں پہنچا۔ اس نے ایک دن دیکھا کہ اس شہر کے لوگ

دوڑتے ہوئے جنگل کو جارہے ہیں، یہ خود بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔

جنگل میں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں غار میں ایک بزرگ رہتے ہیں جو سال میں ایک بار نکلتے ہیں، اس لئے ان کو دیکھنے کے لئے لوگ منزلوں سے آتے ہیں، اتنے میں وہ حضرت برآمد ہوئے، دُور سے سب زیارت کئے۔ پھر حضرت غار میں چلے گئے اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے، جس کو باپ نے گھر سے نکال دیا تھا اس کا تو کوئی گھر ہی نہیں تھا، دل میں آیا کہ ان بزرگ سے کچھ خدا کا راستہ سیکھنا چاہیئے۔ اندر جا کر قدموں پر گرا، اور عاجزی کیا، حضرت راضی ہو کر رکھ لئے، نزدیک سے حضرت کو دیکھا کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ہے اور ایک آنکھ پر موم کی ٹکیہ اور ناک میں بتّی ہے، اس نے سونچا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے، ڈرتے ڈرتے حضرت سے پوچھا کہ اجی حضرت یہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کی نعمت کا اسراف نہیں ہونا چاہیئے، ایک آنکھ سے دیکھ سکتا ہوں، اس لئے دوسری آنکھ پر موم کی پٹی لگا دیا ہوں، اور نفس کا خلاف کرنا چاہیئے اور نفس چاہتا ہے خوشبو، اس لئے اس کا خلاف کرنے کے لئے گوہ کی بتّی بنا کر ناک میں دیا ہوں، اس لڑکے نے کہا کہ حضرت نجاست سے نماز کیسے ہوتی، موم کی پٹی سے جگہ خشک رہتی ہے، اسی لئے غسل و وضو کیسے ہوتا۔ ہائے یہ کیا کئے حضرت وہ منصف مزاج تھے مان گئے، سب نکال کر پھینک دیئے اور غسل و وضو کر کے نماز پڑھے اور اس میں بڑا مزہ آیا، تب ان حضرت نے کہا بابا! ہم باطن کا راستہ تم کو بتلاتے ہیں تم شہر میں جا کر شریعت کے احکام سیکھو، اور ہم کو سکھایا کرو۔ غرض گوشہ نشینی میں اس قسم کا نقصان ہے۔

ایسا ہی اختلاط میں بھی نقصان ہے، شریعت نے سونچا کہ انسان وحشی نہیں ہے مدنی الطبع ہے، شریعت وحشی بنانا نہیں چاہتی ہے، اکثر عبادتوں میں اجتماع کی ضرورت پڑتی ہے جیسے جمعہ، جماعت وغیرہ اور عام طور پر ہر شخص سے ملنے میں نقصان ہوتا ہے، اس لئے ہر چیز میں وسط اچھا ہے، بہت ذہین ہونا بھی برا ہے۔

حکایت :- ایک شخص کے صاجزادہ طلب علم کے لئے گئے اور منطق پڑھ کر کامل ہو کر گھر واپس آئے کاملوں کی صحبت نہیں ملی تو چھچھوراپن رہتا ہے، ان کو والدہ نے تیل لانے کے لئے تیلی کے پاس بھیجا، انھوں نے وہاں پر دیکھا کہ گھانہ میں بیل چل رہا ہے اور بیل کے گلے میں گھنٹی بندھی ہوئی ہے۔ انھوں نے پوچھا میاں تیلی، بیل کے گلے میں

گھنٹی باندھنے میں کیا حکمت ہے، اس نے کہا ہم غریب لوگ ہیں، ہمارے ذمہ اور بھی بہت سے کام ہیں، آدمی رکھ نہیں سکتے۔ ایک دفعہ بیل کو ہانک دیتے ہیں، بیل چلتا رہتا ہے اور گھنٹی کی آواز سے ہم سمجھتے رہتے ہیں کہ بیل چل رہا ہے اور جب گھنٹی کی آواز رک جاتی ہے تو آ کر پھر ہانک دیتے ہیں، یہ سن کر کہنے لگے کہ گھنٹی کی آواز سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ بیل چل رہا ہو۔ ممکن ہے کہ بیل کھڑا ہوا گردن ہلا رہا ہو۔ اس لئے گھنٹی کی آواز آتی رہتی ہے۔ تیلی نے کہا میاں! آپ یہاں سے کہیں اور جگہ تشریف لے جایئے، ہم آپ کے ہاتھ تیل بھی نہیں بیچتے۔ آپ اس بیل کو بھی اپنی طرح منطقی بنادیں گے، پھر وہ بیل بھی نہ رہے گا۔ تیلی کے مکان سے گھر آئے، باپ غریب آدمی تھے، صاجزادے بہت دور سے آئے ہیں، سونچا کہ کچھ تکلّف کریں، اس لئے دو انڈے پکوائے، جب کھانا کھانے بیٹھے تو دسترخوان پر تین شخص بیٹھے ایک باپ اور ایک منطقی صاجزدہ اور تیسرا چھوٹا بھائی۔ منطق کے جوش میں باپ سے کہا کہ میں نے ایسا علم پڑھا ہے کہ دوانڈوں کو تین بنا سکتا ہوں، باپ کو تعجب ہوا کہنے لگے کہ بیٹا کیسے؟ بناؤ دیکھیں گے، کہنے لگے یہ ایک انڈا، یہ ایک انڈا، دونوں کا مجموعہ تیسرا انڈا۔ باپ نے سونچا کہ اس خبط کا علاج کرنا چاہیئے۔ اس لئے ایک انڈا آپ لے لئے اور ایک انڈا چھوٹے بیٹے کو دیئے اور کہا کہ وہ تیسرا انڈا تم کھالو۔ اب تو میاں کی آنکھ کھلی۔ نہ تو ایسی تیزی ہو نہ ایسی حماقت۔

حکایت :- ایک بھولے آدمی تھے، ان سے پوچھا گیا کہ تمہاری بیوی عورت ہے یا مرد، کہنے لگے بظاہر عورت معلوم ہوتی ہے، کہا کیسے معلوم ہوا۔ کہنے لگے کہ وہ نتھ پہنے ہوئے ہے اگر نتھ نہ پہنے ہوئے ہوتی تو اس کو مرد سمجھتے یا یہ نتھ پہن لیتے تو خود کو عورت سمجھتے۔

غرض نہ ایسے بھولے ہوں، نہ ویسے تیز ذہن بلکہ بیچ کا درجہ ہو۔ اس کو حکمت کہتے ہیں، ایسا ہی شریعت نے ہر چیز میں بیچ کا حکم دیا ہے۔ غرض بری صحبت سے گوشہ نشینی ہو اور اچھی صحبت سے اختلاط رہے، اچھی صحبت کا فائدہ یہ ہے کہ کچرا گیہوں کے مول بکتا ہے، علحدہ کوئی نہیں پوچھتا۔

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است
بہتر ازصد سالہ زہد و طاعت است

ترجمہ:- نیکیوں کی ایک گھڑی کی صحبت سو(۱۰۰) سالہ زہد و طاعت سے بہتر ہے۔

یہ تو ہمیشہ کیلئے ہوا، اور سال میں دس (۱۰) دن، بیس (۲۰) رمضان سے چاندرات تک خلوت یعنی اعتکاف ہو، یعنی کچھ ملنا اور کچھ نہ ملنا۔ اتنا ہی فرماتا تو اس کچھ میں جھگڑا پڑتا کہ ''کچھ'' کیا۔

حکایت:- ایک شخص کہیں مہمان گیا تو میزبان نے فرمائش کی کہ یہاں کے لوگ بہت جھگڑالو ہیں کسی سے معاملہ نہ کرنا، اتفاقاً وہ مہمان بازار گئے اور چمار سے کہا کہ ہماری جوتی کو ٹانکہ دے دو، ہم کچھ دے دیں گے، وہ ٹانکہ دے دیا۔ یہ ایک پیسہ دینے لگے، چمار نے کہا کہ میں پیسہ نہیں لوں گا کچھ لوں گا۔ تم نے کچھ دینے کو کہا تھا کچھ لاؤ۔ شوروغل ہوا۔ شور سن کر میزبان پہنچے اور کہنے لگے کہ میں نے تو آپ کو پہلے ہی منع کر دیا تھا اور چمار سے کہا کہ چل میں کچھ دیتا ہوں اور تھوڑی سی کانچ پیس کر دہی میں ڈال کر چمار کو دیئے اور کہا کہ اسے انگلی سے گھول اتنی دیر میں میں تجھ کو کچھ دونگا اس نے گھولنا شروع کیا اور کانچ اس کی انگلی کو چبھنے لگی تو اس نے کہا کہ اس میں تو کچھ چبھتا ہے انھوں نے کہا کہ وہی کچھ تم لے جاؤ۔ یہی تم سے طے ہوا تھا اور مہمان سے کہا دیکھا یہاں کے لوگوں کے فساد سے بچنا بڑے دانائی کا کام ہے۔

شریعت نے ایسا کچھ بول کر نہیں چھوڑ دیا بلکہ صاف صاف بتلا دیا کہ آبادی میں مسجد میں اعتکاف ہونا چاہیئے تاکہ نفس کو مشق ہو، خلوت درانجمن کی، اور اعتکاف کا ثواب دو (۲) حج اور دو عمرہ کے برابر ہے، سب احکام صاف صاف بتلا دیئے۔ ''وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ ۝'' (پ۲۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ:- اور ان (بیویوں) سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف والے ہو مسجدوں میں۔

روزہ میں رات کو کھانا، پینا، جماع، جائز مگر اعتکاف میں جماع جائز نہیں ہے۔

رمضان میں مجاہدہ کی تکمیل کردی گئی اس کی تفصیل:-

غرض صاحبو! رمضان میں مجاہدے کرائے جاتے ہیں تاکہ آپ کو جنت کے اعلیٰ مقام دیئے جائیں، اب اس کی مزید تفصیل سنیئے: ارشاد ہورہا ہے ''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ'' (پ۲۱۔ رکوع ۷۔ سورہ عنکبوت)

ترجمہ:- اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب وثواب یعنی جنت) کے راستے

ضرور دکھادیں گے۔

صاحبو! اس آیت میں رمضان کے زمانے کی عبادت کی روح مذکور ہے اگر چہ کہ اس آیت میں بالذات رمضان کا ذکر مذکور نہیں ہے، اور صورت بھی تبعاً بیان ہو جائے گی، اگر صورت کا بیان نہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ مقصود تو روح ہوا کرتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صورت بے کار ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ روح کا اہتمام صورت سے زیادہ ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ سب جانتے ہے کہ انسان میں بھی اصل چیز روح ہے مگر اس کے باوجود جسم کو کوئی بھی بے کار نہیں سمجھتا۔ غرض اس آیت کو عباداتِ رمضان سے دو تعلق ہیں، ایک تو عام تعلق ہے جو اس وجہ سے ہے کہ یہ عبادات بھی احکام دین سے ہیں اور سارے دین کا خلاصہ مجاہدہ ہے، دوسرا تعلق خاص ہے۔ وہ یہ کہ ان عبادات میں بہ نسبت دوسرے احکام کے مشقت زیادہ ہے تو مجاہدہ کو ان سے زیادہ خصوصیت ہے۔

غرض رمضان میں مجاہدہ کی تکمیل کردی گئی ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ مجاہدہ میں دو قسم کے کام ہوتے ہیں۔ ایک تو ترک ہیں یعنی بعض کام چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور (۲) دوسرے بعض اعمال ایسے ہیں جو کرنے کے قابل ہیں، معاصی تو سب کے سب ترک میں آتے ہیں اور طاعات میں وہ اعمال آتے ہیں کہ جن کو کرنا پڑتا ہے۔

غرض تصوف نام ہے مجاہدہ بطریق اسلام کا کہ جس کا ثمرہ رضا و قرب حق ہے اس آیت میں وعدہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مجاہدہ کی حقیقت ارتکاب (۱) طاعات اور (۲) اجتناب معاصی ہے، چنانچہ صوفیہ فرماتے ہیں کہ مجاہدہ کے چار رکن ہیں۔

(۱) تقلیل طعام (کم کھانا) (۲) تقلیلِ منام (کم سونا) (۳) تقلیلِ کلام (بے کار گفتگو نہ کرنا) (۴) تقلیل اختلاط مع الانام (جہلاً سے کم ملنا)۔ غرض حق تعالیٰ نے عباداتِ رمضان میں آپ کو ان چاروں مجاہدوں کی روح سے کامیاب فرمانا چاہا ہے۔ چنانچہ رمضان کی ایک عبادت روزہ ہے جس کی حقیقت ہے، ترکِ طعام، ترکِ شراب وغیرہ۔

● تقلیل طعام:- غرض روزہ کی روح تقلیل طعام ہے، اب سمجھو کہ قلت طعام کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کھانا کھاؤ مگر کم کھاؤ۔ مثلاً کسی کی غذا آدھ سیر ہے تو وہ پاؤ سیر کھائے چنانچہ بعض صوفیہ سے ایسا ہی مذکور ہے، اس لئے بعض

حضرات فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں افطار و سحر کے وقت پیٹ بھر کے کھانا کھاتا ہے، اس نے حقیقت صوم وروح کو باطل کر دیا لیکن شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ شارع علیہ السلام نے تقلیل طعام کو تجویز کیا ہی نہیں، بلکہ شارع علیہ السلام نے کھانے کے اوقات کو بدل کر ان میں فصل زیادہ تجویز کیا اور اس فصل اور تبدیلی اوقات سے جو تکلیف نفس کو ہوتی ہے اس کو شریعت کے تقلیلِ طعام کے قائم مقام سمجھا ہے، اور یہ دوسری صورت ہے تقلیل طعام کی۔ پس کم کھانا اور بھوکا رہنا یہ شرعی مجاہدہ نہیں ہے اس لئے رمضان میں پیٹ بھر کر کھانا روح صوم کو مضر نہیں ہے۔ پس تقلیل طعام جو مجاہدہ کے ارکان اربعہ میں سے ایک رکن ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ سالک روزے زیادہ رکھا کرے یہ معنی نہیں کہ روزہ رکھ کر، یا بغیر روزہ ہی کے بھوکا رہا کرے پس جو شخص روزہ رکھ کر افطار اور سحر میں تقلیل طعام کر کے بھوکا رہے گا تو وہ ملائکہ کے مشابہ نہ ہوگا کیونکہ ملائکہ کو بھوک کی تکلیف نہیں ہوتی لیکن اس کو افطار اور سحر میں کم کھانے کی وجہ سے بھوک ستائے گی، اس لئے وہ فرشتوں کے زیادہ مشابہ نہ ہوگا۔ اس لئے سحر و افطار میں اعتدال کے ساتھ کھنا چاہیے، اس صورت مجاہدہ میں دوام ہے، کیونکہ جو شخص روزہ رکھ کر اچھی طرح کھائے پئے گا وہ تقلیل غذا کا عادی نہ ہوگا اور جو بھوکا رہ کر تقلیل طعام کرے وہ اس کا عادی ہو جائے گا پھر وہ زیادہ کھانا چاہے بھی تو نہ کھا سکے گا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پے در پے روزہ رہنے سے منع فرمایا ہے، رمضان میں افطار و سحر کے وقت پیٹ بھر کر کھانے میں ایک راز یہ بھی ہے کہ بھوک کے بعد سیر ہو کر کھانے والا صابر بھی ہے اور شاکر بھی، اور جو شخص بھوکا رہتا ہے وہ صرف صابر ہے شاکر نہیں ہے، اس میں ایک راز اور ہے وہ یہ کہ اچھی طرح کھانے والا، اور عمدہ غذائیں کھانے والا نعمت الٰہی کا مشاہدہ کرنے والا ہے جس سے حق تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ نصف سلوک ہے اسی وجہ سے ممنوعات روزہ میں شارع نے کہیں بھی شبع یعنی پیٹ بھر کھانے کا ذکر نہیں فرمایا ہے جیسا کہ جھوٹ وغیرہ مذکور ہوا ہے اگر چہ کہ جھوٹ مفسد روزہ نہیں ہے مگر چونکہ یہ روح صوم کو مضر ہے اس لئے شارع نے منع فرمایا اور چونکہ شبع روح صوم کو مضر نہیں ہے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں فصل اور تبدیل اوقات مقرر فرمایا جس سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ تجربہ ہے کہ چاہے آپ کتنا ہی کھالیں مگر روزہ کی وجہ سے ضعف ضرور ہوتا ہے خصوصاً رمضان کے آخیر میں

حضرات فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں افطار وسحر کے وقت پیٹ بھر کے کھانا کھاتا ہے، اس نے حقیقتِ صوم وروح کو باطل کر دیا لیکن شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ شارع علیہ السلام نے تقلیل طعام کو تجویز کیا ہی نہیں، بلکہ شارع علیہ السلام نے کھانے کے اوقات کو بدل کر ان میں فصل زیادہ تجویز کیا اور اس فصل اور تبدیلی اوقات سے جو تکلیف نفس کو ہوتی ہے اس کو شریعت کے تقلیلِ طعام کے قائم مقام سمجھا ہے، اور یہ دوسری صورت ہے تقلیلِ طعام کی۔ پس کم کھانا اور بھوکا رہنا یہ شرعی مجاہدہ نہیں ہے اس لئے رمضان میں پیٹ بھر کر کھانا روح صوم کو مضر نہیں ہے۔ پس تقلیل طعام جو مجاہدہ کے ارکان اربعہ میں سے ایک رکن ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ سالک روزے زیادہ رکھا کرے یہ معنی نہیں کہ روزہ رکھ کر، یا بغیر روزہ ہی کے بھوکا رہا کرے پس جو شخص روزہ رکھ کر افطار اور سحر میں تقلیل طعام کر کے بھوکا رہے گا تو وہ ملائکہ کے مشابہ نہ ہوگا کیونکہ ملائکہ کو بھوک کی تکلیف نہیں ہوتی لیکن اس کو افطار اور سحر میں کم کھانے کی وجہ سے بھوک ستائے گی، اس لئے وہ فرشتوں کے زیادہ مشابہ نہ ہوگا۔ اس لئے سحر وافطار میں اعتدال کے ساتھ کھنا چاہئے، اس صورت مجاہدہ میں دوام ہے، کیونکہ جو شخص روزہ رکھ کر اچھی طرح کھائے پئے گا وہ تقلیل غذا کا عادی نہ ہوگا اور جو بھوکا رہ کر تقلیل طعام کرے وہ اس کا عادی ہو جائے گا پھر وہ زیادہ کھانا چاہے بھی تو نہ کھا سکے گا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پے در پے روزہ رہنے سے منع فرمایا ہے، رمضان میں افطار وسحر کے وقت پیٹ بھر کر کھانے میں ایک راز یہ بھی ہے کہ بھوک کے بعد سیر ہو کر کھانے والا صابر بھی ہے اور شاکر بھی، اور جو شخص بھوکا رہتا ہے وہ صرف صابر ہے شاکر نہیں ہے، اس میں ایک راز اور ہے وہ یہ کہ اچھی طرح کھانے والا، اور عمدہ غذائیں کھانے والا نعمت الٰہی کا مشاہدہ کرنے والا ہے جس سے حق تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ نصف سلوک ہے اسی وجہ سے ممنوعات روزہ میں شارع نے کہیں بھی شبع یعنی پیٹ بھر کھانے کا ذکر نہیں فرمایا ہے جیسا کہ جھوٹ وغیرہ مذکور ہوا ہے اگر چہ کہ جھوٹ مفسد روزہ نہیں ہے مگر چونکہ یہ روح صوم کو مضر ہے اس لئے شارع نے منع فرمایا اور چونکہ شبع روح صوم کو مضر نہیں ہے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

غرض رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے کھانے میں فصل اور تبدیل اوقات مقرر فرمایا جس سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ تجربہ ہے کہ چاہے آپ کتنا ہی کھالیں مگر روزہ کی وجہ سے ضُعف ضرور ہوتا ہے خصوصاً رمضان کے آخیر میں

ہر شخص کے چہرہ سے ضعف کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔غرض جو لوگ سحری میں اچھی طرح کھانے والے ہیں رمضان کا ان پر بھی اثر ہوتا ہے۔

غرض تقلیل طعام کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں روزہ ان تمام صورتوں میں افضل ہے اس کے برخلاف جو طریقہ مجاہدۂ تقلیل طعام کا مرتاضین (ریاضت کرنے والے) میں مستعمل ہے کہ کوئی ایک وقت کھانا کھاتا ہے تو کوئی دو وقت کا کھاتا ہے تو غذا میں بہت کمی کردیتا ہے اس طریقہ سے عجب و ناز پیدا ہوتا ہے۔

صاحبو! جب کسی عبادت کے دو طریقے ہوں جن میں ایک طریقہ میں عجب کا گمان ہو اور دوسرے میں نہ ہو تو دوسرا طریقہ افضل ہوگا۔اس لئے دوسرا طریقہ تقلیل طعام کا اسی کو شریعت نے مقرر کیا کہ روزہ میں صرف کھانے کے اوقات کو بدل دو، غذا میں کمی نہ کرو، اس میں عجب تو کیا پیدا ہوتا بلکہ اس کے مقابل تواضع پیدا ہوجاتی ہے، کیونکہ افطار کے وقت روزہ دار ٹھنڈے پانی اور مختلف قسم کے کھانوں پر گرتا ہے۔رمضان میں اکثر گھروں میں اور دنوں کے بہ نسبت زیادہ کھانے پکتے ہیں، اس لئے وہ اپنے کو بہت ہی شرمندہ پائے گا کہ میں آج کتنا کھا گیا، لوگ کیا کہتے ہوں گے اور پھر مزہ یہ کہ اس کے ساتھ مجاہدہ بھی حاصل ہوگیا۔

تقلیل منام (کم سونا):- رمضان میں ایک عبادت ایسی ہے کہ جس کے ادا کرنے کے لئے تقلیل منام لازمی ہے، اور وہ ہے تراویح، جس کا نام قیام رمضان ہے۔چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے ''اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ لَکُمْ صِیَامَہٗ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہٗ''

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے کو فرض کیا ہے اور میں نے تراویح مسنون قرار دی ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مراد قِیَامَہٗ سے تراویح ہے، رہا عدد تو اس کے لئے ہم کو اتنا کافی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں (۲۰) بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر جماعت کے ساتھ پڑھے جاتے تھے، یہ روایت موطا امام مالک میں ہے اور امت نے اس پر متواتر عمل کیا ہے۔

جس طرح صوم کو تقلیل طعام میں دخل ہے اسی طرح تراویح کو تقلیل منام میں دخل ہے اور جیسا روزہ میں

تبدیل عادت کی وجہ سے مجاہدہ کی شان آتی ہے، اسی طرح یہاں بھی شریعت نے محض تبدیل عادت سے مجاہدہ کا کام لیا ہے کیونکہ عام عادت یہی ہے کہ اکثر لوگ عشاء کے بعد فوراً سو رہتے ہیں تو نیند کے وقت، تراویح کا حکم کر کے، عادت کو بدل دیا جس سے نفس پر گرانی ہوتی ہے جو کہ مجاہدہ ہے، پھر قاعدہ ہے کہ نیند کا وقت نکل جانے کے بعد پھر دیر میں نیند آتی ہے، اس طرح بھی تقلیل منام ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص پہلے ہی سے دس بجے سونے کا عادی ہو تو اس کو بھی تراویح سے مجاہدہ کا ثمرہ اس طرح حاصل ہو جاتا ہے کہ آزادی کے ساتھ جاگنا گراں نہیں ہوتا مگر قید کے ساتھ فوراً گرانی شروع ہو جاتی ہے، دیکھئے آپ اپنی خوشی سے ایک جگہ گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں لیکن اگر کوئی آپ سے یہ کہہ جائے کہ میاں! گیارہ بجے تک تم یہیں بیٹھے رہنا تو بس اسی وقت سے آپ بھاگنا چاہتے ہیں اور ایک ایک منٹ گراں گذرنے لگتا ہے، شریعت نے اس راز کو سمجھا اور محض ذرا سی قید لگا کر مجاہدہ کا کام لے لیا تو شریعت نے تقلیل منام کے لئے بھی عجیب مجاہدہ تجویز کیا۔ غرض شریعت نے رمضان میں صرف بیس رکعت تراویح مقرر کر کے تقلیل منام کی ایک معتدل صورت کر دی جس میں بہت زیادہ جاگنا بھی نہیں پڑتا اور اتنی دیر تک تو عام طور پر لوگ جاگتے ہی رہتے ہیں کہ جتنی دیر تراویح میں لگتی ہے، مگر قید کے ساتھ جاگنے سے مجاہدہ کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور دوسرے طریق میں مرتاضین (ریاضت کرنے والے) آنکھیں پھوڑتے تھے چھت میں رسیاں باندھتے تھے کہ جب نیند آتی اس میں لٹک جاتے تھے جس سے نیند اڑ جاتی تھی ان دونوں مجاہدوں میں جو فرق ہے وہ نمایاں ہے وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

غرض اہل ریاضت تقلیل منام کے مجاہدات کی جو صورتیں اختیار کرتے ہیں ان کو دیکھ کر پھر شرعی مجاہدہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے شاہانہ علاج کیا ہے کہ نہ آنکھیں پھوڑنے کی ضرورت ہے نہ رسیاں باندھنے کی، بلکہ (۲۰) رکعت تراویح پڑھ کر سو رہو، تقلیل منام ہو گیا، پھر مزید لطف یہ کہ تراویح جماعت سے ہوتی ہے الگ الگ جاگنا مشکل تھا، جماعت کے ساتھ جاگنا اور بھی آسان ہو گیا، پھر بیچ میں نیند آنے لگے تو ہر چار رکعت پر قدرے توقف مستحب کیا گیا غرض اس طرح سے (۲۰) رکعت کی مقدار جاگنا کچھ زیادہ دشوار نہیں۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''اَلدِّیْنُ یُسْرٌ'' (ترجمہ: دین آسان ہے) اسی کا ایک

نمونہ یہ ہے کہ شریعت نے تقلیل منام کی جو صورت تراویح میں تجویز کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی دین آسان ہے اور اس تقلیل کو تہجد سے اور تقویت ہو جاتی ہے خصوصاً لیالی قدر (آخری دہے میں شب قدر کو تلاش کرنے کی طاق راتیں) میں کہ ان راتوں میں حضورؐ نے رمضان کے تمام اجزاء سے زیادہ جاگنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ غرض تراویح اور تہجد کے اہتمام سے تقلیل منام ہو جاتی ہے اور یہ خود ایک دینی مجاہدہ بھی ہے اور اسی لئے کہا جاتا ہے "مَنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ فِي اللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ فِي النَّهَارِ".

ترجمہ:- جو شخص رات میں نماز پڑھے گا دن میں اس کا چہرہ رونق دار ہوگا۔

غرض رات کو جاگنا حسن ظاہری اور چہرہ کے نور کا سبب ہے تو تقلیل منام میں مجاہدہ ہونے کے علاوہ یہ فائدے بھی ہیں، پھر اس کے ساتھ شریعت نے ایک اور رعایت کی ہے جس پر سو جان سے فدا ہونے کو دل چاہتا ہے، وہ یہ کہ مجاہدہ مرتاضین کے نزدیک تو مجاہدہ محض ترک کا نام ہے مثلاً ترک طعام، ترک منام وغیرہ مگر رسول اللہ ﷺ نے محض ترک پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ افعال بھی مشروع فرمائے، مثلاً روزے میں محض ترک طعام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اور کام مشرع ہوئے، عمل سے بھی اور قول سے بھی۔ مثلاً عملاً رسول اللہ ﷺ یوں تو ہر وقت سب سے زیادہ سخی تھے مگر رمضان میں سب سے بڑھ کر اور سخی ہوتے تھے اور قولاً یہ کہ آپ ارشاد فرمائے ہیں کہ یہ مہینہ ہمدردی کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے جو اس مہینہ میں نفل کام کرے اس کو اور دنوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا اور جو اس میں فرض ادا کرے، اس کو اور دنوں کے کئی فرضوں کے برابر ثواب ملے گا اس میں ترغیب اور تحریض ہے کہ صدقہ، خیرات اور اعمال صالحہ کی کہ رمضان میں نفل نماز کا ثواب فرض نماز کے برابر ملتا ہے، نفل صدقہ کا ثواب، فرض صدقہ کے برابر ملتا ہے اور جو فرض اس ماہ میں ادا کرتے ہیں ان کو (۷۰) درجہ فرض کا ثواب ملتا ہے لیکن زکوٰۃ وغیرہ کو رمضان کے انتظار میں روکے نہ رکھنا چاہیئے جب سال پورا ہو دے دینا چاہیئے، اس لئے کہ زندگی کا بھروسہ نہیں۔

غرض شریعت نے محض تقلیلِ طعام بصورتِ صیام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اعمال کی بھی

ترغیب دی ہے اسی طرح محض تقلیل منام میں محض بیداری پر اکتفا نہیں کیا کہ خالی بیٹھے جاگتے رہو بلکہ فرماتے ہیں کہ ''کَانُوْا قَلِیْلاً مِنَ الَّیْلِ مَّایَھْجَعُوْنَ o'' (پ ۲۷۔ رکوع ۱۔ سورہ ذاریات)

ترجمہ :- وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

نیک بندوں کی تعریف فرماتے ہیں کہ وہ رات کو کم سویا کرتے تھے اور پچھلے حصہ شب میں استغفار کیا کرتے تھے، یہاں تو استغفار شروع ہوا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ''تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفاً وَّطَمَعاً'' (پ ۲۱۔ رکوع ۱۔ سورہ سجدہ)

ترجمہ:- ان کے پہلو خواب گاہوں سے علٰحدہ ہوتے ہیں، اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں۔

مفسرین کا قول ہے ''یَدْعُوْنَ'' سے مراد ''یُصَلُّوْنَ'' ہے، مطلب یہ کہ رات کو نماز پڑھتے ہیں، تقلیل منام کیلئے غرض خالی بیٹھے جاگتے رہنے کی بجائے تراویح، تہجد، استغفار مشرع ہوئے ہیں۔

تقلیلِ کلام بصورت تلاوتِ قرآن:- مجاہدہ کا تیسرا رکن، تقلیل کلام ہے اور یہ تقلیل طعام اور تقلیلِ منام سے زیادہ دشوار ہے، کیونکہ کھانے میں کچھ اہتمام کرنا پڑتا ہے کھانا تیار کرنا پڑتا ہے، پھر منہ چلانا پڑتا ہے، پھر ہضم کی فکر ہوتی ہے کبھی چورن بھی کھانا پڑتا ہے تقلیلِ طعام میں ان سب امور کی تخفیف ہے، اس لئے ایک دو دفعہ زیادہ کھائے گا پھر کہاں تک کھائے گا پھر جب ہضم نہ ہوگا تو خود ہی تقلیل طعام ہو جائے گی۔ بخلاف بولنے کے کہ اس میں کچھ اہتمام ہی کرنا نہیں پڑتا نہ زیادہ بولنے سے بدہضمی ہوتی ہے، اس لئے اس کی تقلیل کا کوئی قوی داعی نہیں، اسی طرح سونا ہے تو اس میں کبھی تو تقلیل ہوگی، آخر کوئی کہاں تک سوئے گا کبھی تو جاگے گا۔ بخلاف اس زبان کے کہ کہیں انتہا ہی نہیں۔ یہ چلنے سے تھکتی ہی نہیں، کیونکہ اس کے لئے کچھ اہتمام کرنا ہی نہیں پڑتا، نہ زبان چلانے سے کچھ تھکن ہوتی ہے، دوسرا راز یہ ہے کہ انسان جس قدر لذتیں اختیار کرتا ہے، کلام کے سوا اُن میں زیادتی کرنے سے لذت کم ہو جاتی ہے، مثلاً پیٹ بھر کھانے کے بعد پھر کھانے میں مزا نہیں آتا، نیند بھر جانے کے بعد پھر سونے میں لذت نہیں آتی بلکہ سونے سے جی

گھبراتا ہے مگر بولنے کی لذت ختم نہیں ہوتی بلکہ جتنا بولتے جاؤ اتنی ہی لذت بڑھتی جاتی ہے، اس لئے تقلیل کلام سب سے زیادہ دشوار ہے لیکن باوجود دشواری کے اس میں آزادی نہیں دی گئی کہ زیادہ بولنے میں آفتیں بہت ہیں اور اس کی وجہ سے انسان گناہوں میں بکثرت مبتلا ہو جاتا ہے، اس لئے اس کی تقلیل کو مجاہدہ کا ایک رکن قرار دیا گیا لیکن تقلیل کلام کا یہ مطلب نہیں کہ ضروری باتوں کو بھی کم کر دے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فضول کلام چھوڑ دے خواہ وہ مباح ہی ہوں، اب رہی جو باتیں حرام ہیں جیسے جھوٹ، غیبت وغیرہ تو وہ اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گے کیونکہ وہ تو اصلی مجاہدہ ہیں۔

اسی لئے شریعت مقدسہ نے ضروری کلام کے واسطے نماز تک توڑنے کا حکم دیا، مثلاً اگر کوئی اندھا جا رہا ہو، اور اس کے سامنے گڑھا ہو، جس میں اس کے گرنے کا اندیشہ ہو تو اگر تم نماز بھی پڑھ رہے ہو، تب بھی واجب ہے کہ اندھے کو گرنے سے بچاؤ، نماز کو توڑ دو، اور اس سے کہو کہ ذرا بچ کر چلے آگے گڑھا ہے۔

غرض شریعت مخلوق کو تکلیف سے بچانا چاہتی ہے اسی لئے حکم ہے اگر بیٹا نفل پڑھ رہا ہو، اور والدین میں سے کوئی پکاریں تو دیکھے کہ ان کو نماز میں ہونا معلوم ہے یا نہیں، اگر انھیں معلوم ہے کہ بیٹا نماز پڑھ رہا ہے اور پھر بھی پکار رہے ہیں تو نہ بولے، اور اگر ان کو معلوم نہیں کہ بیٹا نماز پڑھ رہا ہے تو بول پڑے اور نماز کا بعد میں اعادہ کرے۔ یہ مسئلہ فقہاء نے حدیث سے سمجھایا ہے جو یہ ہے:۔

جریج بنی اسرائیل کے ایک عابد تھے، ایک دفعہ یہ اپنے صومع میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی ماں کسی ضرورت سے آئی اور ان کے صومع کے نیچے کھڑے ہو کر آواز دی جریج، جریج! یہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے دل میں حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں نماز میں ہوں اور میری ماں پکار رہی ہے، یعنی میں جواب دینے سے معذور ہوں۔ غرض نماز میں مشغول رہے اس نے پھر آواز دی، جریج پھر یہ وہی کہے کہ "اَللّٰھُمَّ اُمِّی وَصَلَاتِیْ"

ترجمہ :- اے اللہ (ایک طرف) میری ماں (بلا رہی) ہے (اور دوسری طرف) میں نماز پڑھ رہا ہوں۔

اور بدستور نماز میں مشغول رہے، حضور ﷺ نے اس واقعہ کو بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ:۔

"لَوْ کَانَ فَقِیْھاً لَاَجَابَ اُمَّہٗ"۔

ترجمہ:- اگر جریج فقیہ ہوتے تو اپنی ماں کے پکارنے کا جواب دے دیتے۔ اس سے فقہاء نے سمجھا ہے کہ والدین

کے پکارنے پر نماز میں بولنا جائز ہے بشرطیکہ ان کو اس کا نماز میں ہونا معلوم نہ ہو۔ یہ قید دوسرے دلائل کی وجہ سے بڑھائی گئی۔ جریج کی ماں نے اس موقعہ پر اپنے بیٹے کو کوسا بھی تھا۔ جب اس نے کئی آوازیں دیں اور یہ جواب نہ دیئے تو اس بددعا دی کہ خداوندا! اسے اس وقت تک موت نہ دیجئے جب تک کہ یہ فاحشہ کا منہ نہ دیکھ لے، معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں دینداری بہت تھی کہ فاحشہ کا منہ دیکھنا اس زمانہ میں بددعا اور کوسنے میں بیان کیا جاتا تھا گویا کہ غیر عورت کا منہ دیکھنا مردوں کے لئے بہت ہی بڑا عیب سمجھا جاتا تھا۔ غرض جریج کی ماں نے اس کو یہ بددعا دی جو قبول ہوگئی، اور ایک فاحشہ عورت جریج کے پیچھے پڑی، اس کے صومع میں آکر بدکاری پر اسے برانگیختہ کرنا چاہا، یہ متقی تھے، انھوں نے دھکا کر اسے نکال دیا اس نے کہا کہ میں تجھے بدنام کر کے رہوں گی، بڑا متقی بنا ہے۔ چنانچہ جنگل کے کسی چرواہے سے اس نے منہ کالا کیا، جس سے حمل رہ گیا۔ جب بچہ پیدا ہوا تو لوگوں نے پوچھا یہ بچہ کس کے زنا سے پیدا ہوا۔ اس نے جریج کا نام لے لیا۔ بس اب لوگوں نے بلاتحقیق گمان کرلیا اور جریج کے صومع پر جاچڑھے اور اس کو گرانے لگے، جریج اندر سے نکلے اور لوگوں سے کہے کہ میرے صومع کو کیوں گراتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ کم بخت تو اس قابل نہیں کہ صومعہ میں رہے، تو تو زناکار، بدکار ہے اور ظاہر میں متقی بنا ہوا ہے، انھوں نے پوچھا کہ آخر تم سے یہ کس نے کہا۔ لوگوں نے عورت کو معہ بچہ کے پیش کر دیا کہ یہ عورت کیا کہتی ہے۔ جریج نے کہا ذرا ٹھہرو، ابھی معلوم ہوا جاتا ہے، اس کے بعد انھوں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر اس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا اے بچے! خدا کے حکم سے تُو بول اور بتلا کہ تیرا باپ کون ہے۔ خدائے تعالیٰ نے بچہ کو گویائی عطا فرمائی۔ اس نے کہا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے، اب تو سب کو یقین ہوگیا کہ یہ جھوٹی ہے، اتنی بڑی کرامت کے بعد کیا شبہ ہوسکتا تھا بس سب کے سب جریج کے قدموں پر گر پڑے کہ ہماری خطا معاف کرو۔ اب ہم تمہاری صومع سونے کی اینٹوں سے بنادیں گے، انھوں نے کہا کہ نہیں خدا کے لئے جیسا پہلے تھا تم ویسا ہی بنادو۔

غنیمت ہوا کہ جریج کی ماں نے اتنی ہی بددعا کی تھی کہ خدا اسے فاحشہ کا منہ دکھا اور کچھ نہ کہا۔ اس لئے والدین کی بددعا سے ڈرنا چاہیئے۔ غرض شریعت نے ضرورت کی اتنی رعایت کی کہ ضرورت کے وقت نفل نماز توڑنے کی اجازت ہے اور بعض شرائط کے ساتھ فرض نماز توڑنے کی اجازت ہے، جیسے اندھے کے گڑھے میں گرنے کا ڈر ہو، لیکن ضرورت کی وضاحت سمجھ لینا چاہیئے۔ کہیں آپ سب باتوں کو ضرورت میں داخل نہ کرلیں ضرورت کی وضاحت سنئے:
وہ یہ کہ جس کے نہ ہونے سے ضرر ہو۔

صاحبو! اگر روزے میں سکوت کا حکم ہوتا تو اس سے دنیاوی کاروبار میں بہت حرج ہوتا اس لئے شریعت نے ہمارے حال پر رحم کھا کر صوم سکوت (جو پہلے انبیاء کے زمانہ میں تھا) منسوخ کر دیا مگر ایک دوسرے طریقہ سے روزے میں تقلیل کلام کی رعایت کی گئی ہے وہ یہ ہے، سنو صاحبو! قاعدہ ہے کہ نفس ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہوسکتا، اسی طرح زبان بھی ایک وقت میں دو قسم کی باتیں نہیں کرسکتی۔ مثلاً جو شخص کتاب پڑھ رہا ہو تو وہ کتاب پڑھتے ہوئے بات نہیں کرسکتا۔ اگر بات کرے گا تو اس وقت کتاب نہ پڑھے گا، اس لئے شریعت نے روزے میں کلام کو تو ممنوع نہیں قرار دیا لیکن نفس اور زبان کو دوسرے کام کی طرف متوجہ کر دیا، اس طرح کہ روزے میں تلاوت قرآن کا اور ایام سے زیادہ اہتمام کیا۔ چنانچہ تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا جب کہ کوئی عذر نہ ہو حسب قول مشہور سنت مؤکدہ کر دیا گیا جس کی وجہ سے حفاظ کو دن میں کئی مرتبہ پڑھنا پڑتا ہے اور دور بھی کرنا پڑتا ہے اور پھر حضورؐ نے رمضان میں خود بھی جبرئیلؑ کے ساتھ تلاوت کا اور دنوں سے زیادہ اہتمام فرمایا ہے اور سب مسلمانوں کو عملاً اس کی ترغیب دی ہے کہ رمضان میں تلاوتِ قرآن زیادہ کریں خواہ وہ حافظ ہوں یا نہ ہوں، تراویح میں قرآن سنائیں یا سنیں، پھر آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اور یہ بھی ارشاد ہے کہ رمضان میں نفل طاعت کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے ماہ رمضان میں تلاوتِ قرآن کرنے سے ایک ایک حرف پر جو دس نیکیاں ملیں گی ان میں ہر نیکی پر فرض کام کے برابر ثواب ملے گا۔ اللہ اکبر کچھ ٹھکانا ہے اس ثواب کا اس سے بھی لوگوں کو تلاوت کی رغبت زیادہ ہوگی۔ غرض رمضان میں تلاوتِ قرآن کا شریعت نے بہت ہی اہتمام کیا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ نزولِ قرآن آسمان اول پر رمضان ہی کے مہینہ میں ہوا ہے۔ وہاں سے تدریجاً (۲۳) سال میں نازل ہوا تو اس ماہ کو قرآن کے ساتھ خاص تعلق ہے جو دوسرے ایام کو نہیں۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ رمضان میں تلاوت قرآن اور دنوں سے زیادہ آسان بھی ہے اور ظاہر ہے کہ جب انسان تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوگا تو لامحالہ دنیوی باتوں میں تقلیل ہوگی، کیونکہ نفس ایک وقت میں دو باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا تو تلاوتِ قرآن کے وقت اگر توجہ کے ساتھ تلاوت ہو تو دوسری باتوں کا خیال بھی نہ آئے گا ورنہ زبان تو جب تک اس تلاوت میں مشغول ہوگی اس وقت تک دنیوی باتوں سے رکی رہے گی' اس طرح تلاوت قرآن کے ضمن

میں تقلیلِ کلام ہوجائے گی، پھر محض یہ نہیں کہ تقلیل کلام کا مجاہدہ حاصل ہوگیا اور کوئی نفع حاصل نہ ہوا بلکہ اس میں ثواب بھی اتنا ملتا ہے کہ کسی طاعت میں اتنا ثواب نہیں کہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اور رمضان میں وہ دس نیکیاں دس فرض کے برابر ہوتی ہیں یہ تو عام ثواب ہے اور جو کوئی زیادہ مخلص ہو تو اس کو ایک ایک حرف پر سات سو (۷۰۰) تک نیکیاں ملتی ہیں، بلکہ خدائے تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس سے بھی زائد دیتے ہیں اب بتلایئے اگر شریعت بھی تقلیلِ کلام کی وہی صورت تجویز کرتی جو اہل ریاضت میں مستعمل ہے کہ بالکل خاموش بیٹھے رہا کریں تو یہ دولتِ بے شمار کیونکر حاصل ہوتی۔ غرض شریعت نے مجاہدۂ تقلیل کلام کی وہ صورت تجویز کی کہ جس سے اس مجاہدہ کا فائدہ بھی حاصل ہو کہ زبان گناہوں سے بچی رہے، فضول باتیں کرنے کی عادت کم ہوجائے، اور اس کے ساتھ ثواب بھی بے شمار ملتا رہے اور ثواب پر ہی بس نہیں کیا بلکہ تلاوتِ قرآن میں بندے کو حق تعالیٰ کا ایک خاص قرب حاصل ہوتا ہے جو خاموش رہنے میں کبھی حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن میں ایک خاص تجلّی ہے، جب اس کا ظہور قلب پر ہوتا ہے تو دل عظمتِ حق سے پُر ہوجاتا ہے، پھر ان باطنی دولتوں کے علاوہ قرآن میں ایک ظاہری لذت بھی ہے کہ جس کی وجہ سے کثرتِ تلاوت آسان ہوگئی، اگر ذرا سا بھی ذوق ہو تو قرآن سے زیادہ کوئی لذیذ کلام نہیں، اس میں وہ لذّت ہے کہ جتنا پڑھتے جاؤ لذّت بڑھتی ہی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کثرت تلاوت سے جی نہیں گھبراتا۔

غرض شریعت نے عجیب مجاہدہ تجویز کیا ہے کہ جس میں تقلیلِ کلام کے ساتھ ظاہری لذّت بھی ہے، جس کی کثرت قلب پر گراں نہیں ہوتی۔ پھر اس میں قرب بھی بے انتہا ہے، ثواب بھی بے شمار ہے بھلا تقلیلِ کلام کی ایسی صورت کوئی بتلا سکتا ہے، پھر جو صورت مجاہدہ کی تقلیلِ کلام کی اہلِ ریاضت نے تجویز کی ہے کہ زبان کو بند کرلیا جائے اس میں ایک نقص یہ بھی ہے کہ اس طرح قوتِ گویائی کم ہوجاتی ہے، اگر ایسا شخص کسی وقت تقریر کرنا چاہے تو اس کے کلام میں شوکت وقوت نہ ہوگی مگر شریعت نے تقلیل کلام کی جو صورت تجویز کی ہے، اس سے قوت کلام بڑھتی ہے تجربہ ہے کہ قرآن کی کثرتِ تلاوت سے کلام میں بلاغت وفصاحت پیدا ہوتی ہے اور گویائی میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ ’’سُبۡحَانَ اللّٰه ‘‘ کیا عجیب مجاہدہ ہے کہ تقلیل کلام اور قوت گویائی کو مجتمع کردیا، بھلا ضدین کو کوئی اس طرح جمع کرسکتا

ہے ہرگز نہیں، یہ بات تلاوتِ قرآن میں ہی ہے کہ اس کی مشغولی میں تقلیل کلام بھی ہے اور ساتھ ساتھ قوت گویائی بھی حاصل ہوتی ہے حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے کلام میں بلاغت پیدا کرنا چاہے وہ تلاوتِ قرآن کثرت سے کیا کرے،

صاحبو! اس سلسلہ میں ایک باریک بات عرض کرتا ہوں، ذرا غور سے سنئے:۔

اصطلاح صوفیہ میں ایک تحلیہ ہے اور ایک تخلیہ۔ تحلیہ یہ ہے کہ سالک خود کو اخلاق حمیدہ سے آراستہ کرے، اور تخلیہ یہ ہے کہ سالک خود کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرے۔ نقشبندیہ پہلے ہی دن ذکر کی تعلیم دیتے ہیں، ان کے یہاں تحلیہ تخلیہ پر مقدم ہے اور تخلیہ، تحلیہ کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں۔ غرض شریعت نے بھی تمام مجاہدات میں اس کی رعایت کی کہ صرف تخلیہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مجاہدہ کی وہ صورت اختیار کی کہ جس میں تخلیہ اور تحلیہ ساتھ ساتھ ہوتے رہے، مثلاً تقلیل منام کے لئے تراویح اور تہجد کو تجویز کیا یہ تحلیہ ہے اور جس میں جاگنا بھی ہو گیا جو ترک راحت ہونے کی وجہ سے تخلیہ ہے۔ غرض شریعت نے تقلیل منام کے لئے خالی بیٹھے رہنے کو تجویز نہیں کیا۔ اسی طرح تقلیل کلام کے لئے تلاوتِ قرآن کو تجویز کیا کہ تلاوت میں مشغول رہو، تو یہ تحلیہ ہے اور اس میں زبان بھی محفوظ ہو گئی تو یہ تخلیہ ہوا اسی طرح تقلیل کلام کے لئے یہ حکم نہیں دیا کہ صرف زبان بند کر کے بیٹھ جاؤ۔ شریعت نے اسی لئے مجاہدات میں صرف ترک پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ساتھ ساتھ عمل بھی شروع کیا، اگر مجاہدہ میں صرف ترک پر اکتفا کیا جائے اور اس کے ساتھ کوئی عمل تعلق مع اللہ کا بڑھانے والا ادا نہ کیا جائے تو نتیجہ مجاہدہ کا یہ ہوگا کہ قلب تعلقاتِ غیر سے خالی ہونے کے ساتھ تعلق مع اللہ سے بھی خالی ہوگا اور اس صورت میں شیطان کا قلب پر قبضہ جمالینا آسان ہے اسی واسطے شریعت نے ہر مجاہدہ میں اس کی رعایت کی ہے کہ تعلقاتِ مباحہ کو ترک کر کے اعمال میں مشغول کر دیا ہے تاکہ قلب خالی نہ رہے۔

غرض شریعت نے تقلیلِ کلام کی جو صورت تجویز کی ہے اس میں بھی اس راز کی رعایت ہے یعنی شریعت نے یہ نہیں کہا کہ روزے میں زبان کر لیا کرو، کیونکہ اس سے تعلق مع الخلق میں کمی ہوگی، تعلق مع الخالق میں کیا زیادتی ہوئی تو نتیجہ یہ ہوا کہ دل دونوں سے خالی ہو جائے گا بلکہ یہ صورت تجویز کی کہ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہو، اس سے تعلق مع

الخلق میں کمی کے ساتھ ساتھ تعلق مع الحق بڑھے گا، اب دل خالی نہ رہے گا، ایک چیز نکلے گی اور اس کی جگہ تعلق مع اللہ بھرے گا تو قلب شیطان سے بالکل محفوظ رہے گا۔ غرض شریعت نے مجاہدہ تقلیل کلام کی جو صورت تجویز کی ہے وہ سب سے بہتر صورت ہے اور اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہوسکتی، اور اس میں کچھ خطرہ بھی نہیں ہے اور منافع بے شمار ہیں، اور اہلِ ریاضت کے پاس تقلیل کلام کا جو طریقہ مستعمل ہے خطرہ سے خالی نہیں ہے اور اس میں اتنے منافع بھی نہیں ہیں۔

تقلیل اختلاط مع الانام (لوگ) بصورتِ اعتکاف:- قلتِ کلام کی ضرورت قلت اختلاط سے زیادہ ہے کیونکہ لوگوں سے میل جول رکھنے کے بعد زبان کو سنبھالنا دشوار ہے اس لئے قلتِ کلام کی سہل صورت یہی ہے کہ لوگوں سے الگ رہے گوشہ نشینی اختیار کرے، کیوں کے مجمع کا قرب بھی اختلاط کی مثل ہے، مجمع کے قرب میں سکوت نہیں ہوسکتا۔ اس لئے صوفیہ نے عزلت کو اختیار کیا ہے۔

سلف کے کلام میں مجاہدات کا یہ طرز نہ تھا وہ اختلاط زیادہ کرتے تھے اور متاخرین نے عزلت کو اختیار کیا ہے ذیل میں دونوں کے مفاسد و منافع درج کئے جاتے ہیں۔

لوگوں سے زیادہ اختلاط کے فوائد:- اختلاط میں ایک نفع تو یہ ہے کہ تعلیم و تعلُّم اسی پر موقوف ہے عزلت سے تعلیم و تعلُّم کا باب مسدود ہو جائے گا۔ دوسرے اختلاط میں خدمت کا موقعہ ملتا ہے، تیسرے جماعت کی فضیلت اختلاط ہی سے حاصل ہوتی ہے، جو شخص عزلت گزیں ہوگا وہ جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا۔ چوتھا نفع اختلاط میں یہ ہے کہ اس سے تواضع پیدا ہوتی ہے، جب لوگوں سے ملے گا تو بہت لوگوں کو اپنے سے افضل پائے گا تو اس شخص کی نظر اپنے اعمال پر کم ہوگی، کیونکہ اپنے سے افضل کے اعمال کو دیکھ کر سمجھے گا کہ میں کرتا ہی کیا ہوں، اللہ کے بعض بندے مجھ سے زیادہ عمل کرنے والے ہیں اور عزلت میں دوسروں کے اعمال تو پیش نظر ہوتے نہیں، بس اپنے ہی اعمال پر نظر ہوتی ہے، اور اس سے بعض دفعہ عُجب و کبر پیدا ہو جاتا ہے۔ پانچواں نفع یہ ہے کہ اختلاط میں بزرگانِ دین سے فیض حاصل ہو جاتا ہے، بدوں اختلاط کے بزرگوں سے فیض حاصل کرنا دشوار ہے، اس کے سواء اور بھی منافع متاخرین نے اختلاط کے بتلائے ہیں لیکن یہاں لوگ ایک غلطی کرتے ہیں کہ مطلقاً اختلاط کو عزلت پر ترجیع دیتے ہیں، عموماً اختلاط حظِ نفس کے لئے کیا جاتا ہے کہ جس میں نہ غیبت سے احتراز ہے نہ جھوٹ سے یعنی باتوں سے پرہیز ہے اور نہ فضول بک بک سے۔

● عزلت کے فوائد: -

غرض سلف کا اصل مذاق اختلاط ہے اور متاخرین نے عزلت کو ترجیح دی ہے اور اس کے بے شمار منافع بیان فرمائے ہیں جن میں سے ایک نفع یہ ہے کہ عزلت میں گناہوں سے اجتناب ہوتا ہے۔ غرض ایسی عزلت وتنہائی ہونا چاہیئے کہ جس میں نگاہ کی بھی حفاظت ہو، کان کی بھی حفاظت کرے، دل کی بھی حفاظت کرے کہ قصداً کسی غیر کا خیال دل میں نہ لائے، اگر آجائے تو ذکر میں مشغول ہوکر اسے دفع کرے ایسی عزلت میں واقعی گناہوں سے بہت حفاظت ہوگی، بزرگوں نے اختلاط میں یہ بھی مضرّت بتلائی ہے کہ اس میں نامحرم پر نگاہ پڑجاتی ہے، اسی لئے بزرگوں نے زمین پر نگاہ رکھنے کی تاکید کی ہے کیونکہ شیطان نے حق تعالیٰ سے کہا کہ میں بنی آدم کے پاس سامنے آؤنگا اور پیچھے سے، اور دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے اس میں صرف چار سمتوں کا ذکر ہے، فوق وتحت یعنی اوراوپر اور نیچے کا ذکر نہیں ہے معلوم ہوا کہ فوق وتحت سے شیطان نہیں آسکتا، اوپر دیکھ کر چلنے میں ٹھوکر لگنے کا ڈر ہے اس لئے بزرگوں نے نیچے نگاہ رکھ کر چلنے کی تاکید کی ہے وہ اس طرح کہ امتیازی نشان پیدا نہ ہو، دوسرا نفع عزلت میں یہ ہے کہ اس سے زبان کی حفاظت ہوتی ہے، یہ کام صدیقین کا ہے کہ اختلاط کے ساتھ زبان کی حفاظت کرتے تھے اور کوئی بات خلاف شرع نہ کرتے تھے۔

غرض اختلاط کے ساتھ قلّت کلام بہت دشوار ہے، یہ کام صدیقین وکاملین کا ہے ورنہ اکثر یہ حالت ہے کہ اختلاط میں فضول باتیں بہت کرنا پڑتی ہیں، اب اگر یہ دستور العمل رکھا جاوے کہ جو شخص بھی آئے اس کے ساتھ خاطر و مدارت وتعظیم وتکریم کا معاملہ کیا جائے اور گھنٹوں باتیں بنائی جائیں تو سارا وقت اسی کا ہورہے گا، اپنا کوئی کام بھی نہ ہوگا، اور اگر ایک کے ساتھ یہ برتاؤ کیا دوسرے کے ساتھ نہ کیا تو اس کو ناگوار ہوگا اور جس کی تم نے خاطر و مدارت کی تھی اس کے ساتھ حسد پیدا ہوگا۔ اس لئے سلامتی عزلت وقلت اختلاط ہی میں ہے مگر ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ قلتِ اختلاط سے بعض دفعہ شہرت ہوجاتی ہے اور شہرت دنیا ودین دونوں کے لئے مضر ہے مگر تجربہ ہے کہ اگر قلتِ اختلاط اوّل ہی سے اختیار کرلو تو شہرت بھی نہ ہوگی کیونکہ لوگوں کی نظر میں یہ حالت کوئی نئی بات نہ ہوگی اور اختلاط کے بعد قلت کرو

گے تو شہرت ہو جائے گی، لوگوں کو ایک نئی بات معلوم ہوگی کہ آج کل فلاں شخص گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ غرض جب وہ دیکھتا ہے کہ ساری دنیا میری معتقد ہے تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے یہ دین کا ضرر ہے، اور دنیا کا ضرر یہ ہے کہ مشہور آدمی سے عام لوگوں کو حسد اور رشک پیدا ہوتا ہے اور حکام کی نظر بھی مشہور لوگوں پر زیادہ ہوتی ہے۔

غرض بعض صوفیوں نے اختلاط (میل جول) کو ترجیح دی ہے، اس لئے وہ اختلاط کے منافع اور عزلت (گوشہ نشینی) کے مفاسد بتلاتے ہیں، اور بعضوں نے عزلت کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ وہ عزلت کے منافع اور اختلاط کی مضرتیں بتلاتے ہیں۔

غرض یہ مسئلہ فی نفسہ اختلافی ہے کہ عزلت بہتر ہے یا اختلاط۔ اس کا سب سے اچھا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے کیا ہے آپ فرماتے ہیں ''اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ وَ لْجَلِیْسُ الصَّالِحُ خَیْرٌ مِّنَ الْوَحْدَۃِ''

ترجمہ :- بُری صحبت سے عزلت بہتر ہے، اور اچھی صحبت عزلت سے بہتر ہے۔

یعنی نہ خلوت بہتر ہے نہ جلوت، بلکہ ملنے والے بد ہوں تو ان سے علحدگی اور خلوت ہی بہتر ہے اور اگر ملنے والے نیک ہوں تو ان سے ملنا خلوت سے بہتر ہے۔

جب آپ کو کثرتِ اختلاط کے مفاسد اور قلت اختلاط کے منافع معلوم ہو چکے ہیں تو اب سنیئے کہ شریعت نے قلتِ اختلاط کی کیا صورت تجویز کی ہے، شریعت نے قلتِ اختلاط کی صورت اعتکاف تجویز کی ہے اور رمضان میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ چنانچہ عشرہء اخیر میں اعتکاف کرنا سنّت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اس لئے رمضان سے اس کو بھی خاص تعلق ہے۔ بہرحال تقلیل اختلاط کی یہ ایسی صورت ہے کہ کوئی صاحب ریاضت اس کی نظیر نہیں دکھلا سکتا۔ کیونکہ اعتکاف میں نہ وہ مفاسد ہیں جو خلوتِ محضہ (خالص خلوت) میں ہیں اور نہ وہ مفاسد ہیں جو اختلاط محضہ میں ہیں کیونکہ معتکف خلوت میں بھی ہے اور جلوت میں بھی، اور یہ ریاضت خلوت و جلوت دونوں کو جامع ہے۔

(۱) اہل اختلاط نے عزلت میں ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ اس سے تعلیم و تعلّم کا باب مسدود ہو جاتا ہے تو یہ خرابی

اعتکاف میں نہیں، کیونکہ معتکف کو تعلیم وتعلم سے منع نہیں کیا گیا ہے اور چونکہ اعتکاف مسجد میں ہوتا ہے جہاں اہل علم آتے رہتے ہیں، اس لئے معتکف کو تعلیم وتعلم میں کوئی دقت بھی نہیں ہوسکتی۔

(۲) ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں جماعت کے ثواب سے محروم ہوجاتا ہے اعتکاف اس سے بھی پاک ہے کیونکہ اعتکاف کے لئے مسجد جماعت شرط ہے، معتکف سے زیادہ تو کسی کو جماعت کا ثواب مل ہی نہیں سکتا، وہ تو ہر نماز میں تکبیر اولیٰ پاتا ہے، اور ہر وقت جماعت کے انتظار میں رہتا ہے اور انتظارِ جماعت کا ثواب بھی جماعت کے ثواب کے برابر ہے۔

(۳) ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں بزرگوں کے فیض سے محروم ہوجاتا ہے اعتکاف اس سے بھی پاک ہے کیونکہ یہ شخص پانچوں وقت نمازیوں سے ملتا ہے جن میں بعض اولیاء بھی ہوتے ہیں۔

(۴) ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں صرف اپنے اعمال پیش نظر ہوتے ہیں جس سے عجب وکبر کا اندیشہ ہوتا ہے اور اختلاط میں اپنے سے افضل کے اعمال پر نظر پڑتی ہے تو تواضع پیدا ہوتی ہے اعتکاف میں یہ خرابی بھی نہیں کیونکہ مسجد میں بہت لوگ نماز کے لئے آتے ہیں جن میں بعض تو بہت عبادت کرنے والے ہوتے ہیں، معتکف کی نظر ان کے اعمال پر پڑتی ہے تو عجب وکبر پیدا نہیں ہوسکتا۔

(۵) ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت سے شہرت ہوجاتی ہے، اعتکاف میں یہ بات بھی نہیں کیونکہ معتکف کسی پہاڑ کی کوہ میں نہیں بیٹھتا جس سے شہرت ہو بلکہ بستی کی مسجد میں بیٹھتا ہے جہاں سب سے ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے اور عرفاً اس کو گوشہ نشینی نہیں شمار کیا جاتا۔ اس لئے معتکف کی شہرت بھی نہیں ہوتی، ہر سال بیسوں لوگ اعتکاف کرتے ہیں، مگر کوئی بھی بزرگ مشہور نہیں ہوتا۔

(۶) اختلاط میں ایک مضرت یہ تھی کہ اس میں اشرار کی صحبت بھی بعض دفعہ ہوتی ہے اور اشرار صحبت سے دین کا ضرر ہوتا ہے، سو معتکف اس سے محفوظ ہے کیوں کہ مسجد میں نمازی آتے ہیں اور اکثر نمازی نیک ہوتے ہیں اور اگر بعض بد بھی تو نماز کے وقت نیک بن جاتے ہیں اس لئے ان کی صحبت مضر نہیں، پھر وہ طویل صحبت نہیں ہوتی ایسے لوگ مسجد میں نماز کے بعد ٹھہرتے نہیں ہیں۔

(۷) ایک مفسدہ یہ بتلایا گیا تھا کہ اختلاط میں وقت بہت ضائع ہوتا ہے باتوں میں وقت ضائع و برباد ہوجاتا ہے، معتکف اس سے بھی محفوظ ہے، کیونکہ اس کے پاس باتیں کرنے والے آتے ہی نہیں، کیونکہ مسجد میں نماز کے بعد کون ٹھہرتا ہے کہ جو معتکف سے باتیں کرے، دوست احباب بھی گھر پر آتے ہیں مسجد میں کوئی نہیں آتا۔ اس لئے معتکف کو باتیں کرنے کا موقع نہیں ملتا، اس طرح معتکف کثرت کلام کی خرابیوں سے محفوظ رہتا ہے اور ذکر وفکر و تلاوت و نماز کے لئے اس کو بہت وقت ملتا ہے۔

(۸) ایک مفسدہ اختلاط میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس میں نگاہ کی حفاظت نہیں ہوتی معتکف اس سے بھی محفوظ ہے، اس کے پاس نامحرم عورت کوئی نہیں آتی۔

غرض معتکف سے ایسا اختلاط کسی کا نہیں ہوتا کہ جس سے اس کا وقت ضائع ہو، یا دوستی یا دشمنی پیدا ہو، اور مزا یہ ہے کہ معتکف سے نماز کے وقت سب ملنے آتے ہیں یہ کسی سے ملنے نہیں جاتا۔ غرض اعتکاف ایسی عجیب ریاضت ہے کہ خلوت وجلوت دونوں کے منافع اس میں موجود ہیں اور دونوں کے مفاسد سے یہ پاک ہے، اسی لئے شریعت میں اعتکاف کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

حدیث شریف:- هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوبَ وَيُجْزِى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ (ابن ماجه)

مفہوم:- چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ معتکف گناہوں سے الگ رہتا ہے۔ غرض شریعت نے قلت اختلاط کی صورت اعتکاف تجویز کی ہے کہ کوئی صاحب ریاضت اس کی نظیر نہیں لاسکتا۔

صاحبو ! اب کچھ شبِ قدر کے بارے میں سنیئے ارشاد باری ہورہا ہے:۔

شبِ قدر: "اِنَّا اَنزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ؕ" (پ۳۰۔ رکوع ق۔ سورہ قدر)
ترجمہ :- ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا۔

حکایت:- ایک روز مجنوں نے ہرنی کو دیکھا، تڑپنے لگا اور بے ہوش ہوگیا، جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ تم کو کیا ہوا، مجنوں نے کہا کہ کیا پوچھتے ہو، اس ہرنی کی آنکھ دیکھ کر مجھ کو میری لیلیٰ کی آنکھ یاد آ گئی، اس ہرنی کی آنکھ پر بھی مجھ کو محبت آنے لگی۔ کچھ سمجھے آپ کہ یہ کیا معاملہ ہے، سنیئے ایک شخص کو کسی سے محبت ہے تو جب اس کو کوئی اور چیز

اس کے محبوب کے مانند نظر آتی ہے تو اس چیز سے بھی محبت کرنے لگتا ہے، ہرنی کی آنکھ، لیلیٰ کے آنکھ جیسی تھی بس اسی علاقہ کی وجہ سے ہرنی کی آنکھ پر بھی محبت آنے لگی، ہائے اگر اس وقت لیلیٰ کی کوئی چیز، خواہ اس کا جوتا ہی سہی اگر کہیں نظر آجائے تو اس وقت مجنوں کی تڑپ کا کیا پوچھنا۔ کیوں؟ اس لئے کہ پیاری کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، اس گئے گزرے زمانے میں بھی، مسلمانوں کی اس ناقص حالت پر بھی اگر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک یا نعلین مبارک لاکر سب کے سامنے رکھ دیں تو ہر ایک مسلمان اس کو دیکھ کر اس قدر تڑپے گا کہ کسی کو کچھ سدھ ہی نہ رہے گی، کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔

حدیث شریف:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رات میں سوتے وقت تخت کے نیچے ایک پیالہ رکھ دیتے تھے، آپؐ رات کو اس میں پیشاب فرماتے تھے، ایک وقت پیالہ میں حضرت کا پیشاب دھرا تھا۔ ابن عباسؓ آگئے لوگ ہاں ہاں ہی کرتے رہے اور آپ وہ حضرتؐ کا پیشاب اٹھا کر پی گئے کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، پھر یہ پیشاب پینے کا یہ اثر ہوا کہ شرح صدر ہوگیا۔ دل کھل گیا لوح محفوظ سامنے تھا۔ آج تک کوئی ایسا قرآن کی تفسیر کرنے والا نہ ہوا۔ ہائے یہ تو انسان تھے جانوروں کو بھی معلوم ہے کہ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کر کے سو (۱۰۰) اونٹ قربانی کئے، اونٹوں کا گلہ کھڑا تھا آپ ایک ایک اونٹ لے کر قربانی فرماتے تھے، صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ ہر ایک اونٹ دوسرے پر گرتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ اس چھری کے نیچے میں پہلے ذبح ہوجاؤں۔ کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، یہ معاملہ کچھ مخلوق ہی کے پاس نہیں ہے بلکہ خالق کو بھی پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے۔ سنئیے: قسم اس چیز کی کھایا کرتے ہیں کہ جو قسم کھانے والے کے پاس سب سے زیادہ پیاری ہو۔ کہتے ہیں تمہارے سر کی قسم (گو مسئلہ نہیں ہے) ''لَعَمْرُكَ

(پ ۱۴۔ رکوع ۵۔ سورہ حجر) ترجمہ:- (اے محمدؐ) آپ کے جان کی قسم۔

پیارے تمہارے جان کی قسم۔ کہیں فرماتا ہے ''وَالْعَصْرِ'' (پ ۳۰۔ رکوع: ۱۔ سورہ العصر)

ترجمہ:- آپ جس زمانہ میں ہیں اس زمانہ کی قسم۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ o وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' (پ ۳۰۔ رکوع :۱۔ سورہ بلد)

ترجمہ :- پیارے نبی اس شہر کی قسم جس شہر میں آپ ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کو بھی پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے، ہائے اگر وہ چیز پیارے کو بھی پیاری ہے تو پھر کچھ نہ پوچھو کہ وہ چیز کس قدر پیاری ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کو ہر چیز سے زیادہ یہ امت پیاری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی معمولی چیزیں جیسے آپ کا زمانہ، آپ کا شہر جب خدا کو پیارا ہے تو اب سونچو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت اللہ تعالیٰ کو کس قدر پیاری معلوم ہوتی ہوگی۔ مسلمانو! تم کس قدر خوش تقدیر ہو کہ تم خدا کے محبوب کے محبوب ہو، اس لئے سونچو کہ تم خدا کے کس درجہ محبوب ہوں گے، اسی لئے خدا تعالیٰ کو تم سے اس قدر محبت ہے کہ کسی اور پیغمبر کی امت سے ایسی محبت نہیں ہے۔ ''عشق و مشک را نتواں نہفتن'' ترجمہ: محبت اور مشک چھپانے سے بھی نہیں چھپ سکتے۔ خدائے تعالیٰ کی ہر بات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تم سے بے حد محبت ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک بچہ ریٹ میں لت پت، میلے کپڑے اور غلیظ حالت میں ہے، ساری دنیا گھن کر رہی، مگر ذرا اس محبت بھری ماں سے پوچھو، وہ کہتی ہے کہ اس کا ریٹ تمہارے پاس ریٹ ہے لیکن میرے پاس صندل سے زیادہ پیارا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو! روزہ دار کے منھ کی بو تمہارے پاس بدبودار ہے مگر میرے پاس مشک سے زیادہ پیاری ہے، دیکھا آپ نے ان لفظوں سے کس قدر محبت ٹپکتی ہے۔

حدیث شریف :- ایک دن رسول اللہ ﷺ بہت غمگین تھے، یہ فکر تھی کہ معلوم نہیں میری امت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ فوراً جبرئیل علیہ السلام پیام لائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے پیارے نبی! آپ مغموم نہ ہوں، آپ کی پیاری امت میرے پاس بھی پیاری ہے جب تک میں دنیا میں آپ کی امت کو نبیوں کے درجہ نہ دیدوں گا دنیا سے نہ اٹھاؤں گا۔ کیوں نبی اب تو خوش ہوئے۔ اس کا آپ سجدۂ شکر بجالائے۔

واقعی خدائے تعالیٰ نے پیغمبروں کی شان میں جو الفاظ فرمایا ہے وہ اس امت کے لئے بھی فرمایا۔ بطور نمونہ کے کچھ سناتا ہوں:

پیغمبروں کی شان میں		اس امت کی شان میں
(ا) موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا: قُلْنَا لَاتَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰےo (پ١٦۔ رکوع ٣۔ سورہ طٰہٰ) ترجمہ: ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں، تم ہی غالب رہو گے۔	(ا)	وَلَاتَھِنُوْ وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ" (۴۔ رکوع ١۴۔ سورہ ال عمران) ترجمہ: اور تم ہمت مت ہارو، اور رنج مت کرو اور تم ہی غالب رہو گے۔
(ا) ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا: "وَاتَّخَذَاللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلاًo (پ۵۔ رکوع ١٨۔ سورہ نساء) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا تھا۔	(٢)	اس امت کے حق میں فرمایا: "یُحِبُّھُمْ" (پ٦۔ رکوع ٨۔ سورہ مائدہ) ترجمہ: اللہ ان سے محبت رکھتے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ جہاں بڑے بڑے امیر نہیں جا سکتے وہاں بادشاہوں کے ساتھ، بادشاہوں کے غلام پہنچ جاتے ہیں اور امت تو کیا دوسرے نبیوں کے لئے وہ لفظ نہیں کہے گئے جو خاص رسول اللہ ﷺ کیلئے کہے گئے ہیں، وہ اس امت کے لئے بھی کہے گئے ہیں مثلاً حضور کی شان میں "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" (پ٢٢۔ رکوع ٧۔ سورہ احزاب) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔ اور امت کی شان میں فرمایا " ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰئِکَتُہٗ" (پ٢٢۔ رکوع ٦۔ سورہ احزاب) ترجمہ: اور وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ خود بھی اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے ہیں، اور نبی کی شان میں فرمایا:

(پیغمبروں کی شان میں)

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ط o (پ۳۰۔رکوع ا۔سورہ الضحیٰ) ترجمہ: اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے۔ اور اس امت کی شان میں فرمایا ''رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط (پ ۷۔رکوع ۱۶۔سورہ مائدہ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں۔

حدیث شریف:- ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا الٰہی! تو نے مجھے یہ عزت دی ہے کہ مجھ سے باتیں کرتا ہے، کیا یہ عزت تیرے کسی اور بندے کو بھی دیا ہے، حکم ہوا کہ میرے بہت سے وہ بندے ہیں کہ جن کو میں آخر زمانہ میں پیدا کروں گا، رمضان کا مہینہ دے کر تم سے زیادہ ان کو عزت دوں گا۔ کیونکہ تم سے میں جو باتیں کرتا ہوں تو مجھ میں اور تم میں ستر ہزار پردے پڑے ہوئے ہوتے ہیں اور مُحَمَّدؐ کا کوئی امتی جب روزہ رکھے گا، ہونٹ سفید ہو گئے ہیں، رنگ زرد پڑ گیا ہے، افطار کا وقت قریب ہو رہا ہے تو اس وقت میرے اور روزہ دار کے بیچ میں جس قدر پردے ہیں سب اٹھا دوں گا۔ موسیٰؑ آسمانوں اور زمینوں، چرند، پرند، غرض کل کائنات کے دل میں ڈالتا ہوں کہ وہ رمضان کے روزہ دار کے لئے مجھ سے مغفرت کی دعا کرے۔

(۳) نوح علیہ السلام کیلئے فرمایا: ''سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ'' (پ۲۳۔رکوع ۳۔سورہ صٰفٰت) ترجمہ: نوحؑ پر سلام ہو۔ جس کی وجہ سے کافروں پر نصرت کی گئی۔

ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا ''سَلٰمٌ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ'' (پ۲۳۔رکوع ۳۔سورہ صٰفٰت) ترجمہ: ابراہیمؑ پر سلام ہو۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے لئے فرمایا ''سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهَارُوْنَ'' (پ۲۳۔رکوع ۴۔سورہ صٰفٰت)

ترجمہ: موسیٰؑ اور ہارون پر سلام ہو۔

جس کی وجہ دریا سے صحیح وسالم پار ہو گئے، اور حضور ﷺ کیلئے معراج میں فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

اے نبی آپ پر خدا سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل کرے۔

(۳) اسی طرح اور پیغمبروں پر سلام اتارا۔ کسی امت پر نہیں، اگر کسی امت پر سلام اتارا ہے تو اس امت پر۔ ارشاد ہو رہا ہے ''سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ o (پ۳۰۔رکوع ا۔ سورہ قدر)

ترجمہ اور وہ شب سراپا سلام ہے وہ شب (اسی صفت و برکت کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے۔ شب قدر میں ہر سال اللہ تعالیٰ اس امت کو سلام بول بھیجتا ہے۔

(۴) تمام نبیوں کو سلام کی بدولت ایک ایک چیز ملی۔

(۴) اس امت کو بھی سلام کی بدولت ایک چیز ملی۔ صاحبو! وہ کیا ہے سنیئے : جب یہ امتی قیامت میں دوزخ پر سے گزرے گا تو دوزخ چلائے گی۔ اے امتی تجھے خدا سلام بول بھیجا ہے اب تو میرے قابل نہ رہا۔ جلد مجھ پر سے گزر جا۔

حدیث:- جب آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا گیا تو روح کو حکم ہوا کہ اس جسم کے اندر چلی جا۔ روح رک گئی اور کہنے لگی کہ میں اس تاریک جگہ میں کس طرح جاؤں۔ حکم ہوا تو اندر تو جا، تیری وجہ سے میں اس جسم کو منور کردوں گا۔

- غرض روح :-

خدائے تعالیٰ کی آواز سن کر اور اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کے مزہ میں بے خود ہوکر جسم میں چلی گئی

(۵)۔ انتقال کے وقت موسیٰ علیہ السلام ضد کرنے لگے اور ملک الموت کو روح نہیں لینے دیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملک الموت یہ روح تمہاری اطاعت نہیں کرے گی، جنت سے ایک سیب لے جاؤ۔ اس میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بو آئے گی، ملک الموت جنت سے سیب لائے۔ اس سیب کی بو سونگھتے ہی موسیٰ علیہ السلام نے بے خود ہوکر جان دیدی۔

(۵)۔ اسی طرح ہر نیک مسلمان کی روح ضد کرتی ہے ملک الموت تھک کر رہ جاتے ہیں تو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ملک الموت ٹھہرو جی یہ روح میری آواز سنکر جسم میں گئی تھی اب میری ہی آواز سن کر باہر نکلے گی پھر اللہ تعالیٰ نہایت پیاری آواز میں فرماتا ہے "یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o (پ۳۰۔ رکوع : ا۔ سورہ فجر)۔

ترجمہ: (اور جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار تھے ان کو ارشاد ہوگا کہ) اے اطمینان والی روح (تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل)۔ اس آواز کو سنتے ہی بے خود ہوکر جسم سے نکل آتی ہے۔

یہ بات سونگھنے کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح سیب سنگھار کر نکالتے ہیں اور اس امت کی روح خود اپنی آواز سنا کر نکالتے ہیں۔ یہ کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے، جدھر بادشاہ کا رخ دیکھتے ہیں سب ادھر ہوجاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کی یہ محبت اس امت کے ساتھ دیکھ کر ہر چیز اس امت سے محبت کرنے لگی ہے، پانچ نمازوں کے وقت جنت تڑپ کر کہتی ہے۔

”وَاشَوْقاً اِلٰی اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ“ ترجمہ : جنّت نہایت شوق سے کہتی ہے کہ کیا کروں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کب مجھ میں آئے گی۔

(۶) ایک چیز عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی، پھر اس پر احسان جتلاتا ہے ”اِذْقَالَ اللّٰہُ یَا عِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْنِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ اِذْاَیَّدْ تُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ“ (پ ۷۔ رکوع ۱۵۔ سورہ مائدہ) ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے عیسیٰ بن مریم میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جبکہ میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔	(۶) اس امت کو فرمایا ”وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ ط“ (پ ۲۸۔ رکوع ۳۔ سورہ مجادلہ) ترجمہ: اور ان مسلمانوں کے قلوب کو اپنے غیب کے فیض سے قوت دی ہے۔
(۷) تمام پیغمبروں پر جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں کسی امت پر نہیں۔	(۷) اس کے برخلاف اس امت پر ”تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ“ (پ ۳۰۔ رکوع :۱۔ سورہ قدر) ترجمہ: (اور شب قدر ایسی ہے کہ) رات میں فرشتے اور روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) اپنے پروردگار کے حکم سے زمین کی طرف اترتے ہیں۔ یعنی اس امت پر ہر سال جبرئیل علیہ السلام اور ملائیکہ آتے ہیں۔

(۸) امت عیسیٰ کو انزالِ مائدہ۔	(۸) ''اس امت کو اِنَّـا اَنـزَلْـنٰـهُ فِـى لَيْلَةِ الْقَدْرِ'' (پ۳۰۔رکوع:ا۔سورہ قدر) ترجمہ: - بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔یعنی انزالِ قرآن۔ اس مائدہ میں ہر طرح نعمت ہے، مائدہ محمدی میں ''وَلَا رَطْـبٍ وَّلَايَـابِسٍ اِلَّا فِـى كِتٰبٍ مُّبِيْنٍo'' (پ ۷۔رکوع:٦۔سورہ انعام) ترجمہ: اور نہ کوئی تر وخشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہیں۔
(۹) مائدہ عیسیٰ علیہ السلام سببِ عذاب۔	(۹) مائدہ محمد ﷺ سبب رحمت ''وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا'' (پ۱۵۔رکوع۹۔بنی اسرائیل)
	ترجمہ: اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں شفاء اور رحمت ہے۔

صاحبو! سنو، ایک وہ امت تھی کہ پیغمبر سے مانگی تو کیا مانگی خوان کھانے کا۔ یا ایک یہ امت ہے کچھ مانگتے ہی نہ تھے، یہ پیام بول بھیجتا ہے کہ ان کو میرا اسلام پہونچاؤ اور یہ کہوں کہ تمہارا محبوب تم سے شکایت کرتا ہے کہ کبھی تم ہم سے سوال نہیں کرتے حالانکہ تم میرے محبوب ہو، تمہارے خوش ہونے سے میں خوش ہوتا ہوں، تمہاری باتوں کا میں مشتاق ہوں، ہر وقت میں تم کو اس نظر سے دیکھتا ہوں جس طرح ماں اپنے پیارے بچہ کو دیکھتی ہے' امّت نے جواب دیا کہ ہم اس واسطے سوال نہیں کیئے کیونکہ غلام کو کن کن چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب میاں کو معلوم ہے پھر غلاموں کو کہنے کی کیا ضرورت ہے' جب آپ خود فرماتے ہیں تو سوال کرتے ہیں کہ الٰہی ہماری آنکھوں کو دنیا اور اہل دنیا پر نظر مت ڈالنے دے

ہمارے دل کو آخرت کے شغلوں کے لئے خالی کردے اور اپنے لئے مختص کردے نہ دنیا پر ہماری نظر ہو' نہ آخرت کا خیال ہو۔ سوائے تیرے ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے دل میں اور کوئی نہ ہو' دیکھا آپ نے یہ کیا مانگتے ہیں اور وہ کیا۔ آخر خوان اترا' جب اس کے ساتھ بے ادبی کی گئی تو وہ خوان بند ہوگیا اور سب سور' بندر بنائے گئے لیکن قرآن سے جو سور' بندر تھے وہ انسان کامل ہو گئے انوارِ الٰہی ہمیشہ چمکتے رہتے ہیں مگر علائق بشری ان انوارِ الٰہی کو ارواحِ بشری پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ حجاب ہو جاتے ہیں' جب صبح سے شام تک نفس کے تینوں خواہشوں کو روکا۔ نماز' مراقبہ اور اعتکاف میں لگایا اس لئے روح پر عالم قدس کی تجلی ہوتی ہے۔

بادشاہوں کے پاس کا قاعدہ ہے کہ ایک روز ایسا ہوتا ہے کہ جس میں عنایت خسروانہ زیادہ ہوتے ہیں' انعامات بٹتے ہیں، فرماں برداروں کیلئے ترقی درجات ہوتے ہیں' ایسا ہی بندہ کو اعتکاف' روزہ' تراویح کا بدلہ دینے کا وقت آ گیا۔ اسی کا نام شب قدر یعنی روزہ داروں کی تراویح پڑھنے والوں کی' قدر کی جانے کی رات ہے' وہ رات ہم مقرر نہیں کرتے' اسلئے کہ معشوق ملتا ہے تو بول کر نہیں ملتا۔

حکایت :- لیلی پہلے مرگئی۔ مجنوں کو اس کا علم ہوا، لیلیٰ کی قبر معلوم کرنا چاہا۔ لوگوں نے اس کے ہلاک ہونے کے خیال سے نہیں بتلایا۔ اس نے جا بجا کی قبروں کی مٹی سونگھ کر پتہ لگا ہی لیا اور یہ شعر بار بار پڑھتے پڑھتے آخر جان دے دی۔

اَرَادُوْ الِیُخْفُوْا قَبْرَهَا عَنْ مُحِبِّهَا ☆ وَطِیْبُ تُرَابِ الْقَبْرِ دَلَّ عَلَی الْقَبْرِ

ترجمہ :- لوگوں نے یہ چاہا تھا لیلیٰ کی قبر کو اس کے عاشق سے مخفی رکھیں لیکن اس کے قبر کی خاک کی خوشبو نے عاشق کو راستہ بتلا ہی دیا۔

وہ تو شخص تھا اور اتنی سی محبت تھی مگر کیا رنگ لائی۔ ایسا ہی شب قدر بھی ہم مقرر نہیں کرتے، اگر عشق ہے تو مجنوں کی طرح پتہ لگالو۔ اگر سچا عاشق ہے تو ہم جو راتیں بتلاتے ہیں اس میں جاگے گا، وصل کا مزہ لے گا۔ اور ناقص سو کر پچھتائے گا۔ وہ پانچ راتیں ہیں، ۲۱ رمضان سے ختم رمضان تک، وہ وصل کی رات ہے اس لئے ہجر کی ہزار راتوں سے

افضل ہے ’’لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ o‘‘ (پ۳۰۔رکوع۱۔سورہ قدر) ترجمہ:شبِ قدر ہزار مہینے سے افضل ہے۔

حدیث شریف :- اگلی امتوں کی ہزار رات کی عبادت سے اس امت کی اس ایک رات کی عبادت افضل ہے ایک مزدور صبح سے ظہر تک اور دوسرا مزدور ظہر سے عصر تک کام کیا اور تیسرا مزدور عصر سے مغرب تک کام کیا۔مثلاً پہلے مزدور کو ایک روپیہ مزدوری دی گئی، دوسرے مزدور کو بھی ایک روپیہ مزدوری دی گئی لیکن تیسرے مزدور کو دو روپے مزدوری دی گئی۔تب پہلے اور دوسرے مزدور نے شکایت کی کہ کام بھی ہم سے زیادہ لئے اور مزدوری بھی کم دیئے تو ۔لک نے کہا کہ کیا تمہاری مزدوری میں کچھ کم کیا گیا ہے۔انھوں نے کہا کہ نہیں،تب مالک نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہا زیادہ دیا،تم کو کیوں شکایت ہے،ایسا ہی پہلے اور دوسرے مزدور یہود ونصاریٰ ہیں،تیسرے مزدور امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،اس امت سے کام کم اور مزدوری زائد،یہ فضل ہے کسی کو شکایت کا حق نہیں،اسی واسطے اس امت کی ایک رات یعنی شب قدر کی عبادت اور امتوں کے ہزار رات کی عبادت سے افضل ہے،یا یوں سمجھیئے کہ موسیٰ علیہ السلام کے وقت بیل گاڑی،عیسیٰ علیہ السلام کے وقت گھوڑا،گاڑی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ریل گاڑی،یا قدر کے معنیٰ ہیں اندازہ،اس رات سال بھر کے سب کاموں کا اندازہ ہوتا ہے،یا قدر کے معنی تنگی کے ہیں،اس رات اس قدر فرشتے زمین پر آتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے،یا قدر اس لئے کہ کتاب (۱) قابل قدر،رسول (۲) قابل قدر کی معرفت،امت (۳) قابل قدر پر اتارا۔اس لئے سورۂ قدر میں ’’لَيْلَةُ الْقَدْرِ‘‘ کا لفظ تین وقت آیا ہے۔صاحبو!اس کو غفلت میں نہ کھویئے،اس لئے کہ جس کو دربار کے روز بھی حضوری نصیب نہ ہوئی تو پھر اس کو کیا مل سکتا ہے۔جیسے آفتاب معین برج میں آ گیا تو بارش ہوتی ہے،تمام جڑی بوٹیاں سرسبز ہو جاتی ہیں اور مختلف رنگ کے پھول کھلتے ہیں، ایسا ہی اس رات عالم بالا کو عالم سفلی کے ساتھ یہی کیفیت بہار کی پیدا ہوتی ہے۔’’تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ‘‘ (پ۳۰۔رکوع۱۔سورۂ قدر)

ترجمہ:۔یعنی روح الامین اور فرشتے اترتے ہیں۔یعنی فوجِ ملائکہ کے ساتھ جبرئیل اترتے ہیں،سبز علم کعبہ پر نصب

کرتے ہیں اور حمد کا جھنڈا آسمان اور زمین کے بیچ میں۔ مغفرت کا جھنڈا قبر شریف پر حضرتؐ کے، کرم کا جھنڈا بیت المقدس پر، رحمت کا جھنڈا کعبہ شریف پر، آج کی رات جشن شاہانہ ہوتا ہے، ملائکہ اس دن جو ذاکر اور شب بیدار ہیں ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔

ایک وہ وقت تھا کہ یہ منی کا قطرہ تھا، خون کا لوتھڑا تھا۔ ماں باپ کو گھن آتی تھی، پھر اس کو خوب صورت شکل دی، ماں کے پیٹ سے باہر آیا تو ماں باپ، قرابتدار اس پر شیدا ہوئے جب اس نے روزہ، نماز، تراویح، اعتکاف سے روحانیت میں ترقی کی تو آج عالم بالا کے لوگ بھی اپنی مناسبت سے اس کو دیکھنے آتے ہیں، 'تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ'' حضرت عیسیٰ کے اصحاب پر جبرئیل ایک بار اترے تھے، اس امت پر ہر سال اترتے ہیں، اس کی علامت یہ ہے کہ دل میں رقت، آنکھوں میں آنسو، اور بدن کے رونگٹھے کھڑے ہوجاتے ہیں، یا روح سے مراد، ارواحِ مومنین ہیں جو مومنین سے ملنے آتے ہیں، اچھے حال میں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، برے حال میں دیکھتے ہیں، تو فرشتوں سے شرماتے ہیں، اوران سے ناراض ہوتے ہیں، جس کا اثر سال بھر خسارتِ مال اور دنیاوی مصائب کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے یا روح سے مراد یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں یہ سب کیوں؟ سنو:۔

موسیٰ علیہ السلام معراج میں کئی بار حضرت کو لوٹائے، نام تو نماز کم کرنے کا تھا، حقیقت میں انعکاسِ انوارِ تجلی ذاتی کو دیکھنا تھا، اس رات خاص تجلی شبِ قدر کے جاگنے والوں پر ہوتی ہے جدھر رب ادھر سب۔ جب تجلی خدا ہورہی ہے تو اس لئے جبرئیل بھی۔ ملائکہ بھی، ارواح مؤمنین بھی، اور روح مبارک رسول اللہ ﷺ کی بھی تشریف آوری ہورہی ہے، رہا یہ کہ خدائے تعالیٰ کیوں آتا ہے سنو، وہ روزہ داروں کو تسلی دینے کے لئے ہے۔

رنج کئے ماندوے کہ ذوالمنن ☆ گویت چونی تو اے رنجور من

ترجمہ:- احسان کرنے والا (یعنی اللہ تعالیٰ) جب فرمائے کہ اے میرے غم میں رہنے والے تو کیسا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ جملہ سننے کے بعد غمگین کا غم کیسے باقی رہے گا۔

پہلے اور دوسرے دہے میں روزہ وغیرہ سے ضعف ہوگا اور آخر دہے میں ہمت پست ہوتی ہے اس لئے ہمت

بڑھانے کے لئے شب قدر مقرر ہوئی۔ اس میں تجلی خاص فرمایا تا کہ ہمت بڑھے اور رمضان شریف کی تکمیل کرسکیں۔

● جمعتہ الوداع :- اب جمعتہ الوداع کے بارے میں سنئے :-

صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے ’’ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْكُفَّارَ وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا كُتِبَ لَھُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ o (پ ۱۱۔ رکوع ۱۴۔ سورہ توبہ)

ترجمہ :- (اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ ان کو (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والوں کو) اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غضب ہوا، اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی، ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا (اگر یہ ساتھ جاتے تو ان کے نام بھی لکھے جاتے) یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

سنو صاحبو! ایک شخص بدتمیز، بدسلیقہ اور بے ادب ہے، نجاست سے آلودہ ہے اس نے نہ تو غسل کیا اور نہ کپڑے تبدیل کیا، بدن سے بدبو آ رہی ہے، ہر چند اس سے کہا گیا کہ میاں غسل کرلو کپڑے بدلو، مگر اس بھلے آدمی نے ایک نہ سنی۔ بھوت سا بنا ہوا ہے، پھر لطف یہ ہے کہ بادشاہ کی حضوری میں جانا بھی چاہتا ہے لیکن بادشاہ کو اس سے محبت ہے اور اس کو خبر بھی نہیں کی بادشاہ کو اس سے محبت ہے اگر خبر ہوتی تو اس نجس حالت کے ساتھ بادشاہ کے حضوری میں جانے کا ارادہ نہ کرتا۔

صاحبو! آپ نے بادشاہوں کے مصاحبوں کو دیکھا ہوگا کہ کس کس طرح سے صفائی کا انتظام کرتے ہیں تا کہ ان کی کوئی بات بادشاہ کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ بادشاہ تو بادشاہ اگر کسی معمولی عورت سے محبت ہو جائے تو آئینہ رکھ کر کنگھی کی جاتی ہے، ٹوپی درست کی جاتی ہے ادھر شیروانی دیکھی جاتی ہے، یہ کیوں؟ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ شخص یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ کہیں مجھ میں ایسی کوئی بات تو نہیں ہے کہ جو میری محبوبہ کی مرضی کے خلاف ہو۔

غرض ایسی حالت سے آنے والے کے لئے تو جیل تیار ہونا چاہیئے تھا مگر چونکہ بادشاہ کو اس سے محبت ہے، اس لئے بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ اس کو حمام میں لے جا کر خوب مل کر نہلاؤ وہاں شاہی لوگ جمع ہیں انھوں نے اس کو خوب مل مل کر نہلانا شروع کیا۔ ان حضرت نے نہانے میں بڑے نخرے کئے اور کہنا شروع کیا کہ ہائے میں مرا، ہائے میں جلا۔ مگر شاہی لوگ اس کو نہ سنے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ تو ہے بھولا نادان اگر ہم نے ذرا کمی کی تو یہ میلا کچیلا رہ جائے گا اور دربار کے لائق نہ ہوگا اگر کوئی شاہی لوگوں کی نہ سنے تو کسی کا کیا بگڑے گا۔ یہ شخص خود دربار سے محروم رہے گا۔

ایسا ہی انسان بڑا بدتمیز ہے، بے ادب ہے، گناہوں کی نجاست سے آلودہ ہے، نہ توبہ کا غسل کیا، نہ نیک اعمال کے کپڑے بدلا، گناہوں کی بدبو آرہی ہے' ہر چند کہنے والے کہہ رہے ہیں بھائی توبہ کرو کچھ نیک کام کرو' مگر میاں یہاں سنتا کون ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ کو اس سے محبت ہے اگر اس کو بھی خدا سے محبّت ہوتی تو ہر وقت خود کو دیکھتا رہتا کہ کونسی بات مجھ میں خدا کی مرضی کے خلاف ہے، اس حالت سے آنے والے کے لئے تو دوزخ کا حکم ہونا تھا لیکن چونکہ خدائے تعالیٰ کو انسان سے بے حد محبت ہے۔ اس لئے حکم دیا کہ اس کو تقویٰ کے حمام میں لے جا کر گناہوں سے پاک کرو، وہاں پیغمبر جو شاہی لوگوں کے مثل ہیں خوب مل مل کر نہلانے لگے یعنی جتنے خدا کے احکام ہیں وہ روح کے غسل ہیں، اب یہ لگے نخرے کرنے کہ ہائے گرمیوں کے روزے، ہائے جاڑے کی نماز وغیرہ۔ انسان چلّاتے ہی رہے مگر پیغمبر کب سنتے گناہوں سے، نجاست سے پاک ہونے کا انتظام فرمادئے۔ اس پر بھی اگر کوئی پیغمبر کا کہنا نہ سنے، ان کی اطاعت نہ کرے تو کسی کا اس میں کیا نقصان ہے وہ خود جنت سے محروم رہے گا اور جو سمجھ گیا گناہوں سے توبہ کا غسل کرکے پاک ہوگیا اور تقویٰ کا لباس پہن لیا، وہ خدائے تعالیٰ کے دربار کے لائق ہوا اور جنت اس کا ٹھکانا ہے۔

کسی وقت یا کسی شب یا کسی ماہ کے بابرکت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تجلیات میں سے کوئی تجلی اس وقت یا اس شب یا اس ماہ پر کرتا ہے تو اس وقت گناہ بہت دھلتے ہیں جیسے مکان پر تجلی ہو، جیسے کعبہ، اس پر خدا نے تجلی کی تو متبرک ہوگیا، ایسا ہی زمانہ پر تجلی کی جیسے رمضان تو وہ متبرک ہے۔

صاحبو! ایک مثال سنو! ایک شخص صابن لگا کر نہایا اور دوسرا یوں ہی بغیر صابن کے نہایا تو ضرور صابن لگانے والا جلد

اور بہت میل سے پاک ہوگا اور بے صابن والے کو پاک ہونے میں بہت دیر لگے گی۔

اسی طرح رمضان میں توبہ کر کے نیک اعمال کرنے والا جلد اور بہت سے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، اس کے برخلاف دوسرے دنوں میں توبہ اور نیک اعمال کیا تو ان دنوں میں ایسا جلد اور بہت سے گناہوں سے پاک نہیں ہوتا۔

اس لئے مسلمانو! رمضان کو غنیمت جانو۔ جن کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں وہ رمضان مبارک کے برکات کو کھلی آنکھ سے دیکھتے ہیں، جو غافل ہیں ان کو یہ مہینہ اور دوسرے مہینے دونوں یکساں ہیں۔

صاحبو! رمضان آیا اور اپنے برکات وانوار کی بارش برسایا اور رخصت ہو رہا ہے ہائے غافلوں کو کچھ خبر بھی نہ ہوئی، ان لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی مکان میں کمرہ اندر سے بند کر کے بیٹھا ہو اور باہر یہ حالت ہے کہ ابر آیا ٹھنڈی ہوائیں چلیں اور بارش ہوئی' لوگ خوش ہوئے ابر چلا گیا اور آسمان صاف ہو گیا۔ یہ حضرت مکان کے اندر ہی رہے ان کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی کہ باہر کیا سے کیا ہو گیا۔

شاہی خوشی ہوتی ہے تو ہر قیدی کوشش کرتا ہے کہ چھوٹ جائے اور رہائی ہو، رمضان المبارک کا مہینہ ہے، خدائے تعالیٰ کا عام فضل ہو رہا ہے، قیدی چھوٹ رہے ہیں۔ مسلمانو! تم پر بھی تو تعزیراتِ آخرت کے بہت سے دفعہ لگ چکے ہیں، تم بھی تو قیدی ہو، تم کو بھی رہائی کی کوشش کرنی چاہئیے۔ اب تک کچھ نہ کئے ہو تو اب بھی جو کچھ ہے غنیمت جانو۔ ان دو دنوں میں تو بھی کچھ کرلو، دیکھو رمضان چلے اور آج جمعۃ الوداع ہے مگر یہ وقت بہت مشکل کا ہے، چاروں طرف فتنے ہی فتنے ہیں۔

صاحبو! آپ کیا سمجھ رہے ہیں، آپ کے اطراف گمراہیوں کا جال پھیلا ہوا ہے، آپ کے اطراف شیطانوں کا ہجوم ہے، شیاطین الجن علیحدہ ہجوم کئے ہوئے ہیں۔ شیاطین الانس علیحدہ گھیرے ہوئے ہیں، کام کرنے والوں کو کام سے چھڑا رہے ہیں، سب سے بڑا جال حبِ دنیا کا پھیلا ہوا ہے، اس کی طرف بلانے والے الگ بلا رہے ہیں، اسی واسطے مولاناؒ فرماتے ہیں۔

صد ہزاراں دام و دانہ است اے خدا ☆ ما چو مرغانِ حریص بے نوا

ترجمہ:- اے خدا دانہ پڑا ہوا ہے اور اس پر سینکڑوں جال بچھے ہوئے ہیں، میں حریص پرندوں کی طرح ہوں۔

میر ہائی ہر دمے مارا و باز ☆ سوئے دامے می رویم اے بے نیاز

ترجمہ:- اگرچہ ہر وقت دام سے چھٹکارا پا رہا ہوں، بچ رہا ہوں اے بے نیاز، پھر بھی میں جال کی طرف چلا جا رہا ہوں۔

اے خدا! تو ہم کو نجات دیتا جاتا ہے مگر ہم اور پھنستے ہی جاتے ہیں، ہم بار بار گرتے ہیں اور آپ سنبھالتے جاتے ہیں۔ ہماری مثال اس غلام کی سی ہے جس کے بہت سے مالک ہوں، ایک حکم دیتا ہے کہ پانی پلاو، دوسرا حکم دیتا ہے کہ لیٹ جاؤ، اور تیسرا حکم دیتا ہے کہ نہیں بیٹھ جاؤ، دس آقا ہیں اور دس احکام ہیں۔

خدا کہتا ہے کہ نماز پڑھو، یہ اٹھتا ہے، ساتھ والے کہتے ہیں کہ بڑے نمازی آئے بیٹھ میاں۔

خدا کہتا ہے کہ روزہ رکھو۔ ساتھ والے روکتے ہیں۔

اب یہ اس کوشش میں ہے کہ اس سے سب خوش رہیں۔ اس شخص کی مثال ایسی ہے:

حکایت :- ایک ہردل عزیز صاحب تھے، ہر ایک کی دل جوئی کیا کرتے تھے، یہ ایک مرتبہ ایک ندی کے کنارہ پر پہنچے دیکھا کہ ایک شخص اس کنارے پر بیٹھا ہے اور ایک شخص دوسرے کنارے پر بیٹھا ہے وہ اس طرف آنا چاہتا ہے، یہ ہردل عزیز صاحب اس قریب والے کو کندھے پر بٹھا کر چلے جب بیچ ندی میں پہنچے تو خیال آیا کہ اگر اس کو کنارہ پر پہنچاؤں تو دوسرا آزردہ ہوگا اور خیال کئے کہ دوسرے کو بھی یہاں تک لانا چاہیئے، یہ خیال آتے ہی کندھے والے شخص کو بیچ ندی میں پٹک دیئے اور دوسرے کو لانے کے لئے گئے۔ جب بیچ میں اس دوسرے شخص کو لائے تو پہلا شخص ڈوبتا ہوا دکھائی دیا تو یہ اس دوسرے شخص کو پٹک کر اس کو سنبھالنے کے لئے چلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ڈوب چکا ہے پھر اس دوسرے کی خبر لینے کے لئے آئے تو اس کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔

یاد رکھیئے یہی طرز ہم بھی اختیار کر رہے ہیں مگر اس کا بھی خیال رکھیئے کہ خدا کو راضی کیے تو مخلوق بگڑتی ہے اور اگر مخلوق کو منائیں تو خدا ناراض ہو جاتا ہے، اب آپ کو اختیار ہے جس کو چاہو بگاڑ لو، اور جس کو چاہو منا لو۔

بعض امور خیر کے ہوتے ہیں، شیطان بہکاتا ہے کہ جو کام بڑے بڑے کرنے کے ہیں وہ تو تم سے ہو نہیں سکتے

اس کو کیا کرتے ہو۔اسی طرح کہتا ہے کہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں وہ تو چھوٹتے ہی نہیں ہیں،اس کو چھوڑ کر کیا متقی بنو گے، یاد رکھو یہ بھی شیطان کا دھوکہ ہے،کسی نیک کام کو حقیر مت سمجھو بلکہ جب توفیق ہو جائے فوراً اس پر عمل کرلو،اسی طرح کسی برے کام کو کم نہ سمجھو،اس سے بچتے رہو۔

حدیث شریف :- حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اے عائشہ! کسی خیر کو حقیر نہ جانو،خدا کے پاس اس کی جزاء ہے،اور نہ کسی شر کو حقیر جانو،خدا کے پاس اس کی سزا مقرر ہے۔

بعض لوگوں کو ایسی خیرات پر بھی نجات ہوگئی ہے کہ جس کا گمان بھی نہ تھا۔

حدیث شریف:- ایک فاحشہ جنگل میں جارہی تھی دیکھا کہ ایک کتا پیاسا مر رہا ہے اس کو رحم آیا،کنویں پر اس کو پانی پلانے کے لئے گئی دیکھا تو وہاں ڈول رسی کچھ نہ تھا،اس نے اپنا چرمی موزہ اتارا،اور اوڑھنی میں باندھ کر پانی نکال کر اس کتے کو پلایا اور اس میں جان آئی۔اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ کام بہت پسند آیا،اور اس کی وجہ سے اس کو بخش دیا۔

بعض کی نجات راستہ سے کانٹا ہٹا دینے کی وجہ سے ہوگئی ہے،اس لئے کسی نیکی خیر کو حقر نہ جاننا چاہیئے۔

حکایت :- حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کو ایک مرتبہ بادشاہ نے طلب کیا،آپ نہا دھو کر،عمدہ کپڑے بدل کر شاہی دربار میں چلے جارہے تھے،راستہ میں آپ نے دیکھا کہ ایک نالی ہے اور اس میں کتے کا ایک بچہ پھنسا ہوا تھا اور اس میں سے نکل نہیں سکتا تھا،حضرت کے ساتھ ایک خادم تھا آپ نے حکم دیا کہ اس کو نکالو۔بزرگوں نے ذرا ذرا سی نیکیوں کو بھی ضروری سمجھ کر کیا کہ شائد اسی سے نجات ہو جائے ہمدردی یہ ہے جو ان بزرگوں میں تھی۔ آج کل ہمدردی کہاں رہ گئی ہے؟

حکایت :- بھوپال کے مدارالمہام کی حکایت سنی جاتی ہے کہ ان کے یہاں ایک تقریب میں بڑے بڑے لوگ جمع ہوئے،عین کھانے کے وقت ایک مہتر نے کہا کہ مجھ کو مسلمان کرلو،مدارالمہام صاحب نے فوراً سب کام چھوڑ کر اس کو کلمہ پڑھایا،کپڑے تبدیل کرائے اور حکم دیا کہ اس کو بھی کھانے پر بٹھایا جائے وہ بیچارہ پرانے خیال کے سیدھے سادھے دین دار تھے،خود پر سب کو قیاس کیا اور سمجھا کہ دوسرے لوگ بھی میری طرح اس کے ساتھ معاملہ کریں گے لیکن

انھوں نے دیکھا کہ لوگ اس سے ناک منہ چڑھانے لگے، کوئی اس نومسلم کو اپنے پاس جگہ نہ دیتا تھا۔ تب انھوں نے کہا کہ تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ ایسے شخص کے ساتھ کھانا کھاؤ کہ جو بالکل بے گناہ ہے اور ایسا پاک وصاف ہوا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے، یہ برکت میں حاصل کروں گا اور میں اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلاؤں گا، اور اپنے ساتھ لے کر کھانا کھائے، یہ ہے ہمدردی، یہ ہے ذراسی نیکی کو بھی ترک نہ کرنا۔

غرض شاہ صاحبؒ نے حکم دیا کہ اس کتے کے بچہ کو اٹھالو، وہ خادم تھے ذرا چکنے چپڑے، ان کے چہرہ سے معلوم ہوا کہ ان کو ناگوار معلوم ہو رہا ہے، فوراً آستین چڑھا کر اس کو خود ہاتھ سے نکالے، حمامی کے پاس لے جا کر اجرت دے کر اس کو گرم پانی سے غسل دیا، وہ جاڑے سے اکڑ رہا تھا، اس کی جان میں جان آئی، محلّہ میں کسی کو کہہ کر انتظام کروائے کہ یہ اچھا ہونے تک کھانے کا انتظام رکھو۔

اس کے بعد ایک مرتبہ شاہ صاحبؒ ایسے موقع پر تشریف لے جا رہے تھے کہ ادھر اُدھر دونوں طرف کیچڑ تھا اور بیچ میں پگڈنڈی تھی جس پر مشکل سے ایک آدمی چل سکتا تھا آپ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک کتا چلا آ رہا ہے، جب چلتے چلتے آمنا سامنا ہوا، تب یہ منتظر تھے کہ کتا نیچے اترے تُو میں آگے چلوں اور کتا منتظر تھا کہ یہ نیچے اتریں تو میں چلوں، جب اس انتظار میں دیر ہوگئی تو شاہ صاحبؒ نے کتے سے کہا کہ تو نیچے اتر۔ یہ سن کر کتا گویا ہوا کہ افسوس فقیری کا دعویٰ اور یہ حالت، اور کہا کہ۔

گزشتہ زمانہ میں فقیروں میں ایثار تھا، اب اختیار ہے یعنی اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں شاہ صاحبؒ فرمائے تہمت نہ لگا یہ وجہ نہیں ہے جو تو کہتا ہے بلکہ میں مکلّف ہوں، تو مکلّف نہیں ہے اگر میں اترونگا تو کپڑے نجس ہوں گے۔ بغیر دھوئے نماز کیسے پڑھوں گا اور اگر تو اترے تو سوکھ کر صاف ہو جائے گا۔ کتے نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن تم اترے تو صرف ظاہری نجاست میں آلودہ ہوں گے جو ایک لوٹا پانی سے دھل سکتی ہے اور اگر میں اتر گیا تو تم کو یہ خیال ضرور پیدا ہوگا کہ میں اس کتے سے افضل ہوں۔ یہ وہ گندگی ہے جو سات دریاؤں کے پانی سے دور نہ ہوگی، اب اختیار ہے کہ آپ جس نجاست کو چاہیں اختیار کریں۔ شاہ صاحبؒ پر ایک حالت طاری ہوئی فوراً اتر پڑے، کتا نکل گیا۔

اس کے بعد الہام ہوا کہ یہ علم جو آج تجھ کو دیا گیا ہے کبھی میسر نہ ہوا تھا۔ خبر ہے اس کی وجہ کیا ہے تم نے اس کتے کے بنی نوع پر ایک مرتبہ احسان کیا تھا۔ ہم نے نہ چاہا کہ تمہارا احسان اس پر رہے اس لئے ہم نے اس کے ایک بھائی سے تم کو اس کا بدلہ دلوادیا۔ اس سے شاہ صاحبؒ پر اور زیادہ رقت طاری ہوئی۔ بہر حال حضرات اہل اللہ ذرا سی نیکی سے بھی نہیں چوکتے۔ (غرض کسی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو)

غرض روزہ دار میزان کے پاس ہیں، فکر ہے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ حکم ہوگا نیکیوں کے پلڑے میں وہ جو سحری کو کھانا کھائے ہیں وہ بھی لا کر ڈالو، سحری کا کھانا بھی ان کی نیکی ہے۔

غرض چھوٹے سے چھوٹے عمل کو حقیر نہ سمجھو، اور بڑے سے بڑے عمل پر ناز مت کرو کہ ہم وہ ہیں کہ روزہ رہے، تراویح پڑھے، راتوں کو جاگے، یہ کئے وہ کئے وغیرہ، تو ناز کس بات کا ہے، اگر ایک بیمار شخص دوا پی کر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میں ایسا شخص ہوں کہ میں آج کونین پیا ہوں، لوگ کہیں گے احمق پہلے اپنی عقل کا علاج کر تو ناز کس پر کرتا ہے، دوا کی تو کچھ تیرا نفع ہوگا، احسان کس پر جتلاتا ہے، اسی طرح اگر آپ روزہ رہے، نماز پڑھے، دل بیمار تھا تو اس کا علاج کئے، اس سے دوسروں کو کیا فائدہ۔

خیر یہ تو واضح بات ہے مگر نیکیوں کے متعلق ایک بہت چھپی ہوئی غلطی کو عرض کرتا ہوں ذرا غور سے سنیئے:۔
آپ اپنے کو ایسا برا سمجھتے ہونگے کہ جو کچھ نیکی کرتے ہیں اس کو نیکی ہی نہیں سمجھتے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ہماری کیا نماز، اور کیا روزہ وغیرہ۔ اس کو تواضع سمجھتے ہیں، یہ آپ کا خیال ہوگا یہ تو اچھا ہے، پھر برا کیا ہے سنیئے:۔

دوستو! یہاں گنگا، جمنا مل کر چلتے ہیں، طاعت، معصیت ساتھ ساتھ ہیں، سوچ سمجھ کر قدم رکھیئے۔ اس تواضع پر ایک حکایت یاد آئی۔

حکایت:۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ریل میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں چند نو تعلیم یافتہ حضرات بھی آئے اور بہت دیر تک کچھ علمی گفتگو کرتے رہے، اتنے میں ایک غیر مسلم بھی وہاں آ گیا وہ کوئی عہدہ دار معلوم ہوتا تھا۔ یہ نوجوان آپس میں شعر پڑھ رہے تھے، اس بے چارہ غیر مسلم کی شامت آئی۔ اس نے کہا یہ شعر ذرا پھر تو

پڑھیئے۔ ان لوگوں نے اس کا مذاق اڑانا شروع کیا، شاید آج کل کی تہذیب میں یہ بھی ہے ایک نے کہا کیوں صاحب آپ شاعر ہیں، اس نے کہا نہیں، دوسرے نے کہا اعادہ شعر کرانا سخن فہمی پر موقوف ہے اور سخن فہمی سخن گوئی پر، اس لئے آپ ضرور شاعر ہیں، تیسرے نے کہا کہ یہ تو صرف آپ کی تواضع ہے، چوتھے نے کہا کہ ان کا تخلص مسکین ہے۔ یہ شعر آپ ہی کا معلوم ہوتا ہے۔

مسکین خرا گرچہ بے تمیز ست　　　چوں بارہمی برد عزیز است

ترجمہ:- مسکین بے چارہ گدھا بدتمیز ہے، چونکہ وہ بوجھ اٹھاتا ہے اس لئے پسندیدہ ہے۔

اس کے بعد انھوں نے کھانا نکالا اور غیر مسلم سے کہا کہ آیئے جناب آپ بھی کچھ گوہ، مُوت کھایئے دوسرے نے کہا ہائے! کھانے کی بے ادبی کرتے ہو، اس نے جواب دیا بے ادبی نہیں تواضع کی ہے، اپنے کھانے کو کھانا کہنا تکبّر ہے، میں تو تواضع سے گوہ، مُوت کہہ رہا ہوں۔

جیسے ان لوگوں کی تواضع تھی لوگ اسی طرح کی تواضع کرتے ہیں کہ ہماری کیا نماز، کیا روزہ وغیرہ سنیئے اخلاق حسنہ جو ہیں وہ وسط (درمیانی چال) ہیں ادھر تکبّر ہے ادھر تواضع میں بڑھ گئے تو کفرانِ نعمت ہے، ناشکری ہے۔

یہ شیطان کا ہتکنڈہ ہے اس طرح نیکیوں کا اثر دل سے دور کرتے کرتے نیکیاں چھڑاتا ہے۔

حکایت:- ایک شخص ذکر بہت کیا کرتا تھا، ایک روز شیطان نے اس کو بہکایا، تُو اتنے دنوں سے اللہ اللہ کرتا ہے، اس سے کیا نفع ہے، اس نے اس روز سے ذکر چھوڑ دیا، اس کے خواب میں اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو بھیجا اور کہا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آج تو نے ہمارا ذکر کیوں نہ کیا انھوں نے کہا حضرت اتنے دن سے ذکر کرتا ہوں اُدھر سے نہ پیام ہے نہ جواب۔

گفت آں اللہ تو لبیک ماست　　　دیں نیاز و سوز و دردت لبیک ماست

ترجمہ:- تو نے جب اللہ کہا تو اس کا جواب یہ ہے، یہی تیری عاجزی، تیرا اللہ کے عشق میں جلنا یہ ہمارا جواب ہے۔

تیرا اللہ اللہ کہنا ہی ہمارا جواب ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر تمہارے پاس آ کر اگر کوئی تمہاری مدح کرنے

لگے اور تمہارا نام لینے لگے تو اگر تم اس سے راضی ہونگے تو اس کو منع نہ کرو گے اور دوسرے وقت بھی اپنے پاس آنے کی دعوت دو گے اگر ناراض ہونگے تو فوراً نوکر کو کہو گے اس کو نکال دو، اسی طرح سمجھیئے کہ خدا کے دربار میں حاضر ہونا بغیر توفیق حق اور بغیر رضا مندی نہیں۔ پس تم کو جو توفیق بار بار حاضری کی اور نام لینے کی دیتے ہیں، یہ دلیل ہے اس کی کہ تم مقبول ہو، اور تمہارا عمل مقبول ہے، اگر مردود ہوتے تو ہرگز دوبارہ توفیق حاضری کی نہ ہوتی، جس کو چاہتے ہیں ہدایت فرماتے ہیں، بغیر ان کی عنایت کے کچھ نہیں ہوتا دوبارہ جو نام لیتے ہو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ پہلا لیا ہوا نام مقبول ہے، برابر کام کیئے جاؤ، اپنی دھن میں لگے رہو۔ تو نماز، روزہ میں دو حیثیتیں ہیں:

(۱) ایک ہمارا عمل ہے اس لحاظ سے تو کوئی شئے نہیں ہے

(۲) دوسرے یعنی جس اعتبار سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے بڑی بھاری نعمت ہے اور قابل شکر ہے، اس لئے کوئی پوچھے کہ کیا روزہ رہے تھے تو یہ مت کہو کہ اجی میرا کیا روزہ بلکہ یوں کہو کہ میں کیا چیز ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اس کا شکر ہے، اس میں عجب بھی نہیں ہے اور خدا کی نعمت کا شکر بھی ادا ہوگا۔

توفیق کا بیان:- صاحبو! اب توفیق کے بارے میں سنو، ارشاد باری ہو رہا ہے:۔

''مَنْ جَآءَ بِا لْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا'' (پ۸۔ رکوع ۲۰۔ سورۂ انعام)

ترجمہ :- جو شخص نیک کام کرے گا تو اس کو دس حصّے (ملیں گے)۔

مسلمانو! اگر تم نے ایک نیکی کی تو کیا ہوا، تم وہ ایک نیکی کرنے کے پہلے میں تمہارے ساتھ دس (۱۰) نیکیاں کر چکا ہوں، جب کہیں تم کو ایک نیکی کرنے کا موقع ملا ورنہ تم سے وہ ایک نیکی بھی نہیں ہو سکتی تھی، ہر نیکی کو ایسا ہی سمجھو، مثال کے طور پر عرض ہے کہ روزہ دارو! رمضان میں تم نے روزہ رکھا، تم سے ایک نیکی ہوئی مگر تمہارے لئے دس نیکیاں پہلے ہی طے ہو چکی ہیں، جس کی وجہ سے تم رمضان میں روزہ رکھ سکے۔

سنو! عدم سے میں نے تم کو وجود میں لایا، ورنہ عدم میں تم کیسے روزہ رکھتے، پھر تم کو باقی رکھا اگر ساتھ والوں کی طرح مر جاتے تو پھر کیسے روزہ رکھتے اور مردوں کی طرح روزوں کے لئے ترستے مگر روزہ نہ رکھ سکتے تھے تو ہمارا ایک

احسان یہ ہوا۔ دوسرا احسان یہ ہوا کہ اگر تم کو موجود تو کرتے مگر گدھا، بیل وغیرہ بناتے تو بتلاؤ کیسے روزہ رکھتے، یہ ہمارا دوسرا احسان ہے کہ ہم نے تم کو انسان بنایا جس کی وجہ سے تم روزہ رکھ سکے۔ تیسرا احسان یہ ہوا کہ ہم تمہاری پرورش اور نگرانی اس طرح کئے کہ تمہارے قویٰ روزہ رکھنے کے قابل رہے۔ اگر بالکل ناتواں بنادیتے تو پھر تم کیسے روزہ رکھتے۔ پانچواں احسان یہ ہوا کہ دن کو نورانی رزق اور رات کو جسمانی رزق پہنچاتے رہے، ورنہ روزہ رکھنا تم کو بہت مشکل ہوتا۔ یہ سب کچھ ہوتا مگر تم کو کیسے معلوم ہوتا کہ بارہ مہینوں میں رمضان خیر و برکات کا مہینہ ہے اس میں اس طرح روزہ رہنا چاہیئے، پھر اس سے یہ درجے ملنے والے ہیں۔ یہ ہمارا چھٹا احسان ہے کہ ہم نے تمہارے واسطے اپنے پیغمبر بھیجے، کتابیں اتاریں، جس سے تم کو سب کچھ معلوم ہو گیا، ورنہ تم کیا کرتے۔ پیغمبر بھی آتے اور کتاب بھی آتی مگر بات گول مول رہ جاتی تو تم کیا کرتے یہ ہمارا ساتواں احسان ہے کہ تمہارے لئے ہر چیز کو صاف صاف بیان کیا کہ افطار کرو‘ سحر کھاؤ اس کے اوقات مقرر کئے وغیرہ سب کچھ ہوتا مگر تمہارے اور بھائیوں کی طرح توفیق نہ ہوتی تو تم بھی منہ میں سگریٹ لئے رمضان کی بے حرمتی کرتے پھرتے یہ ہمارا آٹھواں احسان ہے کہ ہم نے تم کو روزہ رکھنے کی توفیق دی‘ روزہ رکھ کر تمہاری نیت دکھاوے‘ ریا وغیرہ کی ہوتی یا اور کوئی گناہ کرتے جس سے روزہ تمہارا ناقص ہوتا یہ میرا نواں احسان ہے تمہاری نیت میں اخلاص دیا‘ تمہارے روزہ کو گناہ سے بچایا کہ خود بخود خیال آتا کہ روزہ ہیں کیا گناہ کریں۔

سب ہو کر تم ہمارے قابل کیا روزہ رکھتے۔ سچ ہے جب توفیق ہوتی ہے تو عجب کام بنتے ہیں۔

حکایت:- حضرت سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ‘ کا زمانہ خلافت ہے‘ ایک قلعہ کی فتح کے لئے فوجیں گئی ہوئی ہیں‘ اس فوج کے سپہ سالار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ‘ ہیں وہاں کے بادشاہ کی ایک لڑکی تھی‘ جب اس قلعہ کا محاصرہ ہوا تو ایک روز اُس شہزادی نے لشکرِ اسلام کی طرف دیکھا تو اس میں اسکی نظر ایک عرب نوجوان پر پڑی جو خوبصورت بہادر تھا اور دادِ شجاعت دے رہا تھا‘ اس شہزادی نے آہیں بھرنا شروع کیا‘ سہیلیوں نے پوچھا یہ آہیں بھرنے کا کیا موقع ہے‘ شہزادی نے کہا یہ قلعہ اسی نوجوان کے ہاتھوں فتح ہو جائے گا۔ سہیلیوں نے دریافت کیا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ شہزادی نے کہا کہ عنقریب تم کو بھی معلوم ہو جائے گا۔

شہزادی نے کسی قاصد کو اس جوان کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ کچھ ایسا کرو کہ میں تمہاری ہو جاؤں اور تم میرے،
اس نو جوان نے کہا کہ ہاں ایسا ہو سکتا ہے مگر اس کی ایک شرط ہے کہ باہر کا قلعہ میرے حوالہ کر دو، اور اندر کا قلعہ اللہ کے
حوالہ، پھر شہزادی نے کہلا بھیجا کہ باہر کے قلعہ کا مفہوم تو سمجھ میں آیا، اندر کے قلعہ کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا، تو اس نو جوان
نے کہا کہ اندر کا قلعہ دل ہے اس کو اللہ کیلئے کھول دو، تاکہ خدا کے توحید کی فوج اس میں آ جائے، جیسے اس قلعہ میں ہماری
فوج داخل ہوگی اس نے حکم دیا کہ قلعہ کھول دو، تب مسلمانوں کی فوج اس میں آ گئی، جب وہ نو جوان سامنے آیا تو کہا کہ
اس قلعہ کو میں نے تمہارے لئے کھول دیا۔ اس جوان نے تب اسلام پیش کیا تو کہا کہ میں اپنے قوم کی شہزادی ہوں،
شاہانہ ہمت رکھتی ہوں، تمہاری فوج میں جو سب سے بڑا ہو، اس کے پاس لے چلو، اس کے ہاتھ پر مسلمان ہونگی اور
دریافت کیا کہ وہ کون ہیں، نو جوان نے کہا کہ ہمارے سالار امیر المومنین کے فرزند عبداللہ ہیں، وہاں جا کر اس نے
دریافت کیا کہ کیا آپ سے بھی کوئی بڑا ہے کہ میں اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔ عبداللہؓ کہے میرے والد امیر
مومنین عمرؓ ہیں، اس نے کہا کہ وہیں لے چلو، بے حساب مال و دولت لی ہوئی حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئی، یہاں بھی
اس نے ویسا ہی دریافت کیا کہ کیا آپ سے بھی بڑا کوئی ہے آپ فرمائے ہاں **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ
وسلم** ہیں یہ آپ کی قبر شریف ہے، روضۂ مبارک کے پاس آ کر ادب سے بیٹھ گئی اور پڑھی "**اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
واَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ**" اور عرض کیا یا رسول اللہ میں تاریکی میں سے نور میں آئی ہوں، مجھے ڈر ہے یا
رسول اللہ کہ کہیں ایمان کے بعد گناہ نہ کر بیٹھوں جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، یا رسول اللہ! اس کا صدقہ، گناہ صادر
ہونے سے پہلے میری روح قبض ہو جائے، رسولؐ کے روضۂ مبارک پر سر رکھ کر روتی جاتی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی، تھوڑی
دیر نہیں گذری کہ اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضرت عمرؓ اس حُسن خاتمہ پر روئے ہیں، سب صحابہ مل کر
دفن کر دیئے۔ یہ ہے توفیق۔

حکایت:- یرموک میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی، حضرت عمرؓ انتظارِ خبر میں روزانہ بستی کے باہر جا کر کھڑے
رہتے۔ ایک دفعہ ایک اونٹنی سوار سے جنگل میں ملاقات ہوئی، آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو، اس

نے کہا کہ یرموک سے، آپ جنگ کا حال اس سے پوچھنے لگے، اس نے آپ کو نہ پہچانا اس لئے کہ یہاں نہ تاج خلافت ہے نہ اور کوئی نشانی اس لئے وہ التفات نہ کیا، وہ اونٹنی دوڑاتا چلا جارہا تھا اور حضرت عمرؓ اونٹنی کے ساتھ ساتھ دوڑتے جارہے تھے، جب آبادی کے قریب آئے تو لوگوں نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یا امیر المومنین کہنا شروع کیا، تب اس نے آپ کو پہچانا اور معذرت کرنے لگا، آپ نے فرمایا میں نے جو قدم اٹھائے ہیں وہ اللہ کے لئے ہیں، یہ ہیں وہ لوگ جو ہر کام اللہ کے لئے کرتے ہیں۔

یہ ہمارا دسواں احسان ہے کہ ہم تمہارے ٹوٹے پھوٹے روزہ کو قبول فرمالیتے ہیں۔ غرض اس طرح کے ہمارے دس احسان تم پر ہوئے ہیں تب کہیں تم ایک حَسَنَۃٌ (نیکی) کئے ہو، اس لئے تم کو بھی چاہیئے کہ تمہارا جینا، مرنا، اٹھنا، بیٹھنا اور ہر کام ہماری مرضی کے موافق ہوا کرے، ہمارے ہی خیال سے ہوا کرے، یہ بھی ہمارا ایک احسان ہے کہ برائی میں ایک کا ایک ہی گناہ لکھا جائے گا، ویسے بہت سے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور جن گناہوں کا بدلہ دیا جاتا ہے وہ بھی ان ہی گناہوں کا کہ جن کو خود تم نے کیا ہے کسی دوسرے کا بوجھ تم پر نہیں لادا جائے گا اور نہ تمہارا بوجھ دوسروں پر:۔ ''وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْھَاج وَلَا تَزِرُوَازِرَۃٌ وِّ زْرَاُخْرٰی'' (پ ۸۔ رکوع ۲۰۔ سورہ انعام)

ترجمہ:- اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے، اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاویگا

حکایت: - حضرت عمرؓ کے دور میں سلطنت ہی کیا تھی جس کی لالچ ہوتی، اگر آج ویسی سلطنت دی جائے تو لوگ انکار کردیں۔

دوپہر کا وقت ہے گرمی بیحد ہورہی ہے اس وقت حضرت عمرؓ چلے جارہے ہیں، حضرت عثمان نے پوچھا، امیر المومنین کہاں جارہے ہو، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں بیت المال کا ایک اونٹ غائب ہوگیا ہے، اس کی تلاش کے لئے جارہا ہوں، حضرت عثمانؓ فرمائے اس گرمی میں کیوں تکلیف اٹھارہے ہو، اگر کسی کو حکم دوگے تو وہ تلاش کرلے گا۔ آپ فرمائے قیامت کی گرمی اس سے زیادہ شدت کی ہے ممکن ہے یہاں کوئی میرا بوجھ اٹھا کر اونٹ ڈھونڈھ لائے گا لیکن کل قیامت میں میرا بوجھ کون اٹھائے گا۔ ''لَاتَزِرُوَازِرَۃٌوِّزْرَ اُخْرٰی''

مسلمانو! ایک سہولت خاص تمہارے لئے یہ رکھی گئی ہے کہ جیسے مکتب میں چھوٹے بچہ سے خطا ہوتو انتظار کرتے ہیں، بڑے بچہ سے خطا ہوتو بڑے بچہ کو سزا دیتے ہیں تا کہ چھوٹے بچہ کو اس سے غیرت آئے اور عبرت ہو۔ ایسا ہی "وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ" (پ۸۔ رکوع ۲۰۔ سورہ انعام)

ترجمہ:- اور وہ ایسا ہے کہ جس نے تم کو زمین میں صاحبِ اختیار بنایا۔

اے امت محمدی تم کو اور امم کے بعد پیدا کیا تا کہ تم کو عبرت حاصل کرنے کا موقع ملے "وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ" (پ۸۔ رکوع ۲۰۔ سورہ انعام)

ترجمہ:- اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تا کہ (ظاہراً) تم کو آزماوے۔

دیکھیں تم ان سے عبرت لیتے ہو یا نہیں، اس لئے مسلمانو! غور کرو، کہاں ہیں وہ زبردست قومیں، کہاں ہیں وہ بادشاہانِ ذی اقتدار، جب انھوں نے خدا کا خلاف کیا تو ان کو سخت سزا دی گئی ان سے عبرت لو۔ عبرت کے لئے یہ کیا کچھ کم ہے کہ دنیا مثل ریل کے ہے جہاں لوگ سوار ہوتے اترتے ہیں اور ہر وقت گھنٹی بج رہی ہے کہ چلو، بیدار ہو، تم کو یہ سفر درپیش ہے۔

صاحبو! آپ غور کیئے کہ جنازہ کی نماز میں تکبیریں و اذان کیوں نہیں، اس لئے کہ جنازہ کی نماز کی اذان وتکبیر پیدا ہوتے ہی بچہ کے کان میں دے دی گئی ہے، اس سے بچہ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اذان وتکبیر ہو چکی ہے صرف نماز جنازہ کا انتظار کرو، اور موت کو مت بھولو "ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ٥" (پ۸۔ رکوع ۲۰۔ سورہ انعام)

ترجمہ:- پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو بتلا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔

تم سب کو ہمارے ہی پاس آنا ہے، وہاں ایک بازار لگے گا، اقسام، اقسام کی عمدہ چیزیں سجائی جائیں گی مگر تمہارا جیب خالی ہوگا۔ اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی، وہاں ایک خاص سکہ کی ضرورت ہے اگر وہ تمہارے پاس نہ ہوگا تو تم مفلس ہوں گے دنیا کا افلاس اس کے مقابل کچھ نہیں، یہاں کا افلاس ایک دن میں ختم ہو جائے گا لیکن وہاں کے افلاس کا خاتمہ نہیں۔

سنو صاحبو! وہ سکہ نیک عمل ہے جتنا ہو سکے جمع کرلو ورنہ پچھتاؤ گے۔

حکایت:- ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دیوار شق ہوئی اور اس میں سے ایک محراب نمودار ہوئی، اس محراب میں سے حسین عورتیں نکلیں اور ایک بدصورت عورت بھی، میں دریافت کیا کہ تم کن کیلئے ہو، اور یہ کس کیلئے۔ عورتوں نے کہا ہم سب آپ ہی کیلئے ہیں، خوبصورت عورتیں تمہاری وہ راتیں ہیں جو خدا کی عبادت میں گزریں اور یہ کالی عورت وہ رات ہے جو غفلت میں کٹی، اگر تم اس رات مرتے تو تم کو اس سیاہ عورت سے سابقہ پڑتا۔

حکایت:- حضرت قطب الدین محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک چکور کا جوڑا تھا اس کی مادہ کی آنکھ میں موتیا اتر آیا، اندھی ہوگئی۔ ایک دن میں نے چاہا کہ اللہ کے واسطے ان کو چھوڑ دوں، اس لئے پنجرہ کا دروازہ کھول دیا لیکن مادہ نہ اڑ سکی، تب نر جا کر ایک نیلی لکڑی جو دو جو برابر تھی چونچ میں لے آیا اور میرے سامنے اس لکڑی کو مادہ کی آنکھ میں پھیرا جس سے دو نیلے قطرے نکلے اور آنکھ اچھی ہوگئی۔ اس کے بعد دونوں اڑ کر چلے گئے۔ نر اس لکڑی کو میری طرف پھینکتا گیا، میں نے اس خیال سے کہ دیکھوں خدا نے اس لکڑی میں کیا تاثیر رکھی ہے اپنے عمامہ میں رکھ لی، اس کے بعد کسی ضرورت سے میں باہر نکلا تو سامنے سے ایک جنازہ آرہا تھا اور جنازہ کے سامنے دو آدمی کشتی کررہے تھے، ان میں سے ایک نہایت خوبصورت چاند سا چہرہ والا تھا اور نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ دوسرا نہایت بدشکل، سیاہ رنگ کا تھا خوبصورت آدمی ہر وقت بدصورت آدمی کو پچھاڑ دیتا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ جنازہ کے آگے یہ کیا تماشہ ہورہا ہے، لوگوں نے کہا کہ مولانا ہم کو نہیں معلوم، کیوں کہ ہم کو کچھ نظر نہیں آرہا ہے میں نے خیال کیا کہ یہ اس لکڑی کا اثر ہے، حیرت میں تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے میں ساتھ ساتھ چلا یہاں تک کہ قبرستان پہونچ گیا، وہاں قبر تیار تھی، مردے کو قبر میں اتارے تو وہ خوبصورت آدمی بھی اس میت کے ساتھ قبر میں اتر گیا اور مردہ سے ایسا لپٹ گیا جیسے ماں بچہ کو لپٹا لیتی ہے، دفن کے بعد فاتحہ پڑھ کر ہم لوگ واپس ہوئے تو بدشکل، آدمی ہمارے آگے آگے چل رہا تھا میں نے دوڑ کر اس کو پکڑ لیا اور دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مولانا آپ کیوں دریافت کرتے ہیں، میں نے کہا کہ ہمارا کام ہی تحقیق کرنا ہے، تب اس نے جواب دیا کہ میں مردہ کا اعمال بد ہوں، اور وہ شخص جو مردہ کے ساتھ لیٹ گیا وہ اس کے

اعمال نیک ہیں، اب وہ مردہ کے ساتھ ہمیشہ رہے گا، اس شخص کی نیکیاں غالب تھیں اس لئے میری کچھ نہ چلی، اگر برائیاں غالب ہوتیں تو میں قبر میں اس کے ساتھ رہتا اور ہمیشہ تکلیف دیتا رہتا۔

اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان کا عمل اس کے ساتھ قبر میں دفن ہو جاتا ہے "اِنْ کَانَ عَمَلُہٗ صَالِحًاo آنَسَ صَاحِبَہٗ وَبَشَّرَہٗ o وَوَسَّعَ عَلَیْہِ قَبْرُہٗ وَنَوَّرَہٗ وَحَمَاہُ مِنَ الشَّدَائِدِوَالاَ ھْوَالِ وَالْعَذَابِ o اِنْ کَانَ عَمَلُہٗ سَیِّئاً فَزَعَ صَاحِبَہٗ وَرَوَّعَہٗ وَاَظْلَمَ قَبْرُہٗ وَضَیَّقَہٗ وَعَذَّبَہٗ خَلّٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الشَّدَائِدِo"

ترجمہ :- اگر مردہ کے اعمال نیک ہوں تو وہ نیک اعمال اس کے عمل کرنے والے کو انسیت پہنچاتے ہیں اور اس کو خوشخبری پہنچاتے ہیں، اور سختیوں سے، آفتوں سے اور عذاب سے بچاتے ہیں، اور اگر اس کے اعمال برے ہوتے ہیں تو اس اعمال والے کی رسوائی ہوتی ہے اور اس کی قبر میں اندھیرا ہو جاتا ہے، اور اس کی قبر میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو عذاب دیا جاتا ہے اور اس کو اس کی سختیوں میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

حکایت :- حضرت امام یافعیؒ فرماتے ہیں کہ یمن میں ایک مردہ کو دفن کئے جب لوگ واپس ہوئے تو قبر میں کسی کو زور سے پٹکنے کی آواز آئی، اس کے بعد قبر سے ایک کالا کتا نکلا، ان بزرگ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا کہ میں مردہ کا برا عمل ہوں، تب آپ نے دریافت کیا کہ یہ پٹکنے کی آواز کیا تھی، اس نے جواب دیا کہ یہ مردہ قرآن بہت پڑھتا تھا۔ اس لئے قرآن نے آکر مجھ کو پٹک کر باہر نکال دیا۔

غرض جس کا عملِ صالح غالب ہو تو عملِ بد کو نکال دیتا ہے، اگر برا عمل غالب ہوتا ہے تو "اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ • وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌo (پ۸۔ رکوع ۲۰۔ سورہ انعام)۔

ترجمہ:- بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے، اور وہ بالیقین بڑی مغفرت کرنے والا اور بڑی مہربانی والا ہے۔

غم و شادمانی نمائد و لیک ☆ جزائے عمل ماندہ نام نیک

ترجمہ :- نہ خوشی رہتی ہے نہ غمی رہتی ہے لیکن اچھے اور برے عمل کا بدلہ اور نیک نامی باقی رہتی ہے۔

اس لئے سمجھ دار وہی ہے جو جلد عمل نیک جمع کرے اور غافل وقت کھو کر پچھتا تا ہے۔

نیکیاں کرنے اور گناہ چھوڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ ماہ رمضان میں عبادت اور تقویٰ اختیار کرنے میں جو لطف آیا ہے اس کو شوال میں یاد کیا جائے ، اسی طرح گناہ چھوڑنے کے لطف کو یاد کر کے اور ہمت کر کے اسی لطف کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

صاحبو! آپ رمضان میں اس لئے تقویٰ اختیار کئے تھے کہ روزے چند دن رہنا ہے سال بھر نہیں ہے، اسی طرح گیارہ مہینوں میں ایک دم بار مت ڈالو بلکہ نفس سے کہو کہ ہر مہینہ میں ایک ہفتہ تقویٰ اختیار کر۔ چند ماہ کے بعد ایک ایک دن بڑھاؤ۔ اس طرح ایک ایک دن بڑھتے بڑھتے ایک دن وہ آئے گا کہ آپ متقی کامل ہو جائیں گے۔

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ کی تفصیل: صاحبو! اب لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ کی تفصیل سنئے:

اعمال کے دو گھن ہیں، ایک ریا، دوسرے حقوق العباد۔

صاحبو! ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ "یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ o وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ o وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ o (پ۳۰۔ رکوع ۱۔ سورہ عبس)۔

ترجمہ:- اس روز آدمی اپنے بھائی سے، اور اپنی ماں سے، اور اپنے باپ اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (یعنی اس دن کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا)

اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے، ماں باپ سے، بیوی سے، اولاد سے، وہ دن ایسا ہوگا کہ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ "یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ" (پ۲۹۔ رکوع ۱۔ سورہ معارج)

ترجمہ :- (اور اس روز) مجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹے۔

وہ دن ایسا دن ہوگا کہ جس میں انسان آرزو کرے گا کہ اپنی بیوی، اپنی اولاد، اپنے بھائی، اپنا خاندان اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ دے کر خود کو بچالے "کَلَّا"، مگر کسی تدبیر سے چھوٹ نہ سکے گا۔

"یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط (پ۳۔ رکوع ۳۴۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ :- اس دن نہ تو خرید وفروخت ہوگی، نہ دوستی ہوگی اور نہ (بلا اذن الٰہی) کوئی سفارش ہوگی۔

وہ دن نہ سفارش کام آئے گی نہ دوستی۔ اس دن کی گھبراہٹ کا اس سے اندازہ کیجئے کہ:۔

"تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ" (۱۷۔ رکوع ۱۔ سورہ حج)

ترجمہ:- (اس روز) تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت کے) اپنے دودھ پلانے والے بچہ کو بھول جائیں گی، اور ہر حاملہ عورت کا مارے ہیبت کے حمل ساقط ہوجائے گا مارے ہیبت کے ایسا معلوم ہوگا کہ نشہ میں ہے حالانکہ نشہ میں نہیں ہے۔ خدا کے عذاب سے ہوش اڑے رہیں گے۔

یہ وہ دن ہے کہ جس کا نام "يَوْمُ الْفَصْلِ" (پ۲۳۔ رکوع ۲۔ سورہ صٰفّٰت)

ترجمہ :- (ہاں) یہ فیصلہ کا دن ہے، احکم الحاکمین کے فیصلہ کا دن ہے۔

اس دن کو "يَوْمٍ عَظِيْمٍ" (پ۱۹۔ رکوع ۶۔ سورہ شعراء) ترجمہ: بڑا سخت دن

"يَوْمٌ عَسِيْرٌ" (۲۹۔ رکوع ۱۔ سورہ مدثر) ترجمہ: مشکل دن۔

"يَوْمًا ثَقِيْلًاo" (۲۹۔ رکوع ۱۔ سورہ دہر) ترجمہ: بھاری دن، کہتے ہیں۔

اس دن کیا ہوگا۔ "يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (پ۳۰۔ رکوع ۱۔ سورہ التطفیف)

ترجمہ:- جس دن تمام آدمی ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہر شخص عمر بھر کا حساب دینے کے لئے پیش ہوگا، وہ بھی سرسری طور پر نہیں بلکہ "يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَاقَدَّمَتْ يَدَاهُ" (پ۳۰۔ رکوع ۲۔ سورہ نبا)۔

ترجمہ:- ایسا دن جس میں ہر شخص ان اعمال کو (اپنے سامنے حاضر) دیکھ لے گا۔

جو جو کئے ہیں سب سامنے ہوں گے۔ "فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُo" (پ۳۰۔ رکوع ۱۔ سورہ الزلزال)۔

ترجمہ :- جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا۔

ذرا ذرا سی بھلائی اور ذرا ذرا سی برائی سب سامنے ہوگی، نہ وہاں کوئی وکیل ہے نہ مختار، نہ کوئی سفارش کرنے والا، نہ کسی کو کسی سے الفت و پیار، باپ، بیٹے پر دعویدار، بیٹا باپ پر حاکم، اور خدائے تعالیٰ عادل وقہار، اللہ اللہ "یَوْمَ لَاتَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا ط" (پ۳۰۔رکوع ا۔سورہ الانفطار)

ترجمہ:- جس روز کوئی کسی کا بھلا نہ کر سکے گا۔

اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔"وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِo" (پ۳۰۔رکوع ا۔سورہ الانفطار)

ترجمہ:- اور تمام حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی۔

اس دن خدا ہی کا حکم رہے گا۔

صاحبو! ایسے کٹھن دن کے واسطے ہم کیا سامان تیار کر رہے ہیں، کیا دن رات میں دو چار منٹ بھی ہم کو اس دن کی کچھ فکر ہوتی ہے، مسلمان کے لئے اس دن پر ایمان لانا ضروری ہے پھر ہم غافل کیوں ہیں' کیا کوئی تدبیر اس دن کے نجات کی کر چکے ہیں، دنیا جو ہر وقت معرض زوال میں ہے اس کی فکر میں تو رات دن پریشان ہیں، نعمتِ آخرت جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے، جہاں ہم کو ہمیشہ رہنا ہے اس سے ایسے غافل ہیں گویا آخرت خواب وخیال ہے۔

حکایت:- ایک بزرگ نے کسی دنیادار سے جو مال وجاہ کی ہوس میں بے قرار تھا پوچھا کہ بھائی دنیا کے حاصل کرنے میں تمہاری کوشش کس درجہ کی ہے، دنیادار نے کہا حضرت کیا کہوں بیحد کوشش کرتا ہوں، رات دن ہمارا کام ہی یہ ہے، صبح کو بستر سے اٹھتے ہی پہلے اس کی فکر ہوتی ہے، رات کو سونے کے وقت بھی دو ایک گھنٹہ تک اسی سوچ میں نیند نہیں آتی۔ غرض اس فکر کے سواء دوسرا خیال ہی نہیں آتا۔ ان بزرگ نے فرمایا اچھا میاں یہ بتلاؤ کہ اتنی کوششوں کے باوجود تم کو دنیا کے مقصدوں میں کامیابی کتنی ہوتی ہے یعنی تمہاری خواہشات کتنے پورے پورے ہوتے ہیں، کہا حضرت جتنے خواہشات ہیں ان کا دسواں حصہ بھی اتفاق سے حاصل ہوتا ہے اور عرض کیا حضرت کچھ دعا فرمائیے

کہ اللہ تعالیٰ میرے دلی مقاصد کو پورا کرے، ان بزرگ نے فرمایا، بابا دنیا ایک مردار، آنے جانے والی چیز ہے وہ تو باوجود اتنی کوشش کے تم کو ہاتھ نہیں آتی تو آخرت جو بے بہا نعمت ہے، ہائے اس کے لئے بھی کچھ فکر ہے، کیا وہ بے کوشش کے حاصل ہو جائے گی یہ کیا خیال ہے۔

چوں شود حاصل ترا چیزے ازاں ☆ من نگویم خود بگوائے نکتہ داں

ترجمہ:- اے عقل مند میں نہیں کہتا ہوں تو خود کہہ کہ اس آخرت سے تھوڑی سی چیز بھی تجھ کو کیسے حاصل ہوگی۔

صاحبو ! کم از کم اب بھی ہم کو ہوش سنبھالنا چاہیئے۔ غرض صاحبو! ایسے مصیبت کے دن اہلِ حق گھیر لیں گے، کوئی کہے گا یہ مجھ کو مارا تھا، کوئی کہے گا مجھ سے خدمت لے کر مزدوری نہیں دیا تھا، کوئی کہے گا ناحق میرا مال کھایا تھا، کوئی کہے گا مجھے گالی دیا تھا، کوئی کہے گا میری غیبت کیا تھا۔ غرض سینکڑوں دعوے پیش ہوں گے، بندہ گھبرا کر خدا کی طرف سر اٹھائے گا شائد خدا ان جھگڑوں سے چھڑا دے، ادھر سے ارشاد ہوگا۔ ''اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ ؕ لَاظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ'' (پ۲۴۔ رکوع ۲۔ سورہ المومن)

ترجمہ :- آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا آج (کسی پر) ظلم نہ ہوگا۔

یہ ظلم کی جگہ نہیں جو کئے ہیں اس کا بدلہ ملنا ضرور ہے، ہائے رے اس وقت کی مایوسی، بندہ ہکا بکا ہو کر چوطرف دیکھے گا۔

حدیث شریف:- رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام سے دریافت فرمائے کہ تم مفلس کس کو کہتے ہو۔ صحابہ عرض کئے کہ مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال لے کر حاضر ہوگا، دعوے شروع ہوں گے تو نیک اعمال دعویداروں کو دئے جائیں گے جب نیکیوں سے خالی ہاتھ ہو جائے گا۔ آہ! آہ! ابھی اور حقوق العباد باقی ہونگے تو لوگوں کے گناہ اس پر ڈال کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

صاحبو! خدا کے لئے بندوں کے حقوق سے بچو کہ یہ حقوق العباد تمہارے نیک اعمال کے گھن ہیں، جب سب نیک اعمال ختم ہو جائیں گے، ابھی دعوے باقی ہوں گے تب مدعی کہیں گے، اس کے پاس روزے ہیں وہ ہمارے حقوق میں

دلائے جائیں۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''اَلصَّوْمُ لِیْ''

ترجمہ:- روزہ تو میرا ہے یہ تم کو نہیں دیا جائے گا۔مدعی کہیں گے تب تو ہمارے گناہ اس پر ڈال دو حکم ہوگا ڈال دو حقوق کے بدلہ بے روزہ داروں پر جب گناہ ڈالے جائیں گے تو وہ گناہ ان پر ہونگے اور وہ دوزخ میں ڈال دئے جائیں گے۔اس کے برخلاف روزہ داروں پر جب گناہ ڈالے جائیں گے تو مدعیوں سے تو گناہ نکل جائیں گے،مگر روزہ داروں پر نہیں گریں گے۔کیوں کہ'' اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ '' وارد ہے یعنی روزہ ڈھال ہے جو اوروں کے گناہ آنے سے روکے گا۔روزہ دارو! روزہ کے طفیل میں روزہ بھی بچے گا،اوروں کے گناہ بھی نہیں پڑیں گے،مگر تمہاری اورنیکیاں چلی جائیں گی اس لئے حقوق العباد سے بچتے رہو۔

صاحبو! روزہ اللہ تعالیٰ کو اتنا پیارا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی اس قدر تعریف فرمارہے ہیں پھر بھی اگر کوئی شخص روزہ نہ رکھے،اس سے بڑھ کر کوئی بدنصیب نہیں،نفس امارہ نے اس کو اپنا غلام بنالیا ہے،ذرا بھی اس کو اپنے مالک کا خیال نہیں ہے،تُف ہے ایسی زندگی پر کہ گائے،بیل اور دیگر جانوروں کی طرح سوائے پیٹ پالنے کے اور کچھ نہیں ہوسکتا ایسا شخص آخرت کے سواء دنیا میں بھی ذلیل وخوار رہتا ہے۔

صاحبو ! سنو،روزہ دار جس وقت افطار کرتے ہیں خصوصاً اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر نازل ہوتی ہے۔

حدیث شریف :روزہ دار کیلئے دو فرحت یعنی خوشیاں ہیں (۱) افطار کے وقت (۲) خدا کے دیدار کے وقت۔

افطار کے وقت روزہ دار کی خوشی کو بھی دیکھو،اور بے روزہ داروں کے دل سے پوچھو،کس قدر پشیمانی اور ندامت ہوتی ہے۔منھ پر خدا کی پھٹکار برستی ہے،قیامت کے دن سب خوشیوں سے بڑھ کر خوشی دیدار الٰہی کی ہوگی،دیدار کی نعمت جس کو ملے گی اس کے مقابلے میں جانِ جہاں بلکہ سب کون ومکان ہیچ ہوں گے۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ ☆ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ :- کہا گیا ہے کہ اسکی قیمت دونوں عالم ہیں،یہ قیمت بہت کم ہے قیمت میں اور زیادتی کی جائے۔

روزہ دار دیدار کا یہ لطف لے رہے ہوں گے، اور بے روزہ دار محروم ہوں گے، ہائے اس وقت جوان کے دل پر خجالت وشرمندگی ہوگی کوئی زبان اُسکو بیان نہیں کرسکتی۔ "وُجُوْہٌ یَوْمَئِذٍ نَاضِرَۃٌ o اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ وَوُجُوْہٌ یَوْمَئِذٍم بَاسِرَۃٌ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِہَا فَاقِرَۃٌ (پ۲۹۔رکوع ۱۔سورہ قیمٰۃ)

ترجمہ :- بہت سے چہرے اس روز بارونق ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے (یہ تو مومنین کا حال ہوا) اور بہت سے چہرے اس روز بدرونق ہونگے (اور وہ لوگ) خیال کررہے ہونگے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا۔ کوئی دم میں کمر توڑنے والی مصیبت آنے والی ہے۔

خلاصہ یہ کہ دنیا کی حسین مقبول صورتیں ہائے کس طرح بے چین کردیتی ہیں، پھر یہ حسن بہار چار دن کی چاندنی، بڑھاپے سے بدشکل ہوگئے یا موت آگئی، وہ آب وتاب ودلفریبی چلی گئی کوئی کیسا ہی حسین ہو، رشکِ یوسف ہو، مرنے کے بعد کوئی اس کے پاس پھٹکنے کا بھی روادار نہیں ہوتا، جھٹ پٹ اسے خاک میں چھپا دیتا ہے جب دنیا کے حسینوں کا دوروزہ حسن ہمارے دلوں کو ایسا لوٹ پوٹ اور بے چین کردیتا ہے، ان کی جدائی برداشت نہیں ہوتی تو ہائے محبوب حقیقی اور حسن اصلی کے دیدار سے محرومی، خاص کر جب کہ ہمارے ساتھ والے مزہ لوٹ رہے ہوں اور کوئی بدنصیب اس سے بالکل الگ کھڑا ہوتو اس وقت ایسی حالت کیا کیا غضب ڈھائے گی۔

نیست صبرت از حسینانِ جہاں ☆ صبر چوں داری زحسنِ جاوداں

ترجمہ :- اس ناپائدار دنیا کے حسینوں سے تجھے صبر نہیں ہوتا ہے پھر تو ہمیشہ رہنے والے حسن سے کس طرح صبر کرے گا۔

جرعۂ خاک آلود، چوں مجنوں کند ☆ صاف گر باشد ندانم چوں کند

ترجمہ :- مٹی ملے ہوئے گھونٹ سے تو دیوانہ بن گیا ہے، اگر صاف وشفاف گھونٹ تجھ کو مل جائے تو تُو کیا کریگا۔

حدیث شریف :- ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائے الٰہی! تو نے مجھے یہ عزت بخشی کہ مجھ سے باتیں کرتا ہے کیا ایسی عزت تو نے کسی اور بندہ کو بھی عطا فرمائی ہے۔ حکم ہوا میرے بہت سے ایسے بندے ہیں کہ جن کو میں آخر زمانہ میں پیدا کروں گا اور رمضان کا مہینہ دے کر تم سے زیادہ ان کو عزت دونگا کیونکہ تم سے جو باتیں کرتا ہوں

تو موسیٰ تمہارے اور میرے درمیان ستر ہزار پردے پڑے ہوتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امتی جب روزہ رکھے گا اور روزہ کی وجہ سے ہونٹ سفید ہو گئے ہیں، رنگ زرد پڑ گیا ہے افطار کا وقت قریب ہو رہا ہے تو اسوقت میرے اور روزہ دار کے بیچ میں جس قدر پردے ہیں سب اٹھا دونگا اگر ان کا کثیف جسم حائل نہ ہوتا تو افطار کے وقت میں دیدار دکھا دیتا، آخرت میں دیدار کا لطف دکھاؤنگا اس وقت روزہ کی قدر ہوگی۔

صاحبو! افطار کے وقت اس لئے خوشی ہوگی کہ جن چیزوں سے روکا گیا تھا وہ اب کھلا رہا ہے۔ قیامت میں دیدار کی اس لئے فرحت ہوگی کہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی کس پر غصہ میں ہو، اگر ایسے وقت کوئی ایسا شخص آ جائے جس سے محبت ہے تو یہ غصہ بھرا ہوا شخص لوگوں پر غصہ میں ہوگا مگر اپنے دوست سے ہنستے ہوئے بات کرے گا، ایسا ہی خدائے تعالیٰ قیامت کے دن اوروں پر غصہ بھرا ہوا ہوگا، اس دن اللہ تعالیٰ ایسا غصہ میں رہے گا کہ کبھی ایسا غصہ میں نہ آیا مگر روزہ داروں کو ہنستے ہوئے دیکھے گا۔ اس سے روزہ دار کو فرحت ہوگی وہ اسی کا دل جانے گا اس لئے فرمایا ''فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّهٖ'' ترجمہ: اللہ کے دیدار کے وقت عجیب فرحت ہوگی۔

امر معروف و نہی عن المنکر :- صاحبو! ہر ایک کو امر معروف کیا جاتا ہے، اس کے متعلق اور بالخصوص بے روزہ داروں کو روزہ رکھنے کی ترغیب دلانے کے طریقے سے متعلق مضمون ذیل میں تفصیلی طریقہ پر بتلایا گیا ہے کہ امر معروف کس طرح کرنا چاہئے سنئے :

حضرات ! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ پیغمبروں کو بھیجنے کا منشاء کیا ہے سنئے۔ انسان ایک عالم صغیر ہے اس میں بہائم (جانور) کی صفت بھی ہے اور درندہ پن بھی، شیطانیت بھی ہے اور فرشتہ پن بھی۔ پیغمبر اس لئے آئے ہیں کہ فرشتہ پن کو دوسری تین صفتوں پر غالب کرنے کی تدبیریں بتلائیں، اس لئے حکم دیا جاتا ہے کہ اے انسان! تو ہماری اس نعمت کی قدر کر، پیغمبروں کی تابعداری کر کے تو خود کو بھی درست کر اور اگر کسی انسان کو دیکھے کہ وہ فرشتہ پن چھوڑ کر بہائم، درندہ اور شیطان کے اوصاف پیدا کر رہا ہے تو اس کو بھی روک، اس لئے فرمایا'' وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ '' (پ ۲۱۔ رکوع ۲۔ سورہ لقمان) ترجمہ: اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کام سے منع کیا کر۔ تا کہ انسان،

انسانیت سے نکل کر، بندر، سور، شیطان وغیرہ کی مانند نہ ہونے پائے اگر ایسا نہ کرو گے تو تم پر عذاب ہوگا۔

حکایت :- ایک دفعہ ایک ایسی بستی پر عذاب آیا کہ جس میں اٹھارہ ہزار عبادت کرنے والے نبیوں کے جیسے عمل کرنے والے رہتے تھے، فرشتوں نے عرض کیا الٰہی! نبیوں کے جیسے عمل کرنے والے لوگ اس گاؤں میں ہیں۔ حکم ہوا کچھ پرواہ نہیں الٹ دو، عرض کیے آخر اس کی وجہ کیا ہے، حکم ہوا انہوں نے لوگوں کو خدا کا خلاف کرتے ہوئے دیکھا مگر کبھی ان کو ناگوار نہیں ہوا۔ کبھی چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر نہیں ہوئے، نیک بات بتلانے اور برے کاموں سے روکنے سے ان کو کبھی سروکار نہیں تھا، اس لئے دوسری جگہ ارشاد ہوا "وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ " (پ ۳۰۔ رکوع ۱۔ سورہ عصر) ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع ونقصان ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تضیع عمر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو اعتقاد حق (پر قائم رہنے کی) فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک تم دین کو کامل نہ کرو گے خسارہ ونقصان میں رہو گے، دین کامل دو باتوں سے ہوتا ہے ایک اپنی تکمیل سے۔۔۔ پھر دوسروں کی تکمیل سے۔

اب اپنی غفلت کی حالت دیکھئے کہ ہم لوگ اس سے کس قدر غافل ہیں، چوبیس گھنٹوں میں کتنی دیر ہم اس کام کو کرتے ہیں اور کتنا وقت اس فرض کی ادائی میں صرف کرتے ہیں۔ سنو صاحبو! لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) ایک وہ ہیں جن پر ہمارا زور وقدرت نہیں، یہ لوگ ہیں دوست احباب، بھائی، برادری کے لوگ، عزیز واقارب اور اجنبی لوگ۔

(۲) دوسرے وہ ہیں جن پر ہمارا زور وقدرت ہے اور یہ لوگ ہیں، بیوی، بچے، نوکر، شاگرد اور مرید۔

دوستو! جن پر ہمارا زور نہیں ہے ان کو تو چھوڑ دیجئے لیکن جن پر ہمارا زور ہے کیا ان کو ہم کبھی نیک کام بتلاتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں، ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خود اپنی اصلاح کر لینا چاہئے، اس طرح ہم خود جنت میں جائیں

گے، حالانکہ یہ غلط ہے، آپ سے اس امر کا بھی مواخذہ ہوگا کہ تم نے اپنے گھر والوں کو دین کے راستہ پر کیوں نہیں چلایا۔ صاف اور واضح ارشاد ہے:

" یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا "(پ ۲۸۔ رکوع ا۔ سورہ تحریم)

ترجمہ:- اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔

مسلمانو! تم خود کو اور اپنے متعلقین کو نار جہنم سے بچاؤ، یہ گھر والے تمہارا پیچھا کب چھوڑنے والے ہیں اگر یہ جہنم میں جائیں تو تم بھی ان کے ساتھ وہیں رہو گے، سنو صاحبو! یہ عقل میں آنے کی بھی بات ہے کہ اگر کوئی آپ کا دوست آپ کے سامنے زہر کھانے لگے تو کیا آپ اس کو نہیں روکیں گے، یقیناً ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دے کر زہر کو اس کے ہاتھ سے لے لیں گے، اگر تنہا قادر نہ ہونگے تو دوسروں کو امداد کے واسطے بلائیں گے، پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ دین میں جو افعال مضر ہیں، ان سے روکنے کیلئے اس اہتمام سے کام نہیں لیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ آپ دین کے ضرر کو ضرر نہیں سمجھتے۔ یہ بھی دل کی ایک بیماری ہے، مگر افسوس اس قدر غفلت ہے کہ خدا کی پناہ! کسی کو بھی اس بیماری کے علاج کی طرف توجہ نہیں ہے۔

صاحبو! جن پر نماز فرض ہے ان کو نماز کی ترغیب دلائیے، جن کے پاس بقدر نصاب مال ہے ان کو زکوٰۃ کی ترغیب دلائیے اور جن پر حج فرض ہے تو انہیں حج کی ترغیب دی جائے یا کسی کے اخلاق باطنی خراب ہوں، اچھے نہ ہوں تو ان کو تہذیب اخلاق کے طریقے بتلائیے، کتنے لوگ ہیں جو اس طرح نصیحت کرتے ہیں یا کسی کو مبتلائے معصیت دیکھیں تو اس کو معصیت سے روکیں، خواہ وہ معصیت صغیرہ ہوں یا کبیرہ افسوس، روکتے تو کیا اگر کسی کو ان سے طمع یا خوف ہو تو اس کو اچھا ثابت کرنے کے لئے تقریر کریں گے ہمارے بزرگ تو وہ تھے کہ جہاں قدرت وزور نہ ہو، وہاں بھی امر معروف سے باز نہیں آتے تھے اور ہم ہیں کہ قدرت کے مواقع پر بھی کچھ نہیں کرتے، بیوی بچوں کو باوجود قدرت کے امر معروف نہیں کرتے مگر یہ برتاؤ صرف خدا کے معاملات میں ہے، خود کے معاملات میں ہرگز نہیں، گھر میں آتے ہی پوچھیں گے کہ کھانا تیار ہوا یا نہیں، مگر یہ کبھی نہیں پوچھیں گے کہ بیوی تم نے نماز بھی پڑھی یا نہیں۔ گھر میں آئے تو صرف کھانے پینے کے لئے بیوی، بچے پر غصہ ہوگا لیکن دین کی ایک بات بھی بیوی سے نہ کہی جائے گی۔

صاحبو! اور سنئیے کہ بیوی، بچے گو شرعاً ان پر ہماری اطاعت واجب ہے مگر انہوں نے صراحتاً یہ نہیں کہا کہ تم ہم کو امر معروف کرو، ہم اس پر عمل کریں گے، اس کے علاوہ ایک تعلق ایسا ہے کہ دوسرا ہماری اطاعت کا صاف معاہدہ کیا ہے وہاں بھی ہم امر معروف نہیں کرتے، وہ تعلق پیری مریدی کا ہے، ہاتھ میں ہاتھ ملا کر مرید کی طرف سے اطاعت کا معاہدہ اور مرشد کی طرف سے تعلیم اور اصلاح کا یہی بیعت کی حقیقت ہے مگر اب ہاتھ میں ہاتھ لے کر سبق کی طرح پڑھا دینے کا نام پیری مُریدی ہے۔

سنو صاحبو! پیری مریدی صاف طور پر اطاعت کا معاہدہ ہے، اسی واسطے اگر مرید خدمت سے انکار کرے یا کسی دُنیوی کام میں شیخ کی مخالفت کرے تو فوراً اس پر عتاب ہو جاتا ہے مگر دین کے معاملہ میں نہ مرشد اس کو کچھ کہتے ہیں اور نہ مرید مرشد کی اطاعت ضروری سمجھتا ہے، بے چارے مرشد پر دو گناہ ہیں۔

(۱) امر معروف نہ کرنے کا

(۲) وعدہ خلافی کا کہ مرشد نے وعدہ کیا تھا اصلاح کا مگر اب خاموش ہے کچھ روک ٹوک نہیں، اگر کوئی مرشد کچھ کہیں تو مرید کے چہرہ سے ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) آج کل تو پیری مریدی کی حقیقت لوگوں نے یہ سمجھ رکھی ہے کہ پیر قیامت میں بخشوائیں گے گو مرید کتنے ہی گناہ کرے۔

(۲) بعض تو اس سے بھی گرے ہوئے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ مرید اس واسطے ہوتے ہیں کہ مرید ہونے سے ہمارے سر پر ایک بزرگ کا سایہ ہو جائے گا۔ دنیا کے مقصدوں میں ہم کو آسانی ہوگی، مقدمات میں دعا کرائیں گے، تعویذ اور گنڈے کرائیں گے، مرید ہونے سے ہماری تنخواہ میں ترقی ہوگی۔

ہائے افسوس! اس قسم کی مریدی سے فقط دنیا مقصود ہے، دین سے کچھ تعلق نہیں، یہ تو مریدوں کے خیالات تھے۔

اب پیر و مرشد کے خیالات سنئیے: مرشدوں کے نزدیک مرید کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مریدوں کے ذمہ شش ماہی یا سالانہ مقرر ہو جائے گا۔ پیر کی تنخواہ بندھی ہوئی نہیں ہوتی، خواہ پیر صاحب کچھ ہی کرلیں ان کی پیری منسوخ نہیں ہوتی،

چاہے شراب پی لیں، یا بدمعاشی کرلیں، کیوں کہ مشہور یہ ہے کہ پیر کی پیری سے کام، ان کے فعلوں سے کیا کام۔

(۴) اور بعض ایسے تو نہیں ہیں مگر مرشد کے بتلائے ہوئے وظیفے تو ضروری، خواہ خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام پر عمل ہو یا نہ ہو، مرشد کا بتلایا ہوا وظیفہ کبھی ناغہ نہ ہوگا۔

فرائض ناغہ ہو جائیں تو پرواہ نہیں، نماز کی پرواہ نہیں، معاملات سر سے پیر تک گندے، سود لیتے ہیں اور دیتے ہیں، رشوت کا بازار گرم ہے، اس کے ساتھ تہجد کے پابند، اشراق کے پابند، تسبیح بہت لانبی جو ہر وقت چلتی رہتی ہے، پیر صاحب بھی ان مریدوں کے سود کی آمدنی سے نذرانہ لیتے ہیں، کبھی امر معروف نہیں کرتے۔ دوسرے جو لوگ مولوی ہیں ان پر بھی طمع سوار ہے۔

حکایت :- ایک مولوی صاحب نے ساس کو حلال کردیا۔ افسوس! اب بتلایئے امت کی حالت نہ بگڑے تو کیا ہو۔

صاحبو! آج کل مرید ہونے کے بعد جن چیزوں پر روک ٹوک کی زیادہ ضرورت ہے وہ یہ چیزیں ہیں: کبر، عُجب، اضاعت حقوق العباد (بندوں کے حقوق میں کم وزیادتی کرنا) حسد، بغض، فسادات ذات البین (آپس میں جھگڑا و فساد کرنا)۔

حکایت:- حضرت نظام الدین اولیاء دہلویؒ کے پاس دو شخص مرید ہونے کے لئے آئے، آپس میں مسجد کا حوض دیکھ کر کہنے لگے کہ ہماری مسجد کا حوض اس سے بہت بڑا ہے حضرت نظام الدین اولیاؒء نے یہ گفتگو سن لی۔ آپ نے بلایا اور پوچھا کہ تمہارا حوض اس سے کتنا بڑا ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت پیمائش تو معلوم نہیں، آپ نے فرمایا اچھا جاؤ اس حوض کی پیمائش کر کے جاؤ۔ اور اس حوض کی پیمائش کر کے آؤ۔ وہ گئے اور پیمائش کر کے واپس ہوئے اور عرض کئے حضرت ہمارا حوض ایک بالشت بڑا ہے آپ نے فرمایا کہ تم تو کہتے کہ بہت بڑا ہے۔ ایک بالشت زائد کو بہت بڑا نہیں کہہ سکتے۔ جاؤ ہم تم کو مرید نہیں کریں گے۔ اس نقل سے یہ مت سمجھنا کہ ان کو محروم واپس کئے بلکہ اتنی بڑی دولت ان کو دے کر واپس کئے وہ تمام عمر ان کے کام آئے گی۔ وہ کیا ہے وہ احتیاط فی الکلام کا سبق ہے اس کو اس طرح پڑھایا ہے کہ اب عمر بھر نہ بھولیں گے۔

حکایت:- حضرت ذوالنون مصریؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرت آپ کا فلاں مرید شراب پی کر فلاں جگہ مست پڑا ہے، آپ کو معلوم ہوا کہ یہ اس کو حقیر اور خود کو افضل سمجھتا ہے، آپ نے اس کا یہ علاج کیا کہ اس سے فرمایا کہ جاؤ اس کو اٹھالاؤ۔ کیونکہ وہ جب تک وہاں رہے گا سلسلہ کی بدنامی ہے، اس میں اس کے تکبر کا بھی علاج تھا کہ جس کو اس نے حقیر سمجھا تھا اسی کی خدمت اس کے سپرد کردی، جب وہ اس کو لے کر چلا تو راستہ میں جو ملتا یہ کہتا کہ یہ صوفیوں کا حال ہے دونوں نے شراب پی ہے، دوسرا ابھی ہوش میں ہے اپنی حالت چھپانے کے واسطے اس کو لے چلا ہے۔

یہ طریقہ تھا پہلے کے بزرگوں کا وہ اس طرح مریدوں کی اصلاح کرتے تھے۔ ہائے ہم اس کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یا طمع ہے یا مخلوق کی ہیبت دل میں بھری ہوئی ہے اس لئے ہم کو امر معروف کی ہمت نہیں ہوتی، گو ان پر ہم کو قدرت ہو۔

سنو صاحبو ! امر معروف میں خلوص اور ہمت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

حکایت:- ایک بزرگ تھے جو طویل سفر میں نماز و جماعت کے خیال سے ایک دو آدمی ساتھ رکھتے تھے اور چھوٹے سفر میں اس انداز سے سفر کرتے تھے کہ نماز کے وقت منزل پر پہونچ جائیں۔ اتفاق سے ایک چھوٹے سفر میں راستہ میں کچھ حرج ہوگیا اور ظہر کا وقت آ گیا اور گاڑی بان ہندو تھا انھوں نے وضو کیا اور سنتیں پڑھیں لیکن کوئی نمازی دکھائی نہ دیا۔ تب انھوں نے دعاء مانگی کہ اے اللہ! میں ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھتا ہوں، اور اس وقت مجبور ہوں اگر آپ چاہیں تو اس وقت بھی جماعت سے نماز پڑھا سکتے ہیں، جانماز بچھا کر یہ دعا کر ہی رہے تھے کہ گاڑی بان سامنے آیا اور کہا کہ میاں مجھ کو آپ مسلمان کرلو، بڑی مسرت ہوئی، سمجھ گئے کہ دعا قبول ہوگئی کیا پوچھنا اس مسرت کا، وجد آ رہا ہوگا۔ غرض اس کو اسی وقت مسلمان کئے اور اس کو وضو کرانے کے بعد فرمائے کہ جو عمل میں کرتا ہوں اسی طرح تم بھی کرو، اور نماز کے سب ارکان میں سُبْحَانَ اللّٰہ، سُبْحَانَ اللّٰہ کہتے رہو۔ دیکھئے یہ برکت تھی ہمت کی۔ یہ مسئلہ یاد رکھیئے کہ جن کو نماز نہیں آتی، وہ سیکھنے کی کوشش کریں اور یاد ہونے تک سُبْحَانَ اللّٰہ، سُبْحَانَ اللّٰہ کہتے جائیں اور

رکوع،سجدہ کرتے جائیں، پھر جتنا یاد ہوتا جائے اتنا پڑھے،باقی ارکان میں سُبْحَانَ اللّٰہ کہا کرے،دیکھئے دین کس قدر آسان ہے۔ایک اور مسئلہ یاد آیا سنئیے :بعض دیہات میں کوئی جنازہ کی نماز تک نہیں جانتا اور جنازہ کو بغیر نماز پڑھے دفن کردیتے ہیں جب تک جنازہ کی نماز یاد نہ ہو،ایسا کیا کرو۔نماز جنازہ کے شرائط یہ ہیں:

(۱) وضوء (۲) استقبال قبلہ (یعنی نمازی کا قبلہ کی طرف منہ کرنا)

(۳) حضوری میت (یعنی نمازی کے سامنے جنازہ ہو)

اور جنازہ کی نماز کے ارکان ہیں۔ (۱) کھڑا ہونا۔(۲) تکبیرات اربعہ (چار تکبیرات) کہنا،شرط کے بعد ارکان ادا ہونے سے عبادت ادا ہوجاتی ہے۔پس وضوء کر کے میت کو سامنے رکھ کر قبلہ کی طرف منھ کر کے کھڑے رہو، اور چار مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ، کہہ کر سلام پھیرلیا کرو،بس نماز جنازہ ہوگئی۔

صاحبو! میں عرض کرر ہا تھا کہ امر معروف میں خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس کو امر معروف کیا جار ہا ہے وہ خفا ہوجائے،اس لئے آپ اپنی طرف سے امر معروف و نہی عن المنکر کا ایسا طریقہ نہ نکالو کہ جس سے کوئی خفا ہوجائے،اگر تمہارے اچھے طریقہ پر بھی کوئی خفا ہوجائے تو ہونے دو۔پرواہ مت کرو۔تمہارا مذاق یہ ہونا چاہیئے کہ ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد ☆ فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

ترجمہ:- ہزار اپنے لوگ جو خدا سے بیگانہ واجنبی ہیں،کس کام کے،ایک اجنبی جو خدائے تعالی کو جاننے والا ہے،دل چاہتا ہے کہ اس پر فدا ہوجائیں۔

جو شخص خدا سے بیگانہ ہے وہ ہمارے امر معروف سے ناراض ہوجاتا ہے،اس لئے ہم کو خدا پر نظر رکھنا چاہیئے اور صرف خدا کی رضا کا طالب ہونا چاہیئے،خواہ تمام عالم ناراض ہوجائے ؎

دلا رائے کہ داری دل درو بند ☆ دگر چشمت از ہمہ عالم فرو بند

ترجمہ:-اگر تو کوئی محبوب اور دلدار رکھتا ہے تو اس سے دل لگا اور پھر تیری آنکھ کو ساری دنیا سے بند کرلے اور منہ موڑلے۔

وہ اچھا طریقہ کونسا ہے اس کو خدائے تعالیٰ خود سکھاتا ہے۔"اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ

وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ'' (پ۱۴۔رکوع ۱۶۔سورہ نحل)

ترجمہ:- (اے پیغمبر) آپ لوگوں کو دانش، علم کی باتوں اور اچھی نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ۔ دیکھو نصیحت کرنا تو لٹھ سے نہ مار دینا بلکہ اپنے رب کے راستہ کی طرف، لوگوں کو علم کی باتوں کی طرف اچھی نصیحتوں کے ذریعہ جن سے رغبت اور شوق ہو، دل نرم ہو، بلایئے، یعنی عنوان اچھا ہونا چاہیئے دل آزاری نہ ہو۔ طعن وتحقیر نہ ہو، نصیحت کا طریقہ بھی بتلا دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کس قدر شفقت ہے اور نافرمانوں کے لئے بھی کس قدر رعایت ہے کہ ان کو متوحش نہ کیا جائے جیسے طبیب بخار میں کونین دیتے ہیں مگر ہر شخص کے لئے طریقہ جدا ہے ایک تو اجنبی مریض ہے اس کو جب کونین دیتے ہیں تو کچھ اہتمام نہیں کرتے بلکہ صرف پانی میں گھول کر اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں اگر وہ تلخی کی وجہ سے نہ پی سکے تو کچھ پرواہ نہیں ہوتی، اس کے برخلاف اپنے بچے کو دیتے ہیں تو شکر میں لپیٹ کر دیتے ہیں کہ دوا پیتے وقت اس کو تلخی معلوم نہ ہوا۔ امر معروف کرتے وقت ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

امر معروف، اور نہی عن المنکر کا خلاصہ یہ ہے اور اس کی نصیحت کرنے میں رعایت رکھنا ضروری ہے کہ مخاطب کو نصیحت سے وحشت نہ ہو، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''اُدْعُ اِلَی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ'' (پ۱۴۔رکوع ۱۶۔سورہ نحل) نصیحت کرنے میں دفعتہً لٹھ سا نہ ماردو، بلکہ خدا کے راستہ کی طرف حکمت یعنی علم کی باتوں سے جس سے خدا کا ڈر اور اس سے امید پیدا ہو، بلائے''وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ''

اور نرم نصیحت کے ساتھ بلائے، جس میں دل آزاری نہ ہو، طعن وتحقیر نہ ہو۔ دوسرے لوگوں کے ضمن میں نصیحت کرے۔ خود اسی کو صراحت سے نہ کہے، تنہائی میں کہے، لوگوں میں نہ کہے۔

گر نصیحت کنی، بخلوت کن ☆ کہ جزء ایں شیوهٔ نصیحت نیست

ترجمہ :- نصیحت تنہائی میں کرو، نصیحت کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے۔

ہر نصیحت کے برملا باشد ☆ آں نصیحت بجز فضیحت نیست

ترجمہ :- جو نصیحت علانیہ کروگے نتیجتاً فضیحت ورسوائی ہوگی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کس قدر شفقت ہے کہ نافرمانوں کو بھی اس قدر رعایت دے رہا ہے کہ ان کو متوحش نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی اس شفقت کا ظہور، اہل اللہ میں بھی ہے، اہل اللہ کو بھی مخلوق کے ساتھ بہت شفقت ہوتی ہے وہ اس طرح سے نصیحت کرتے ہیں کہ جس سے مخاطب کو نفع ہی ہوتا ہے بشرطیکہ اس شخص میں کچھ بھی ارادہ اور طلب ہے ورنہ اگر وہ خود نہ چاہے تو ایسے شخص کا علاج تو انبیاء علیہم السلام بھی نہیں کر سکتے۔ ہندوستان میں ایک بزرگ تھے ان میں خاص بات یہ تھی کہ ہر مجلس وعظ سے لوگ توبہ کر کے اٹھتے تھے نہ معلوم کیا بات تھی۔

صاحبو! بات بس اتنی تھی۔ ع

از دل خیزد بر دل ریزد۔

ترجمہ:- جو چیز دل سے نکلتی ہے دل میں گرتی ہے۔

ان کو امت کے ساتھ شفقت بے حد تھی وہ دل سے چاہتے تھے کہ مخلوق کی اصلاح ہو جائے اسی کا یہ اثر تھا کہ ان کے ہر وعظ میں لوگ تائب ہو کر اٹھتے تھے۔

حکایت:- ایک مرتبہ آپ نے وعظ فرمایا تو ایک ہجڑا بھی اس میں موجود تھا کہ جس کے ہاتھ مہندی سے رنگے ہوئے تھے اور کنگن، چوڑیاں، چھلے پہنے ہوئے تھا۔ اس پر وعظ کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ سب چوڑیاں کنگن ہاتھ سے نکال پھینکا اور مہندی کا رنگ دور کرنے کے لئے پتھر پر ہاتھوں کو رگڑنے لگا اور اس قدر رگڑا کہ خون نکلنے لگا۔ مولانا نے فرمایا: جس قدر اثر زائل نہ ہو سکے معاف ہے بس اب زیادہ نہ رگڑو، اس نے کہا کہ مولانا بس اب آپ خاموش رہئیے۔ یہ ہاتھ اسی قابل ہیں کہ لہولہان ہو کر کٹ جائیں اور اس قدر رویا کہ اس کی ہچکی بندھ گئی۔

حکایت:- اکبر شاہ ثانی کا زمانہ ہے گو اس وقت شاہ دہلی کی حکومت دہلی سے باہر بہت کم تھی، اس دور میں ایک بزرگ رہتے تھے، آپ ایک دفعہ بہت رات گئے تنہا نکلے، جو لوگ بیدار تھے ان کو فکر ہوئی کہ اس وقت مولانا کہاں چلے پھر حضرت کی حفاظت کے خیال سے آپ کے پیچھے اس طرح ساتھ ہوئے کہ مولانا کو اس کی خبر نہ ہو، اب کیا دیکھا کہ مولانا نے طوائفوں کے محلّہ کی طرف رخ کیا ان کو حیرت ہوئی کہ آپ کا یہاں کیا کام ہے، پھر دیکھا کہ دہلی کی ایک

مشہور طوائف کے مکان پر ٹھیر کر مولانا نے فقیروں کی طرح ایک صدا لگائی۔ اس رات اس طوائف کے یہاں کچھ تقریب تھی۔ شہر کی سب طوائفین وہاں جمع تھیں اور باہر کی طوائفین بھی آئی ہوئی تھیں، مولانا کی آواز سن کر گھر والے سمجھے کہ کوئی فقیر ہے، طوائف نے اپنی خادمہ سے کہا کہ اس کو کچھ پیسے دے دو۔ وہ پیسے لے کر باہر آئی اور مولانا کو دینے لگی، مولانا نے فرمایا اپنی بی بی سے جا کر کہو کہ میں ایک صدا کہا کرتا ہوں بغیر صدا سنائے کچھ نہیں لیا کرتا۔ اس نے جا کر پیام پہنچایا، چونکہ تقریب کا موقع تھا۔ اس نے کہا اچھا فقیر سے کہو اندر آ کر صدا سنائے، کچھ دیر اس کا لطف رہے گا۔ مولانا اندر تشریف لے گئے اور وعظ شروع کیا، زنا کی مزمت اور زنا کاروں کو جو عذاب دیا جانے والا ہے اس کو بیان کیا اس کا ایسا اثر ہوا کہ تمام طوائفین روتے روتے بے تاب ہو گئیں، جب وعظ ختم ہوا تو سب طوائفیں قدموں پر گر پڑیں کہ ہم کو توبہ کروایئے اور ہمارا نکاح کرا دیجئے۔ آپ نے ان کا نکاح کرا دیا، اور لوٹ کر گھر آئے۔

یہ ہے طریقہ امر معروف اور نہی عن المنکر کا۔ اس لئے نصیحت کرنا ہو تو اس طرح کریں اور اگر بحث کا موقع آن پڑے تو "وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط" (پ۱۴۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل)۔

ترجمہ:- اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث کیجئے، اچھے طریقے سے کہ جس میں سختی نہ ہو غصہ نہ ہو، بہت نرمی سے بحث کرو، مناظرہ تو بڑی چیز ہے، اگر کسی جاہل سے بھی سابقہ پڑ جائے تو اس کے جواب میں بھی جہالت کی ممانعت ہے چنانچہ ارشاد باری ہے "وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا o (پ۱۹۔ رکوع ۶۔ سورہ الفرقان)۔

ترجمہ:- اور جب جہلا ان سے (جہالت کی بات کرتے ہیں) تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں۔

جہالت کی بات کا جواب بھی جہالت سے نہیں دیتے۔ کفار یہ کیا کرتے تھے کہ اپنے اشعار میں مسلمانوں کی بیویوں کا نام لے لے کر اظہار تعشق کرتے تھے، اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی اور غصہ کی بات ہوگی، اس سے بھی بڑھ کر ایک اور گستاخی کرتے تھے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو بجائے **مُحَمَّد** کے **مُذَمَّمْ** (نعوذ باللہ) کہتے تھے خیال تو کیجئے کہ مسلمانوں کو کس قدر نا گوار ہوتا ہوگا کہ جان لینے اور جان دینے کو تیار ہو جاتے ہوں گے، اتنی بڑی گستاخی اور ایسے سخت غصہ کی باتوں پر اللہ تعالیٰ کی تعلیم سنیئے: فرماتے ہیں " لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ "

(پ۴۔رکوع ۱۹۔سورہ ال عمران)۔

ترجمہ :- البتہ آگے اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں۔

جان اور مال میں تمہاری آزمائشیں ہوگی۔ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط (پ۴۔رکوع ۱۹۔سورہ ال عمران)۔

ترجمہ:- اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دئے گئے ہیں اور ان لوگوں سے بھی جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے۔

مشرکین اور کفار سے بہت اذیت کی باتیں سنو گے' وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (پ۴۔رکوع ۱۹۔سورہ ال عمران)

ترجمہ:- اور اگر صبر کرو گے اور پرہیزگاری اختیار کرو گے تو یہ بڑے ہمت کے کام ہیں اور تاکیدی احکام میں سے ہیں، تم کو صبر کرنا چاہئے، یہ بڑی عالی ہمتی کا کام ہے۔ قرآن مجید میں اس طرح ادب بتلایا گیا ہے۔ اب حدیث سنئے: نام مبارک مُحَمَّد کے بدل مذمم کہہ کر گالیاں دیتے تھے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ ایسے سخت الفاظ سن کر مسلمانوں کا کیا حال ہوتا ہوگا، پھر مسلمان بھی ہمارے اور آپ کے جیسے مسلمان نہیں۔ اس وقت کے مسلمان، مگر قربان جائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ نے ایسی سخت بات کو مسلمانوں کے دل سے کس طرح ہلکا کیا ہے۔ دیکھو شتمِ قریش کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کس طرح ہٹالیا کیونکہ وہ شتم ولعنت کرتے ہیں مُذَمَّم پر اور مُحَمَّد ہوں، جو مذمم ہوگا وہ گالیاں اس پر ہوں گی اور وہ برا مانے گا ہم کیوں برا مانیں، یوں دل کو سمجھالیا کرو کہ ہمارے حضور کا یہ نام مبارک ہے ہی نہیں۔ جب جہالت کے مقابلہ میں خدا اور رسول کو سختی پسند نہیں تو مناظرہ وبحث کب پسند ہوگا۔ اس لئے فرمایا'' وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ '' (پ۱۴۔رکوع ۱۶۔سورہ نحل) اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث کیجئے! مثلاً نماز، روزہ کے لئے سختی کرنے میں وہ اثر نہیں ہوتا جو نرمی سے بات آسانی سے دلنشین سے ہوتی ہے اس لئے نفس کو پابند کرنا اور آزادی سے روکنا ضروری ہے اور اس میں استقلال و پختگی پیدا کرنا ضروری ہے ورنہ انسان اور جانور میں کیا فرق ہوگا۔ مردانگی

اس میں ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو، نفس کا تابع نہ ہو، نفس کو تباہ کرنے والی چیز تکبر ہے۔ انسان کو تواضع اور عاجزی اختیار کرنا چاہیئے ! جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سب سے بڑی عظمت والے کی عظمت اس کے پیش نظر رہے، اسلام نے اس کیلئے (۵) وقت کی نماز مقرر کی ہے جس کو باقاعدہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا نقش اس کے دل پر جم جاتا ہے کیونکہ نماز میں ایسے ارکان ہیں جن سے انسان کی غایت درجہ ذلت ظاہر ہوتی ہے اور نفس پامال ہو جاتا ہے۔

دوسری تباہ کرنے والی چیز نفسانی خواہشوں کی حرص ہے، مثلاً کھانے، پینے اور عورتوں سے مخالطت کرنے کی حرص، اس کو بھی دبانا اور معتدل رکھنا چاہیئے ! ورنہ آدمی انسانیت سے باہر ہو جاتا ہے اور جرائم پر اقدام کرنے لگتا ہے، اسلام نے اس کا علاج روزہ فرض کیا ہے جو سال میں ایک ماہ مقرر کیا گیا ہے۔

تیسری مہلک شئے حبِ مال ہے جس شخص کے دل میں حب مال کا غلبہ ہوتا ہے وہ ہر طرح اپنا ہی بھلا چاہتا ہے گو دوسروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ بہت سے لوگ غریبوں کے حقوق دبا لیتے ہیں اور ان کے مال و جائداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے ہیں، اس کا ظلم و قبیح ہونا ہر عاقل پر ظاہر ہے اس لئے حب مال کا علاج لازم ہے، اسلام نے اس کے لئے زکوۃ فرض کیا ہے کہ جس سے مال کی حرص گھٹ جاتی اور دنیا کی محبت سے دل پاک ہو جاتا ہے۔

تمام اعمال کا حاصل یہ ہے کہ نفس کو جانوروں کی طرح آزاد نا چھوڑا جائے بلکہ اس کو ناگوار امور کا پابند کیا جائے ! غرض اس طرح نصیحت یا بحث کی جائے تو ناگواری نہیں ہوتی۔ بس اتنا کام نصیحت کرنے والے کا ہے، پھر آگے اس تحقیق میں نہ پڑے کہ کس نے مانا اور کس نے نہیں، کیونکہ یہ کام خدا کا ہے ''اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ '' (پ۱۴۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل)۔

ترجمہ :- آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو جو آپ کے راستہ سے بھٹک گیا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گم ہوا، اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے، اس لئے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ غرض اگر کفار علمی بحث سے گزر کر عملی جھگڑے پر اتر آئیں، آپ اور آپ

کے تابعین کو بدلہ لینا بھی جائز ہے۔ ''وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ ط'' (پ۱۴۔رکوع ۱۶۔سورہ نحل)

ترجمہ:- اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا کہ تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے، اس سے زیادتی مت کرنا۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَo (پ۱۴۔رکوع ۱۶۔سورہ نحل)

ترجمہ:- اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنا صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے۔

لیکن اگر ان کے ایذاؤں پر صبر کرو تو وہ صبر کرنا صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے، مخالف پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے، اور دیکھنے والوں پر بھی۔ خاص کر آپ کو حکم ہے ''وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' (پ۱۴۔رکوع ۱۶۔سورہ نحل)۔

ترجمہ :- آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خدا ہی کی توفیق سے ہے۔

اس لئے آپ کو دشوار نہ ہوگا۔ ''وَلَاتَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَاتَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَo (پ۱۴۔رکوع ۱۶۔سورہ نحل)۔

ترجمہ :- اور ان پر غم نہ کیجئے اور یہ جو کچھ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوئیے۔

آپ نصیحت نہ ماننے والوں کا غم نہ کیجئے اور جو مخالفت میں تدبیریں کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوں۔ انشاءاللہ، ابتدا شفقت کا اور نرمی کا حکم دیا تاکہ تبلیغ کا کام نہ رکے۔ ناامیدی کے بعد غم کرنے سے تبلیغ رکتی ہے، کیوں کہ حزن سے مبلغ کی ہمت پست ہوتی ہے۔ غرض ہدایت تمہارے قبضہ میں نہیں بلکہ خدا کے قبضہ میں ہے تم کو اپنا کام کرنا چاہئیے۔ تمہارا ثواب ضائع نہ ہوگا جو کام خدا کا ہے اس کو خدا کے سپرد کرو۔

کار خود کن کار بیگانہ مکن

ترجمہ :- اپنا کام کرو، دوسروں کا کام مت کرو۔

اب اس تعلیم سے اس کا دل بڑھے گا اور برابر تبلیغ کرتا رہے گا' آپ تقویٰ اور احسان کے ساتھ منصف رہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَo'' (پ۱۴۔رکوع ۱۶۔سورہ نحل)

ترجمہ:- اللہ ایسے لوگوں کے ساتھ (ہوتا) ہے جو پرہیزگار (ہوتے) ہیں اور نیک کردار (ہوتے) ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے یعنی ان کی مدد کرتا ہے جو پرہیزگار اور نیک ہوتے ہیں۔ان کی ہمت بڑھاتا ہے جیسے کسی عاشق کو اس کا محبوب جو کہ مدتوں کے بعد ترس ترس کر ملا ہے پیچھے سے آ کر اس طور سے کہ اس کو خبر بھی نہیں اس کو بغل میں دبائے اور اتنا زور سے دبائے کہ اس کو طبعًا ناگواری بھی ہو مگر پیچھے مڑ کر دیکھا تو محبوب کے چہرہ پر نظر پڑی، گو اس میں مشقت اور اذیت ہے کیونکہ معشوق تو موٹا تازہ تھا اس کو کوئی فکر وغم تھوڑا ہی تھا جو دبلا ہوتا اور عاشق اکثر غم عشق کی وجہ سے لاغر نحیف ہوتے ہیں جیسا کہ مولاناؒ فرماتے ہیں ۔

عشق معشوقاں نہانست وستیر ☆ عشقِ عاشق بادوصد طبل ونفیر

ترجمہ:- معشوقوں کا عشق پوشیدہ رہتا ہے۔عاشقوں کا عشق علی الاعلان ہوتا ہے۔

لیک عشق عاشقاں تن زہ کند ☆ عشقِ معشوقاں خوش وفربہ کند

ترجمہ:- عاشقوں کا عشق تن کو گھلاتا ہے۔اور معشوقوں کا عشق ان کو فرحت دیتا اور موٹا کرتا ہے۔

تو یہ مشقت اور اذیت معشوق کے پہلو میں ہونے کی وجہ سے لذیذ ومزیدار معلوم ہوتی ہے اسی طرح امر معروف ونہی عن المنکر میں گو اذیت ومشقت ہے مگر یہ سن کر کہ ''اِنَّ اللّٰـهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ٥ (پ۱۴۔رکوع ۱۶۔سورہ نحل)۔

خدائے تعالیٰ کی معیت کی وجہ سے وہ مشقت واذیت لذیذ مزیدار ہوجاتی ہے اس سے نصیحت کرنے والے کی ہمت بڑھتی ہے۔

خدا اور رسول کی اطاعت کے فضائل:- صاحبو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے سبب امر معروف ونہی عن المنکر میں آسانی ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت کرنے والا شرعی حدود میں رہ کر امر معروف ونہی عن المنکر کرے گا اسلئے اب اطاعتِ رسول کی اہمیت کو نئے انداز سے سنیئے :-

سنو صاحبو ! بعض باتیں ایسی ہیں کہ جن کی عام طور پر ضرورت نہیں ہوتی جیسے زکوٰۃ کہ جس کے پاس مال ہے اسی کو

زکوٰۃ کا حکم دیا جاتا ہے اور جس کے پاس مال نہیں ہے اس کو کچھ حکم نہیں ہے۔ اور بعض باتیں ایسی ہیں کہ ہر شخص کو ان کی ضرورت ہے لیکن ہر وقت نہیں یعنی کسی وقت ضرورت ہے اور کسی وقت نہیں، جیسے روزہ کہ گیارہ مہینہ اس کی ضرورت نہیں، رمضان ہی میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور بعض احکام وہ ہیں کہ جن کی ضرورت ہر مسلمان کو ہر وقت پڑتی ہے ہر وقت کام پڑنے والے احکام میں سے ایک حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے ''یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاِنْفَالِ ط قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج'' (پ۹۔ رکوع ا۔ سورہ انفال)

ترجمہ :- یہ لوگ آپ سے (خاص) غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں۔

مسلمانو ! کیا صحابہؓ انسان نہیں تھے؟ بے شک انسان تھے ان کو بھی ویسے ہی مواقع پیش آتے تھے جیسے ہم کو، ہائے! پھر صحابہ میں کیا بات تھی کہ جن کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا ایک (پیمانہ وزن) تمہارے پہاڑ سے (خیرات میں) افضل ہے۔

سنو صاحبو! ان کا قوت ایمان، ان کا خلوص، ان کی خدا اور رسول کی تابعداری کی وجہ سے ان کا مد ہمارے پہاڑ سے افضل تھا۔ خدا اور رسول کے حکم کے سامنے وہ کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ہماری طرح ان سے بھی کوئی بات ہو جاتی تھی مگر ہم اَڑ جاتے ہیں اور خدا اور رسول کا حکم بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے، وہ فوراً چونک جاتے تھے اور خدا اور رسول کے حکم پر سر جھکا دیتے تھے، بس یہی ان کی ادا خدا کو پیاری معلوم ہوتی تھی، آج بھی کوئی یہی ادا اختیار کرے تو ان صحابہ کے صدقہ میں خدا کا پیارا ہو جاتا ہے۔

سنو صاحبو ! جنگ بدر کا واقعہ ہے اس حملہ میں لشکر اسلام کے تین حصے ہو گئے تھے ایک کفار کو بھگاتا تھا۔ دوسرا اپنے متفرق بہادروں کو جمع کرتا تھا اور تیسرا حضور اقدسؐ کے گرد مثل پروانہ کے جان نثار تھا۔ جب جنگ ختم ہو گئی' غنیمت کا مال جمع ہوا۔ مال کے حرص کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے استحقاق کے لحاظ سے صحابہ کے درمیان جھگڑا ہو گیا، ہر ایک اپنے اپنے استحقاق کو بتلانے لگا کسی نے کہا: ہم مار چھین کر لے آئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ہم تمہاری پشت پر تھے اور متفرق فوج کو جمع کر کے تمہاری مدد کر رہے تھے اور تیسرے نے کہا کہ ہم رسول اللہ پر فدا تھے۔ جن کا یہ سب تصدق ہے ان کی

حفاظت کر رہے تھے۔ اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچتا تو ہماری ہی پناہ میں آتے، اس پر جھگڑا ہوگیا اس وقت کے مسلمان ایسے نہیں تھے کہ جھگڑا اور بڑھاتے اور ذراسی بات کو بڑھا کر گھر برباد کرتے اور بات بڑھا کر قانون کا نکتہ نکالتے اور وکیلوں کا بھلا کر کے اپنی جائدادیں برباد کرتے، ان کو تھا ہی ایک در، سب کے سب درِرسولؐ پر آئے اور اپنا اپنا استحقاق بتلائے۔ غنیمت کے متعلق حکم دریافت کئے کہ وحی آئی ''یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ '' پیارے رسول آپ سے غنیمت کے مال کے متعلق پوچھتے ہیں؟ کیا پیارا فیصلہ ہوکر عرش سے آتا ہے ''قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ '' پیارے نبی آپ اپنے خادموں سے کہوں کہ تم نے جو جو خدمتیں کی ہیں، وہ خدا اور سول کے لئے کی ہیں یا مالِ غنیمت کے لئے، اگر خدا اور رسول کے لئے کی ہیں تو اس کے صلہ میں خدا اور رسول تم سے خوش، جنت فردوس تمہارا۔ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے تم کو کیا کام جو مال غنیمت جمع ہوا ہے وہ خدا اور سول کا ہے تمہارا کچھ استحقاق نہیں۔ ان کا اختیار ہے جس کو چاہیں دیں، جس کو چاہیں نہ دیں، جو چاہے کریں ''فَاتَّقُوا اللّٰهَ'' (پ۹۔ رکوع ا۔ سورہ انفال) ترجمہ: (سو تم اللہ سے ڈرو) دنیا کی حرص مت رکھو بلکہ آخرت کے طالب بنے رہو۔ مسلمان کے سامنے ہمیشہ آخرت رہنا چاہئے ''وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ'' اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح (بھی) کرو، یہ جھگڑے کیسے، آپسی تعلقات درست کرو، مسلمان کے دل میں بھی کہیں کدورت رہتی ہے ''وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o '' اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو! اگر تم ایمان والے ہو۔

اگر مسلمان ہو تو خدا اور سول کی اطاعت کرو، آپس کے جھگڑے چھوڑ دو، اتفاق پیدا کرو۔ صحابہ کے دل تھے، ہمارے جیسے دل نہ تھے، سب کانپ گئے، سارے جھگڑے بھولے، خدا اور رسول کے راضی کرنے کی فکر لگ گئی، مال غنیمت سے دست بردار ہوگئے۔ خدا اور سول کے حکم پر راضی ہوگئے حکم آیا پانچواں حصہ کل مال سے نکال کر چار حصہ میں مقاتل، معین، شریک سب برابر ہیں، سوار کو دو حصہ اور پیدل کو ایک، تقسیم کیا گیا۔

اللہ اللہ، آپس کے جھگڑے بھی کیا بری چیز ہیں، اگلی امت پر مال غنیمت حرام تھا۔ آگ آ کر جلا دیتی تھی، اور اس امت پر حلال کیا گیا۔ نا اتفاقی کی وجہ سے پھر چھین لیا گیا، پھر معافی مانگنے سے پانچواں حصہ کم کر کے دیا گیا۔

صاحبو! ابھی میں نے عرض کیا کہ جس چیز کی مسلمان کو ہر وقت ضرورت ہے وہ خدا اور سول کی اطاعت ہے مسلمان کو ہر لحظہ اور ہر بات میں خدا اور سول کی اطاعت کی ضرورت ہے اسی واسطے آیت ''اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ '' o (پ ۹۔ رکوع ا۔ سورہ انفال) میں بہت زور دیکر ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے بڑھکر اور کیا ہو کہ مسلمانی اطاعت سے ہے، اطاعت نہ ہو تو مسلمانی نہیں، ایک اور مقام پر اس سے زیادہ صاف فرمایا ہے کہ ''فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ'' (پ ۵۔ رکوع ۹۔ سورۂ نساء) ترجمہ: پھر قسم ہے آپ کے رب کی! یہ لوگ ایمان دار نہ ہونگے جب تک کہ یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کروائیں، آپ کے رب کی قسم جب تک ہر بات میں آپ کے حکم پر نہ چلیں کہ مسلمان نہ ہوں گے۔ بے نمازی اور بے روزہ دار ذرا اپنی خبر لیں۔ یہ آیت کیا کہہ رہی ہے صرف حکم پر چلنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔ حکم پر چلیں اور اس کے ساتھ دو باتیں ہوں ''ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ '' (پ ۵۔ رکوع ۹۔ سورۂ نساء) ترجمہ: پھر آپ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں۔

صرف حکم پر چلنا ہوتا تو گلہ کر کے ٹال دیتے، ایسا عمل کرنے سے مومن نہیں، اس لئے فرمایا آپ کے احکام سے دل میں کوئی تنگی نہ پائیں، کھلے دل سے عمل کریں، کھلے دل سے عمل کرنے کی علامت یہ ہے ''وَیُسَلِّمُوا تَسْلِیْماo'' (پ ۵۔ رکوع ۹۔ سورۂ نساء) ترجمہ: اور پورے طور پر تسلیم کرلیں۔

خود کو پورا پورا نبی کے سپرد کردیں، اگر رات میں جگاتے ہیں، تراویح پڑھاتے ہیں' تیار، اگر دن کو بھوکے پیاسے رکھتے ہیں تیار، مالداروں سے زکوٰۃ دلاتے ہیں' تیار، کام چھڑا کر پانچ وقت مسجد میں نماز کے لئے بلاتے ہیں' تیار، جہاں ایسا نہ ہو وہ مسلمان نہیں، اس وقت احکام کو چھوڑے نہیں ہیں بلکہ احکام کا مقابلہ کررہے ہیں، احکام کا مذاق اڑایا جاتا ہے کہ روزہ رکھے وہ جس کے گھر میں اناج نہ ہو، یا ہم سے تو بھوکا نہیں مرا جاتا۔ اس کو علماء کفر کہتے ہیں، اس سے دل میں تنگی اور عدم تسلیم پائی جاتی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا اور سول کی دل میں عظمت نہیں ہے اس لئے سینکڑوں محبتیں نکالتا ہے رسیدی ٹکٹ لگا کر

ٹپہ خانہ میں ڈالا ، خط بیرنگ ہوگیا۔ کارڈ میں پتہ کی جگہ کچھ اور لکھ دیا ، خط بیرنگ ہوگیا کیوں صاحب کیا کچھ وزن بڑھ گیا ، کیا کبھی سرکاری احکام میں بھی اس طرح کی تنگی آئی ہے ، اگر کوئی پوچھے تو کہتا ہے کہ سرکاری حکم ہے ، صرف سرکار کی عظمت دل تنگ نہیں ہونے دیتی ، اگر خدا اور رسول کی بھی کچھ عظمت ہوتی ، شریعت کے احکام بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ خدا ورسول سے محبت نہیں ہے ، محبوبہ کی تمام فرمائشیں کس خوشدلی سے پوری کی جاتی ہیں کسی پر اگر کوئی مر رہا ہو ، اور وہ کہے کہ تم کو دو دن بھوکے مرنا پڑے گا تب کہیں ہمارا وصال ہوگا۔ وہ کہے گا کہ پیارے دو دن تو کیا میں چار دن بھوکا رہنے تیار ہوں ، کسی طرح تم مل جاؤ۔ خدا اور رسول کو بھی ایسی ہی اطاعت مطلوب ہے ، اطاع کے معنی رغبت سے کرنا ہے یعنی تابعداری رغبت سے ہو۔

تیسرے خدا ورسول کو محسن نہیں سمجھ رہا ہے ورنہ قاعدہ ہے کہ انسان خود کو محسن کے حوالہ کر دیتا ہے ، اگر یہ تین باتیں صرف اعتقاد میں ہوں تو ادنیٰ درجہ ایمان کا ہے ، عقلاً تنگی ہو اور عمل کر رہا ہو تو یہ اوسط درجہ ایمان کا ہے طبعی تنگی نہ ہو عمل کر رہا ہے یہ اعلیٰ درجہ کا ایمان ہے ، ادنیٰ درجہ ، سکرات کے وقت اڑ جانے کا خوف ہے ، کیا غضب کی بات ہے کہ اگر مال دنیا قلیل ہو تو ہر وقت اس کے بڑھانے کی فکر رہتی ہے اور ایمان کے بڑھانے فکر نہیں ، جو شتر بے مہار کی طرح پھرتے ہیں خدا اور رسول کے احکام کی پرواہ نہیں ، وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہیں ، اگر کچھ ان کی عزت ظاہری طور پر ہو جاتی بھی ہے ، اور لوگ ان سے ڈرتے بھی ہیں تو یہ ایسا ہے جیسے شیر سے ڈرتے ہیں ، ابھی اگر شیر آ جائے تو سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن اس کے پیچھے گالیاں دیتے ہیں ، خدا کے فرماں برداروں کی سچی عزت ہوتی ہے دل سے ان کی تعظیم ہوتی ہے ان کے پیچھے بھی ان کی تعریف ہوتی ہے ، خیر یہ تو دنیا کا فائدہ ہے اور آخرت میں یہ ہے کہ یہ پیغمبروں ، صالحین اور شہداء کے ساتھ رہیں گے ، خدا ان سے راضی وخوش ہوگا ہائے ! بیوی بچوں کی ناراضگی پسند نہیں تو خدا کی ناراضی کی کیسی برداشت ہوگی ، خدا کو راضی کرنا ہو تو وہ بغیر اطاعت خدا ورسول کے نہیں ہوسکتا۔ پیغمبروں ، صالحین ، شہداء کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو اطاعت کرو۔

حکایت:- ایک چیونٹی کو شوق ہوا کہ کسی طرح کعبہ پہونچوں ، لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کعبہ تو بہت دور ہے۔ بڑی دقتوں سے پہونچنا پڑتا ہے ، غریب مشتاق چیونٹی نے جب یہ سنا ، اور خود کو دیکھا اور دھوپ ، ہوا ، پانی ،

زمین کا فاصلہ وغیرہ پر غور کیا تو مایوس ہوگئی، ایسی حالت میں ایک رہبر پر نظر پڑی، اس رہبر نے کہا کہ ٹھیرو، ایک آسان تدبیر بتلاتا ہوں، ہاں سارے نخرے چھوڑنا پڑے گا وہ اس پر راضی ہوگئی، تھوڑی دیر بعد حرم کا کبوتر آیا، رہبر نے اس کو پہچانا اور چیونٹی سے کہا لو مبارک ہو مقصود ملنے کا وقت آیا، دیکھو یہ حرم کا کبوتر ہے اس کے پاؤں کو چمٹ جاؤ۔ اس کے ساتھ کعبہ پہونچ جاؤ گے، اس نے یہی کیا اور حرم کو پہونچ گئی۔ ع

دست در پائے کبوتر زدو ناگاہ رسید

ترجمہ :- کبوتر کا پاؤں پکڑی اور یکا یک (حرم تک) پہونچ گئی۔

مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کیا اطاعت کررہے ہیں، غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم خدا اور رسول کی اطاعت نہیں کررہے ہیں بلکہ اپنے نفس کی اطاعت کررہے ہیں، حظِ نفس ہو تو اللہ و رسول کے تابع رہتے ہیں جہاں ذرا سی سختی پڑی تو نفس کے تابع ہوجاتے ہیں۔

حکایت:- کسی نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا روزہ رکھو گے کہا بھائی ہمت نہیں ہوتی، جب دن ختم ہوا تو کہا کہ افطار کھاؤ گے کہنے لگا کہ افطار بھی نہ کھائیں تو کیا بالکل کافر ہوجائیں ہر معاملہ میں ہم خدا اور رسول کی ایسی ہی اطاعت کررہے ہیں، اگر طبیب کہہ دے کہ آج دن بھر کچھ نہ کھاؤ، نہ پیو ورنہ فلاں مرض ہوگا۔ طبیب ایک دن کے لئے کہے تو دو دن بھوکے پیاسے رہو گے، خدا کے قول کی طبیب کے قول کے برابر بھی پرواہ اور وقعت نہیں ہے، اس کے لئے تدرے عادت اور زیادہ ہمت کی ضرورت ہے، کچھ بھی نہ ملے تو اطاعت کرنا چاہیئے تھا۔ یہاں تو اطاعت کے ساتھ یہ فضائل بھی ہیں اور ثواب بھی ملتا ہے۔

دعا :- الٰہی! ہم تجھ ہی سے مانگتے ہیں، تجھ سے نہ مانگیں تو پھر کس سے مانگیں۔ اے اللہ! تو بڑا مہربان ہے، بہت رحمت کرنے والا ہے۔

بے پناہوں کو پناہ دینے والے!

ڈرنے والوں کو امن دینے والے!

او بے سہاروں کے سہارا!

او بے پناہوں کی پناہ!

او ناتوانوں کی پشت و پناہ!

تیرے ہی سے بڑی امید ہے۔

تو ہلاکت سے بچانے والا ہے' تو ڈوبتے کو ترانے والا ہے۔

او زبردست قدرت والے! ساری دنیا تیرے سامنے سر جھکاتی ہے، ہم کیا منہ لے کر تیرے سامنے آئیں۔ ہمارے درود اور سلام تیرے نبی تک پہنچا، ان کے سہارے کی امید پر تیرے سامنے آتے ہیں، تو ہم کو مت دیکھ، تیرے نبی کو دیکھ، ان ہی کے نام لیوا ہیں، تیرے غلام ہیں مگر بھاگے ہوئے غلام ہیں' در بدر بہت مارے مارے پھرے، مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہ تیرے سواء کوئی ایسا نہیں کہ گناہ معاف کر سکے، ادھر ادھر پھر کر تیرے در پر آپڑے ہیں، اب تیرا در چھوڑ کر کہاں جائیں' بھلے ہیں یا برے ہیں جو کچھ ہیں تیرے ہیں' ہمارے جیسے تیرے سینکڑوں غلام ہیں مگر تیرے جیسا ہمارا کوئی مالک نہیں، سراپا گنہگار ہیں، اس شرمندگی سے کہ نیکی ہم سے ہو ہی نہ سکی، سر جھکائے ہوئے ہیں، الٰہی! ہم اپنی عقل پر روتے ہیں وہ عقل ہی کیا کہ جس کو اپنے دوست کی طلب نہ ہو، الٰہی کیا کروں، دشمن نے عمر کی گٹھڑی لوٹ لی، کیا تدبیر کروں، جو تدبیر کرتا ہوں الٹی پڑتی ہے۔ الٰہی! بہت برے بندے ہیں، ہم خود کو تیرا بندہ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے تجھ جیسے مالک کا بندہ بھی تجھ جیسے ہونا چاہئے نہ کہ مجھ سا گنہگار، شرمندہ ہوں۔

پاک خدا کا پاک ہی بندہ ہوتا ہے، کیا تیرا حکم ہے، کیا تیری رحمت کا جوش ہے کہ غفلت تو ہماری ایسی پھر بھی تو ہم کو یاد کرتا ہے، گناہ ہمارے ایسے پھر بھی تو ہم کو مغفرت کے لئے بلاتا ہے جیسے ماں بچہ کے عیبوں کو چھپاتی ہے ایسا ہی تو ہمارے گناہوں کو چھپاتا جاتا ہے، رسوا نہیں ہونے دیتا قصور پر قصور دیکھتا جاتا ہے پھر برابر رزق پہنچاتا ہے اگر تو ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کرتا تب بھی ہم اسی کے قابل تھے مگر الٰہی ہم وہ کام کئے ہیں جو ہمارے لائق ہے تو وہ کام کر

جو تیرے لائق ہے، تیرے لائق کام یہ ہے کہ گناہوں کو مٹا کر ان کی جگہ نیکی لکھ دے، تیری ایک رحمت دنیا میں ہے اور ۹۹ رحمتیں آخرت میں ہیں، گو ہمارے گناہ بہت بڑے بڑے ہیں مگر آپ کی ۹۹ درجہ والی رحمت کیا کچھ کم ہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو مٹا کر اس کی جگہ نیکی لکھ دیجئے۔ الٰہی! ہم سب گناہوں سے توبہ کرتے ہیں پھر کبھی نہیں کریں گے اور توفیق دے کہ پھر کبھی نہ کریں۔ الٰہی! ہم کو تیرا ایسا خوف دے کہ جس کے سبب ہم سے تیرا کوئی گناہ نہ ہو سکے اور ہم سے اس قدر تیری اطاعت کروا کہ جو ہم کو جنت میں پہنچا دے، تیرے قضا وقدر کا اس قدر ہم کو یقین دے کہ دنیا کی مصیبتیں ہم پر آسان ہو جائیں۔ الٰہی! ایسی مصیبت مت دے کہ جس سے ہمارا دین بگڑ جائے۔ الٰہی! دنیا کو ہماری نظروں میں ایسا مت بنا کہ ہم سمجھیں کہ جو کچھ ہے دنیا ہے اور آخرت کی پرواہ ہی نہ کریں۔ الٰہی! تو وہ پاک ذات ہے کہ تجھ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ کسی کا خیال تیرے تک نہیں پہنچ سکتا تو جیسا ہے ویسا کوئی وصف بیان نہیں کر سکتا۔ حوادثات تجھ کو متغیر نہیں کر سکتے، سارے عالم کے ذرہ ذرہ سے تو واقف ہے، تیرے سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔ ہمارا یہ معروضہ ہے کہ ہماری عمر کا آخری حصّہ ہماری عمر کے پہلے حصہ سے بہتر بنا۔ ہمارا آخری عمل ہمارے پہلے عمل سے بہتر رہے سب دنوں سے بہتر وہ دن بنا کہ جس میں ہم تجھ سے ملیں۔ ہمارے مالک! ہمارا ایک اور معروضہ ہے تو عجیب شان والا ہے، تو نیکیوں کو ظاہر کرتا اور برائیوں کو چھپاتا ہے تو پردہ دری نہیں کرتا' تو بہت بڑا معاف کرنے والا ہے، تیری مغفرت بہت وسیع ہے، بچہ کو بلانے کے لئے جیسے کوئی محبت سے ہاتھ پھیلاتا ہے اسی طرح تو رحمت کے لئے ہاتھ پھیلایا ہے۔ او بھیدوں کے جاننے والے! او شکایتوں کے دور کرنے والے! او قصوروں کو درگذر کرنے والے، او ہمارے استحقاق کے بغیر ہم پر احسان کرنے والے! ہمارے مالک! ہمارے مولیٰ! ہمارے مقصود! ہماری ایک بات سن! ہمارے جسم کو دوزخ کی آگ میں مت بُھن۔

ماں جیسے بے سمجھ بچہ کو سنبھالتی ہے وہ آگ دیکھتا ہے نہ سانپ نہ بچھو، بس گرا پڑتا ہے مگر ماں ہر مضر چیز سے روکتی ہے، ایسا ہی اور لاکھوں ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے! ہم کو ہر اس چیز سے بچاتا رہ کہ جو آخرت میں

ضرر دینے والی ہے۔الٰہی! دنیاداروں کی آنکھیں جیسے دنیا سے ٹھنڈی ہوتی ہیں ایسا ہی ہماری آنکھیں تیری عبادت سے ٹھنڈی ہوں۔الٰہی! تیرے دیدار کا شوق دے۔او بے سہاروں کے سہارے! ہم کو دشمن کے ہاتھ میں مت دے دے کہ نفس وشیطان ہم کو بہکا کر تیرے راستہ سے بھٹکا دیں۔الٰہی! حلال روزی کھلا ہمیشہ حرام سے بچا تارہ۔الٰہی! جو بے سمجھ ہیں ان کا کیا ذکر ہے تیرے اُن سمجھ دار بندوں کا صدقہ جو بہر حال میں تیرا ذکر کیا کرتے ہیں، کھڑے، بیٹھے' لیٹے، کوئی آن تیری یاد سے غافل نہیں ہیں۔

اے خدا تیرے برگزیدہ اور مقبول مقربان بارگاہ کا صدقہ۔

الٰہی ! تیری شان لاابالی کا صدقہ

الٰہی ! تیری شان کبریائی کا صدقہ

الٰہی ! تیری عظمت بڑائی کا صدقہ

الٰہی ! تیرے پیارے نبی کے نام کا صدقہ

اے خدا! تیرے عاشقوں کے عشق ومحبت کا صدقہ، تیرے ذاکرین کے ذکر وفکر کا صدقہ۔

ہم بے سمجھوں کو سمجھ دے،غفلت ہٹے، تیرے ذکر وفکر کا چسکا لگ جائے۔

اے بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے والے، اے بے دردوں کو درد دل دینے والے! ہمیشہ ہم کو تو اپنی نوکری میں رکھ، دنیا میں رہنا، اور پھر دنیا سے باہر ہمارا شیوہ ہو جائے۔

اے عشق ومحبت دینے والے خدا، تیری اور تیرے رسول کی محبت ہمارے دلوں میں بس جائے غرض بارالٰہا! ہم آپ کے ہوں اور آپ ہمارے۔

دل میں مقصود و مدّعا نہ رہے　　　تو رہے اور دوسرا نہ رہے

پہلے آپ کی حالت عرض کرتا ہوں۔

خدا کے در پہ ہیں بندے خدا کے آئے ہوئے　　　دُعا کے واسطے ہاتھوں کو ہیں اُٹھائے ہوئے

دِلوں میں جوشِ تمنا، لبوں پہ یَـــــارَبِّــیْ

سروں کو فرطِ خجالت سے ہیں جھکائے ہوئے

اب میری حالت سنیئے۔

گناہ گار ہوں میں سب سے بڑھ کے قابل رحم اسی لئے ہیں مجھے پیشوا بنائے ہوئے
کہ اس پہ رحم اگر ہو تو ہو ویں سب مغفور یہ کہہ رہے ہیں جو آمین گڑ گڑائے ہوئے
اِلٰہی! ہم ہیں گنہگار اور توستّار کرم سے اپنے ہمارے گنہ چھپائے ہوئے
مریں تو خاتمہ یارب ہمارا ہو بالخیر جہاں کو چھوڑیں تو ہوں تجھ سے لو لگائے ہوئے
لحد میں جائیں تو ایماں کے شب چراغ کے ساتھ ہو تیرا دامنِ عفو و کرم چھپائے ہوئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وعظ مبارک

مورخہ ۲۸/رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ

حضرت قبلہ نے حاضرین سے فرمایا کہ تین مرتبہ درود شریف پڑھیں، پھر آپ نے بھی یہ درود شریف تین مرتبہ پڑھا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْo

(ترجمہ: اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلمؐ پر، اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات کے موافق ہے برکت اور سلام نازل فرما)۔

حضرات ! ہم میں سے بہت سے لوگ رمضان المبارک کے انتظار میں تھے، اور وہ اسی انتظار انتظار میں اپنی قبروں میں جا کر سو گئے۔ آپ اور ہم کس قدر خوش تقدیر ہیں کہ پھر رمضان المبارک سے ملنے کا موقع ملا۔ کیا کہوں رمضان! کیسے رمضان! کیا شان ہے رمضان کی! آپ نے سنا ہوگا اور رمضان کے جو فضائل ہیں وہ آپ ہر جگہ سنتے ہوں گے مگر مثال کے طور پر میں آپ سے ان میں سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں سنئے :

حضرت علیؓ کے خلیفۂ خاص حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ آسمانوں کی امان جبرئیل علیہ السلام سے ہے، جب تک آسمانوں میں رہیں گے، آسمانوں میں امن رہے گا۔ زمین کا امان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہے۔ حضرت کی یہاں تشریف آوری کی وجہ سے زمین والے امن میں رہیں گے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی امت کا امان رمضان سے ہے۔ جب تک یہ امت رمضان المبارک کی قدر کرتی رہے گی، اس کی تعظیم کرتی رہی گی اور اس پر عمل کرتی رہے گی وہ امن وامان میں رہیں گے، اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو میری امت پر عاد وثمود کی مانند عذاب کرنا منظور ہوتا تو سورہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' اور رمضان نہ دیتا۔ اللہ نے

اس امت کو سورۃ ''قُلْ هُوَ اللّٰه اَحَدٌ'' اور رمضان المبارک جیسا مہینہ عطا کیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری امت پر وہ عذاب نازل نہیں فرمائے گا جو عذاب کہ قوم عاد وثمود پر نازل کیا تھا۔ کیا فضیلت عرض کروں رمضان المبارک کی! رمضان المبارک کی رات میں جو لوگ جاگتے ہیں اور تراویح پڑھتے ہیں ان کو شہید کا ثواب ملتا ہے

صاحبو! کیا فضیلت ہے اس امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم کی! رات کو جاگنے والوں کو، تراویح پڑھنے والوں کو شہید کا ثواب ملتا ہے، جو لوگ نماز میں یا صرف تلاوت کر کے قرآن شریف ختم کرتے ہیں ان کو حج کا ثواب ملتا ہے۔ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ للّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ o'' پڑھنے والوں کو حجِ مقبول وعمرہ کا ثواب ملتا ہے، یہ شان ہے رمضان المبارک کی! اس شان کا رمضان المبارک آپ کے پاس آ گیا ہے، کیا خیر و برکات ہیں اس کے، آپ خود محسوس کرر ہے ہونگے کہ ہر ایک مسلمان کا دل اولیاء اللہ کے مانند ہو گیا ہے، ہر ایک مسلمان کے دل میں توجہ اِلَی اللّٰہ پیدا ہوگئی ہے، ہر ایک میں ایک خاص توجہ ہے اللہ کے ساتھ، آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسجدیں کیسی آباد ہیں، کوئی قرآن شریف کی تلاوت کرر ہا ہے تو کوئی ذکر کرر ہا ہے، کوئی توبہ استغفار کرر ہا ہے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے رو رہا ہے اور اپنی مغفرت مانگ رہا ہے، یہ سارا انقلاب ایک دم رمضان آتے ہی ہو گیا ہے۔ کیا آپ غور فرمائے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ انقلاب کیوں ہوا؟ شعبان میں ان کے دلوں کی حالت یہ نہ تھی اور نہ شوال میں رہے گی، یہ رمضان آتے ہی اس کے سبب سے ہمارے دلوں کی حالت اس قدر کیوں بدل گئی، ایسا کیوں ہوا میرے دوستو! اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا اور ہمارا دشمن جو آدم علیہ السلام کا بھی دشمن ہے، قید ہو گیا ہے ماہ رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی ابلیس یعنی شیطان جو بہکانے والا ہے' قید ہو گیا ہے، اس کے قید ہونے کی وجہ سے ہمارے دلوں کی یہ حالت ہوگئی ہے، اس کے علاوہ ہمارے پہلو میں بھی ایک دشمن ہے یعنی نفس، یہ بھی ایک دشمن ہے جو گناہوں کی طرف متوجہ کرتا رہتا ہے مگر میرے دوستو! رمضان المبارک میں شیطان کے قید ہونے کی وجہ سے یہ اکیلا ہے، اکیلا ہونے کی وجہ سے دب جاتا تھا۔ اب رمضان المبارک جار ہے ہیں اور شیطان قید سے چھوٹتا ہے، اب اس کے بعد دیکھئے شیطان گھر کے بھیدی سے چوری کراتا ہے، یہ گھر کا بھیدی ہمارا نفس ہے، اور عموماً گھر کے بھیدی ہی سے چوری ہوتی ہے۔ غرض نفس شیطان سے مل جاتا

ہےاور یہ دونوں مل کر دیکھئے کیسی تباہی اور کیا کیا ہنگامے مچاتے ہیں۔شیطان ایسا دشمن ہے کہ جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ وہ آپ کا دشمن ہے پھر بھی کیا آپ کو اس کے دشمن ہونے میں کچھ شک ہے، پھر یہ نافرمانیاں ہونے کے بعداب کیا شک رہا؟ دشمن بھی کیسا دشمن ہے میاں! یہ ایسا دشمن ہے کہ آخرِ وقت میں جب سکرات میں ہیں، مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں، اس مصیبت اور تکلیف کے وقت شیطان آکر ایمان چھیننے کی فکر میں رہتا ہےاور زندگی میں بھی مسلسل نافرمانیاں کراتا رہتا ہےاس کو ایک مثال سے سمجھیئے۔

فرض کرو کہ دو کام ہیں کہ ایک میں ثواب کم ہےاور دوسرے میں ثواب زیادہ ہےتو شیطان آپ کو زیادہ ثواب کا کام کبھی نہ کرنے دے گا۔اگر کرنے بھی دے گا تو وہی کام کرنے دے گا کہ جس میں ثواب کم ہے، کچھ بھی ہو دشمن ہے۔دشمنی نکالنا چاہتا ہےکبھی تو میاں ایسا کرتا ہے اور کبھی ایسے کام آپ سے کرواتا ہے کہ آپ کا خاتمہ خراب ہوجائے۔میں مثال کے طور پر ایک بدنصیب کا قصہ سناتا ہوں۔

حکایت :- اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس کا قصہ بیان فرمایا ہےلیکن اس پر اللہ کا ایسا غضب ہے کہ اس کا نام نہیں لیااور نہ نام لینا چاہتا ہے،بغیر نام لئے اس کا قصّہ سنایا ہے وہ قصّہ یہ ہےاوراس کا نام ہے بَلعام بن باعور۔کیا کہوں کیسا شخص کیسا ہوکر مرا۔کیسے افسوس کی بات ہے، یہ ایسا عابد وزاہد تھااور اتنی عبادت کیا تھا کہ یہ بلعام صاحبِ کرامات ہوگیا تھا۔بڑی بڑی کرامتیں اس سے صادر ہوچکی تھیں،آپ اس سے اندازہ لگائیے کہ اس کے تیس مرید تھے جو ہوا پراڑتے تھےتو مرشد کا کیا حال ہوگا۔ایسا عابد وزاہد اور ایسا صاحبِ کرامات کہ جو دعا کرتا قبول ہوتی تھی، اس لئے سارے ملک میں مشہور ہوگیا تھا کہ اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ایک دفعہ اتفاق یوں ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام ایک کافر بادشاہ کے ساتھ جہاد کرنا چاہے،اس لئے موسیٰ علیہ السلام فوج لےکراس کافر بادشاہ پر چڑھائی کئے اب اس بادشاہ نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اوران کی فوج سے تاب نہ لاسکوں گا اس لئے اس نے بلعام بن باعور کے پاس کہلا بھیجا کہ تم آؤاور موسیٰ علیہ السلام کے لئے بددعا کرو۔میں تم کو بہت کچھ انعام دوں گا۔پہلے تو اس نے انکار کیا۔اس کے بعد بادشاہ نے اس کے پاس اس قدر مال ودولت بھیجا کہ جس سے اس کا گھر بھر گیا،لالچ میں اب چلا ہے موسیٰ علیہ السلام

کے مقابلہ میں بددعا کرنے کے لئے ،تو بلعام کی تمام کرامتیں چھین لی گئیں ،وہ دعائیں جو قبول ہوتی تھیں اور ان میں جو اثر تھا اب وہ نہ رہا۔ وہ بالکل ایسا ہو گیا جیسے سانپ کچلی میں سے نکل جاتا ہے ،اسی واسطے اللہ تعالیٰ اس کا قصہ بیان فرما کر کہا ہے قرآن میں کہ:۔

کَمَثَلِ الْکَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْہِ یَلْھَثْ اَوْ تَتْرُکْہُ یَلْھَثْ ط (پ ۹۔ اعراف۔ ع ۲۲)

ترجمہ:۔ تو اس کی مثال کتے کی سی ہوگئی کہ اگر سختی کرو تو زبان باہر نکالے رہے ،اور یوں ہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔

اس کی حالت کتے کی طرح ہوگئی اور اس کم بخت کی ساری کرامات اسی طرح چھین لی گئیں جس طرح سانپ کچلی میں سے نکل جاتا ہے۔ ابلیس کی بھی یہی حالت ہوئی تھی اس نے دیکھا کہ آدم کے سبب سے یہ ساری خرابی ہے تو لگا آدم کے ساتھ دشمنی کرنے ،ان کے ساتھ اور ان کی اولاد کے ساتھ قیامت تک دشمنی کرے گا اور بدلہ لے گا۔ بلعام بھی شیطان کی طرح بجائے توبہ کرنے کے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے سبب سے میری ساری کرامات گئیں اور ہر چیز چھین لی گئیں ،اب دیکھتا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام کیسے فتح پاتے ہیں ،بادشاہ سے آکر کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی فوج خود بہ خود بھاگ جائے گی ،بادشاہ نے کہا بتلایئے کیا تدبیر ہے۔ تمہارے ملک کی حسین ،خوبصورت عورتوں کو چن چن کر بلاؤ ، اور ان عورتوں کو موسیٰ علیہ السلام کی فوج میں بھیج دو اور ان سے کہہ دو کہ ان کی فوج جو کرے کر لینے دو۔ غرض یہ حسین عورتیں موسیٰ علیہ السلام کی فوج میں گئیں اور جب وہاں پہنچیں تو زنا ہونے لگا اور جب زنا کثرت سے ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور اس کے ساتھ ہی تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ موسیٰ علیہ السلام پریشان ہو گئے اپنی باقی رہی سہی فوج لے کر واپس چلے گئے۔ جب یہ ہوا تو بلعام ملعون ہو گیا ،مردود ہو گیا۔ اسی حال میں مردود ہو کر مرا۔

میرے دوستو ! یہ شیطان جب چاہتا ہے تو اس طرح کے کام کرواتا ہے کہ خاتمہ خراب ہو جائے ،اس کی تدبیریں ایسی ہی ہیں ،آپ دیکھئے کیسا شخص تھا' کیسا ہوا ،اور کیا حال ہو کر مر گیا۔

میرے دوستو ! پیغمبروں کے سامنے ،فرشتوں کے سامنے ،اولیاء اللہ کے سامنے ،اللہ کا وہ جاہ وجلال ہے ،وہ عظمت

ہے، وہ قوت ہے، وہ شان ہے کہ جس کے سبب سے تمام فرشتے پیغمبر اور اولیاء اللہ لرز رہے ہیں، کانپ رہے ہیں، اب ایسا شخص مردود ہوکر مرا تو اللہ کی سلطنت میں اس سے کیا فرق پڑا؟ کچھ بھی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان ایسی ہے کہ سب کے سب ڈر رہے ہیں، کانپ رہے ہیں۔ ایک ہم ہیں میاں! گناہ کرتے ہیں مگر جیسے کے ویسے ہیں نہ خوف ہے نہ ڈر ہے اللہ کا۔ ہماری جو حالت تھی ویسی ہی حالت رہتی ہے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام سے پوچھے کہ جبرئیل! میں دیکھتا ہوں کہ میکائیل علیہ السلام کبھی ہنستے نہیں، آخر کیا بات ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسولؐ اللہ! یہ بہت ہنستے تھے جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے یہ ہنسنا چھوڑ دیئے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام بھی اکثر روتے رہتے تھے۔ ایک روز اللہ تعالیٰ نے ان سے دریافت کیا کہ جبرئیل تم روتے کیوں ہو؟ انھوں نے عرض کیا الٰہی کیا کروں، کیوں نہ روؤں، جب سے دیکھا ہوں کہ ابلیس کیسا بڑا عابد، کیسی اس کی وقعت تھی، کیسی اس کی باطنی قوت تھی وہ ملعون ہوگیا، مردود ہوگیا، اسی لئے میں اپنے خاتمہ کی فکر میں ہوں (حاضرین رونے لگے) کیا معلوم میرا خاتمہ کیسا ہوگا؟ اسی واسطے روتا ہوں۔

حضرت سفیان ثوریؒ کی جب سکرات کا وقت آیا تو لوگوں نے دیکھا کے حضرت سفیانؒ بے چین ہیں، تڑپ رہے ہیں اور رو رہے ہیں، تب لوگوں نے ان سے کہا کہ حضرت! آپ پاک ہیں اور ہماری نظروں میں آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر آپ سے گناہ ہوا بھی ہو تو اللہ کی مغفرت آپ کے گناہوں سے بڑھی ہوئی ہے، پھر آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں لوگو! میں گناہوں پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ میں اس واسطے رو رہا ہوں کہ کیا معلوم میرا خاتمہ کیسے ہوتا ہے اور ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے یا نہیں۔ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں۔

ایک بزرگ تھے کیا شان تھی ان کی، بزرگوں کی باتیں ہی عجیب ہوتی ہیں میاں! وہ اپنے پاس رہنے والوں کو وصیت کئے کہ بھائی دیکھو! میں تم کو کچھ روپے دیتا ہوں۔ دس پانچ روپے بھی دیئے اور کہا کہ یہ روپے رکھ لو، میں تم کو کچھ علامتیں بتلاؤں گا، اگر میرے سکرات کے وقت یہ علامتیں پائی گئیں تو سمجھ کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوا (اس وقت مجمع رونے لگا) تب ان روپیوں سے بادام مصری نکال کر بچوں میں بانٹو اور کہو کہ بچو! آج خوشی کا دن ہے، کیوں کہ آج

فلاں کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے، اور اگر وہ علامتیں نہ پائی گئی تو لوگوں سے کہہ دو کہ میری نماز جنازہ نہ پڑھیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد بھی ریا کار بنوں۔ سن رہے ہو حضرات! یہ کیا خوف ہے۔

ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدینؓ بنگلہ پر تھے اور خوفِ خدا سے رو رہے تھے، آپ کے آنسو جو گرے تو نالی سے بہتے ہوئے سڑک پر گرے، وہاں کوئی شخص چل رہا تھا اس کے جسم پر گرے تب اس نے کہا او پانی پھینکنے والے! ارے بول یہ پانی پاک ہے یا نجس؟ حضرت فرمائے یہ گنہگار کے آنکھ کا پانی ہے، اس لئے اس کو دھولے (سارا مجمع سن کر رونے لگا)۔

ایک شخص تھے غالبًا وہ بھی بڑے بزرگ ہیں، انکا بچّہ ان کے ساتھ سویا کرتا تھا۔ ایک رات انھوں نے دیکھا کہ ان کا بچّہ بے چین ہے اور اس کو نیند نہیں آرہی ہے تو یہ دیکھ کر حضرت بچہ سے فرمائے کیوں بیٹا کیا بیمار ہو، کیوں تم کو نیند نہیں آرہی ہے تو بچہ نے جواب دیا باوا! میں بیمار تو نہیں ہوں مگر مجھ کو یہ خوف ہورہا ہے کہ کل جمعرات ہے۔ ہفتہ بھر اُستاد جو پڑھائے ہیں وہ سب آموختہ جمعرات کے دن سنتے ہیں، اگر غلطی ہوئی تو خوب پیٹیں گے مجھ پر استاد خفا ہونگے پس اسی خوف سے نیند نہیں آرہی ہے وہ بزرگ چیخ مار کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ ہائے افسوس! اس بچّہ کو جمعرات اور استاد کا جتنا ڈر ہے اس کے باپ کو قیامت کا اتنا ڈر اور خوف نہیں ہے۔

غرض صاحبو ! ایک دن خدا کے سامنے جانا ہے اور کچھ دنیا میں کئے ہیں اس کا حساب دینا ہے، قیامت کے دن جب خدا پوچھے گا اور خفا ہوگا تب کیسا ہوگا، اس کا ہم کو کچھ تو خیال ہے جیسے اس چھوٹے بچے کو خیال ہے اور رورہا ہے۔ ہم کو نہ قیامت کا ڈر ہے اور نہ کسی کا خیال صاحبو! ایسا ہو تو کیسا ہوگا۔

صاحبو! اس وقت میں آپ سے دو چار قصّے کہا ہوں فرمایئے ان کے گناہ زیادہ ہیں یا ہمارے گناہ زائد ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گناہوں سے ان کے گناہ زیادہ تھے اس وجہ سے وہ بے چین ہیں اور رورہے ہیں۔ صاحبو! ہم کیوں نہیں روتے اور بے چین ہوتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہوشیار ہیں، اللہ کی تابعداری کررہے ہیں، اور ہم غافل ہیں، غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، خدا کی نافرمانیاں ہورہی ہیں پھر بھی ہم بے فکر کے بے فکر ہیں۔

ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم رات کے وقت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمائے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) اب یہ وقت سونے کا ہے اور آج تمہاری باری ہے۔ میں تمہارے حق میں دخل دینا نہیں چاہتا۔ اگر مجھے تم اجازت دو تو میں خدا کی عبادت کروں گا۔ سنئے ان لفظوں کو، کونسے جملے فرمائے تھے حضرت، بیوی کا جو حال ہو رہا ہوگا۔ آپ فرمائے، تمہارا حق ہے اور میں تمہارا حق ضائع نہیں کروں گا۔ مجھے اجازت دو کہ میں اللہ کی عبادت کروں۔ یہ کیا بات تھی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہر ایک بات سے ایک مسئلہ بنتا ہے اور مصلحت نکلتی ہے، میاں آپ کو اس کا مقصد بھی سمجھاؤں گا۔ سنیئے! حضور سکھا رہے ہیں کہ تمام حقوق العباد سے بچتے رہو۔ اللہ اگر معاف کرنا چاہے تو اپنا حق معاف کر دیتا ہے لیکن بندوں کا حق معاف نہیں ہوتا، میاں یہ بات خوب خیال میں رکھو! آج کل مسلمان بندوں کا حق بالکل پائمال کر رہے ہیں، کچھ سمجھتے ہی نہیں کہ کیا ہوگا؟ کچھ پرواہ نہیں ہے کہ کل قیامت میں کیسے گذرے گی۔ آپ کیا اعمال کر رہے ہیں سنیئے! بہت سی ایسی عورتیں ہیں کہ جو گھر میں بھوکی، پیاسی مر رہی ہیں، ان کے خاوند مہینوں سے غائب رہتے ہیں۔ یہاں تو ایک رات عبادت کرنے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بیوی سے اجازت لے رہے ہیں اور آج کل عورتیں تڑپتی پڑی ہیں' بھوکی پیاسی مر رہی ہیں، ان کے خاوند مہینوں سے غائب ہیں کیا یہی حقوق العباد ہے؟ اور عورتوں کی ایسی حالت ہے کہ مرد تڑپ رہے ہیں، برس بھر ہو گیا ہے ماں باپ کے پاس جا کر بیٹھی سو بیٹھی ہیں، کچھ فکر نہیں ہے کہ اس پر مرد کا بھی حق ہے، کیا جواب دو گی خدا کے پاس۔ اب آپ اس پر اندازہ لگایئے میاں! میں کہاں تک بیان کروں۔ غرض حقوق العباد کا معاملہ بہت نازک ہے، آج میں کہہ رہا ہوں اگر آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے تو کل جب آپ خدا کے سامنے پیش ہوں گے اس وقت سمجھ میں آئے گا اور اس وقت آپ کو پچھتانا پڑے گا کہ ہائے افسوس میں نے حقوق العباد کو کیوں اس طرح پائمال کر دیا۔

لوگ گھروں میں کرایہ سے رہتے ہیں میاں! لیکن مالکِ مکان کو کرایہ نہیں دیتے اور اگر وہ مانگے تو اس پر بہت غصہ میں آتے ہیں آخر میں دعوٰی ہوتا ہے۔ معلوم ہے کہ دعوٰی سے کیا ہوتا ہے برسوں میں فیصلہ ہوگا۔ خیر بے فکری سے رہو، مگر خدا کے سامنے بھی اسی طرح بے فکری سے رہنا اور اگر دباؤ پڑ گیا تو کرایہ ڈبو دیئے اور چل دیئے۔ میاں! کیا

یہ کرایہ ڈوب جائے گا؟ کیا یہ خدا کے سامنے نہیں لیا جائے گا۔ کس خیال میں ہیں آپ؟ آپ سے حقوق العباد کیونکر ادا ہو سکیں گے۔ اگر کوئی کسی کے پاس کچھ امانت رکھائے کہ رکھو، سو روپے، پچاس روپے رکھو، اور کہا کہ مجھ کو وقت پر دینا۔ مسئلہ تو یہ ہے میاں کہ امانت کا جو روپیہ رکھایا جاتا ہے وہی روپیہ بجنسہٖ واپس دینا چاہیئے۔ اگر ان روپیوں میں سے آپ ایک روپیہ نکال لئے اور پھر دوسرا روپیہ اس میں ڈال دیئے تو یہ بھی خیانت ہے، جب آپ سے پوچھا جائے گا اور آپ کو پکڑا جائے گا تب معلوم ہوگا، اس وقت پچھتاؤ گے کیا فائدہ اس وقت پچھتانے سے؟ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھا رہے ہیں کہ بندوں کا بھی حق ہوتا ہے اسی لئے صاحبو! حقوق العباد سے بچ کر رہو۔

الغرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یا رسولؐ اللہ میں آپ کو اجازت دیتی ہوں کہ آپ عبادت کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنارے پر جا کر رونا شروع کئے۔ آپ اتنا روئے کہ زمین بھیگنے لگی، پھر اٹھ کر وضو فرمائے اور روتے ہوئے تشریف لائے، پھر روتے ہوئے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، پھر نماز پڑھتے پڑھتے تمام رات گذر گئی اور تمام رات آپ روتے رہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ کر عرض کرتے ہیں کہ حضور جماعت تیار ہے، روتے ہوئے گھر کے باہر تشریف لے گئے۔

صاحبو! حضور کا یہ رونا کیسا تھا کہ آپ تمام رات روتے رہے، اس بارے میں علماء کی مختلف رائے ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ ایک جوش تھا رو رہے تھے، بعض علماء کہتے ہیں کہ خدا کی محبت میں رو رہے تھے، بعض کہتے ہیں کہ حضرت اصل میں اس واسطے رو رہے تھے کہ آپ کو امت کے گناہ یاد آ رہے تھے، اس لئے یہ رونا تھا۔ یہ احساس تھا حضرت کو تمام رات رو کر گذار دیئے، کیا ہم بھی اپنے گناہوں کے واسطے کبھی روئیں ہیں، دو قطرے بھی بہائے ہیں؟ میرے دوستو! یہ خوب سونچو، یہ کیا ہو رہا ہے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنّت میں ہوں، اور جنّت میں تین سو پیغمبروں سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سب سے دریافت کیا کہ دنیا میں رہنے تک آپ لوگ کس بات سے ڈرتے تھے تو تین سو پیغمبروں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ بُرے خاتمہ سے ڈرتے تھے اور دُعا کرتے تھے کہ ہمارا خاتمہ بُرا نہ ہو بلکہ ہمارا

خاتمہ اچھا ہو۔غرض اس کا ہم کو بہت ڈر تھا۔ یہ پیغمبر ہیں میاں! تین سو پیغمبر ڈرتے تھے کہ ہمارا خاتمہ بُرا نہ ہو۔ دنیا میں رہنے تک ان کو یہ ڈر اور خوف تھا۔

میرے دوستو! اب شیطان چھوٹتا ہے اس واسطے میں آپ کو اس کے ہتھکنڈوں سے خبر دار کرتا ہوں کہ وہ نفس سے مل کر اب کیا کیا ہنگامے مچاتا ہے۔ میں اب وہ بتلاتا ہوں سنیئے۔آپ کو خاتمہ خراب ہونے کی دو چار مثالیں سمجھاتا ہوں اس سے آپ اندازہ لگا لیجئے۔

میرے دوستو! دنیا کے مشاغل اور شہوات یہ تمام چیزیں دل کو ملکوت کی سیر سے روکتی رہتی ہیں' آپ بیداری میں ملکوت کی سیر نہیں کر سکتے اور اسی طرح عالم برزخ کی سیر نہیں کر سکتے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ سنیئے! مشاغل اور شہواتِ نفسانی کی وجہ سے ملکوت کی سیر نہیں ہوتی لیکن جب آپ سو جاتے ہیں تو سونے کے بعد تمام خواہشات اور شہوات بیک وقت ختم ہو جاتے ہیں، اس واسطے خواب میں آپ کو کہاں کہاں کی سیر ہوتی ہے اور کیا کیا نظر آتا ہے، ہر چیز کی اصلی حالت کھلتی ہے، سب چیزیں آپ کو نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ میرے دوستو! یہی حال ہوگا سکرات کے وقت آپ کے سارے مشاغلِ دنیا ختم ہو جاتے ہیں اور شہوات نفسانی بھی ختم ہو جاتے ہیں تو اس وقت عالمِ برزخ اور عالمِ ملکوت، سب کی کیفیت کھلتی ہے، ہر چیز اپنی اصلی حالت میں نظر آتی ہے، یہاں جو بُرے اعتقاد کیئے ہیں وہ اصلی حالت میں نظر آئیں گے تب آپ کو پچھتانا پڑے گا کہ ہائے افسوس میں نے یہ کیا اعتقاد کیا۔اس طرح وہ اعتقاد کھل کر سامنے آرہے ہیں، تب یہ اعتقاد خراب ہو جائیں گے۔ یہ اعتقادات خراب ہونے کی وجہ سے دیگر اعتقادات میں بھی ڈانواں ڈول ہو جاتا ہے، ایسے وقت موت آتی ہے تو خاتمہ خراب ہو جاتا ہے۔ ذرا باریک بات ہے غور فرما لیجئے!

میرے دوستو! خاتمہ خراب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج کل عجیب ہنگامہ ہے ایک فتنہ برپا ہے' کوئی کچھ کہہ رہا ہے تو کوئی کچھ، اس کا کچھ خیال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کیا فرمائے تھے اور صحابہ کیا فرمائے تھے اس کی کچھ فکر نہیں، اپنے جو جی میں آیا وہ کہنا شروع کر دیا ہے۔

میرے دوستو! کہیں بُرے اعتقادات میں نہ پھنسو، ایسی کتابیں مت دیکھو، ایسی صحبتوں میں مت بیٹھو، یہی

اعتقادات اگر کل مرتے وقت آ گئے تو پچھتاؤ گے۔ غرض جب اعتقادات اصلی حالت میں سامنے آئیں گے تو اس وقت پچھتاؤ گے کہ ایسے اعتقادات نہ رکھتا تو اچھا تھا ویسے وقت موت آئے گی تو خاتمہ خراب ہو جائے گا۔

دوسرا سبب خاتمہ خراب ہونے کا جو ہے میرے دوستو! اس کو میں ایک مثال کے ذریعہ آپ کو سمجھاتا ہو، ذرا باریک باتیں ہیں اس پر غور کیجئے سنئے! آپ کا ایک دوست ہے آپ کو اس سے محبت بھی ہے آپ اس کو ایک ہزار روپے قرض دیئے۔ چند مہینوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ آپ کے روپے واپس دینا نہیں چاہتا۔ روپے ڈبو دینا چاہتا ہے، آپ کو مال کی محبت بھی ہے اور اس شخص سے بھی محبت ہے، مگر اس شخص کی محبت کم ہے اور مال کی محبت زیادہ ہے تو زیادہ محبت کی وجہ سے وہ کم محبت ٹوٹ جاتی ہے، اس لئے آپ اس پر دعویٰ کر دیں گے، ڈگری لائیں گے، اس کو قید کرائیں گے، اگر چہ کہ اس سے بھی محبت تھی لیکن مال کے سامنے کیا ہے، مال کی محبت زیادہ ہے، یہ رہ گئی اور اس شخص سے محبت کم تھی اس لئے ٹوٹ گئی ایسا ہی میاں! ہم کو اللہ سے محبت ہے اور دنیا سے بھی محبت ہے مگر اللہ سے محبت کم ہے، دنیا سے محبت زیادہ ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ کیسا معلوم ہوا؟ سنئے: ایک دنیا کا معاملہ آپ کے سامنے پیش ہوا، اور وہ ایسا معاملہ ہے کہ جس کے بارے میں اس کو نہ کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس لئے اگر چیکہ اللہ کا خوف ہوتا ہی رہتا ہے لیکن آپ وہ دنیا کا معاملہ کر گزرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ یہ حال ہے ہمارا یعنی ہم کو اللہ کی محبت تو ہے مگر کم ہے اور دنیا کی محبت زیادہ ہے غرض جب سکرات شروع ہو گی تو سکرات کے وقت آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ میری محبوب دنیا کو چھیننے والا، چھڑانے والا اللہ ہے۔ اللہ کی طرف سے دل میں ایک قسم کی برائی اور عداوت آ جائے گی اور دنیا کی محبت غالب رہ کر اللہ کی محبت نکل جائے گی اور اللہ کی طرف سے کچھ برائی ضرور آئے گی، ایسے وقت اگر موت آئے گی تو خاتمہ خراب ہو گا۔

صاحبو! اس پر آپ غور فرمایئے، خاتمہ خراب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم کو محبت ہے اللہ کی مگر دنیا کی محبت زیادہ ہے، دنیا کی اس محبت کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وہ محبت ٹکتی نہیں، بغیر اللہ کی محبت کے دنیا سے جاتا ہے اور خاتمہ ہو جاتا ہے، اور خدا کے سامنے کیسا جاتا ہے میاں! جیسے غلام جو بھاگا ہوا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اس کو پکڑ لاؤ، مالک کے سامنے آتا

ہے تو کیسا آتا ہے ایسا ہی آپ کو پکڑ لائیں گے۔ غرض اس طرح سے پکڑ کر فرشتے خدا کے سامنے ان لوگوں کو لیجائیں گے کہ جنکے دل میں اللہ کی محبت کا نام ونشان نہیں ہے ختم ہوگئی دنیا! اس وقت کیا حال ہوگا ہمارا؟ خدا کو کیا منہ دکھائیں گے، میرے دوستو! دیکھو اس دنیا کی یہ کیفیت ہے۔

ایک دوسری مثال بتلاتا ہوں آپ کو، آپ کا ایک فرزند ہے اس نے دس پندرہ روپے آپ کے کھو دیئے، آپ کو بچہ کی بھی محبت ہے اور روپیوں سے بھی محبت ہے مگر روپیوں سے محبت کم ہے، بچہ کی محبت زیادہ ہے تو اس وقت آپ کہیں گے کہ گئے تو گئے روپے، بچہ کی محبت کے سامنے روپے کیا چیز ہیں، کم محبت ہٹ جائے گی، زیادہ محبت غالب آجائے گی، ایسا ہی اللہ سے محبت زیادہ ہے اور دنیا کی محبت کم ہے تو موت کے وقت معلوم ہوگا کہ ہماری دنیا کو اللہ چھین رہا ہے جب یہ معلوم ہوگا کہ اللہ چھین رہا ہے تو اللہ کی محبت کے سامنے مردار دنیا کی کیا حقیقت؟ اللہ کی محبت بس ہے، کافی ہے ہمارے لئے۔ اس خیال میں اور ایسے وقت جو خاتمہ ہوگا اور موت آئے گی تو خاتمہ خیر پر ہوگا' اچھا خاتمہ ہوگا۔ خدا کے سامنے جائیں گے تو ایسے غلام کی طرح جائیں گے جو مالک کا کام کر کے حاضر ہوا ہو، تو میاں! دنیا کرو، دنیا سے آپ کو منع نہیں کرتے، صحابہ بھی دنیا کئے ہیں تم بھی دنیا کرو مگر دین کو اور آخرت کو مت بھولو دنیا کرو دین کے ساتھ دنیا کرو آخرت کے ساتھ، دنیا کرو خدا کی محبت کے ساتھ، پھر آپ کا خاتمہ اچھا ہوگا۔ یہ دو چیزیں تو آپ سمجھ گئے ہوں گے، ایک اور چیز سمجھاؤں گا میاں! یہ نمونہ بتلا رہا ہوں آپ کو کہ خاتمہ کیسا خراب ہوتا ہے سنئے:

ہر وقت آپ کی اور ہماری زندگی ایسی گزر رہی ہے کہ گناہوں میں لت پت ہیں سینکڑوں گناہ ہم کر رہے ہیں، گناہوں سے لذت لے رہے ہیں، اب ایسے وقت کیا ہوتا ہے میاں سنو! حدیث شریف میں آیا ہے کہ جیسے جیو گے ویسے مرو گے اور دنیا میں جب تک زندہ ہیں آپ گناہوں میں پھنسے ہوئے ہیں، لت پت ہیں، اور گناہوں سے لذت لے رہے ہیں، آخر وقت تک گناہوں میں پھنسے ہوئے لذت لے رہیں ہیں، مرتے وقت ''جیسے جیو گے ویسے مرو گے'' کے لحاظ سے ایسے وقت موت آئے گی کہ گناہوں کی لذت لے رہے ہوں گے، خاتمہ خراب ہوگا۔ اس واسطے سستی مت کرو گناہوں سے توبہ کرو، تاکہ توبہ کر کے گناہوں کی لذّت کو دل سے نکالو' ان گناہوں کو بھی دل سے نکالو' اور جب موت

آئے تو پاک دل لے کر خدا کے سامنے جاؤ۔

میرے دوستو ! ایک اور وجہ بتلاتا ہوں کہ جس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ سنو اولیاء اللہ کے ساتھ بے ادبی کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ یاد رکھو! آج کل یہ بھی شروع ہو گیا ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ بڑی بے ادبی ہو رہی ہے' معلوم نہیں ان خاتمہ کیسا ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کے ساتھ ایسی بے ادبی کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ حضرت یوسف صاحبؒ شریف صاحبؒ کی درگاہ کے سامنے جو سڑک ہے اس پر سے بھی نہیں گذرنا چاہیئے' اندر درگاہ میں جانا برا ہے ہی اس سڑک پر چلنا بھی برا ہے۔ افسوس! افسوس! اولیاء اللہ کی یہ قدر ہے آپکے پاس؟ خدا کے دوستوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے' یہ حال ہے تو تب کیا حال ہوگا آپکا' خیال کرلو اس کو' یاد رکھو! ہرگز ایسا راستہ اختیار نہ کرنا ہاں یہ اور بات ہے کہ جو جاہل کرتے ہیں کہ سجدہ کرتے ہیں طواف کرتے ہیں' یہ مت کرو یہ بری چیز ہے مگر ان سے بے ادبی یا ان سے اعتقاد میں خلل ڈالنا' فرق ڈالنا' یہ بہت بُرا ہے اس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے' یعنی اولیاء اللہ کے ساتھ بے ادبی کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

ایک اور وجہ ہے کہ جس کے سبب سے خاتمہ خراب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خود کو کچھ سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ میں بھی ولی ہوں' خود کو ولی سمجھنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ سنو! یہ کیسا معاملہ ہے کہ خود کو ولی سمجھنے سے خاتمہ خراب ہوگا۔ غرض جو سمجھے کہ میں ولی ہوں تو وہ بہت خسارہ میں رہے گا۔

حکایت :- مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں، ایک دفعہ ان کے عہد زندگی میں قحط پڑا۔ گاؤں کے سب لوگ آکر عرض کئے کہ حضرت دعا کیجئے، تاکہ آپکی دُعا کی برکت سے یہ قحط دُور ہو جائے۔ مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ جواب دیتے ہیں کہ اس گاؤں میں جتنے لوگ ہیں ان سب سے میں زیادہ گنہگار ہوں، میرے گناہوں کی وجہ سے تم لوگ پریشان ہو، میں یہاں سے چلا جاتا ہوں تاکہ تمہاری پریشانی دور ہو جائے۔ یہ خیال اولیاء اللہ کا ہے غرض خود کو بڑا سمجھنے سے بھی خاتمہ خراب ہوگا۔

میں آپ کو نمونہ بتلا رہا ہوں اور آپ کو شیطان کے ہتھکنڈے دکھا رہا ہوں، دیکھو کہ یہ کیا کیا خرابیاں

پیدا کرتا ہے، ذرا آپ ہوشیار رہئے، اور ان سب ہتھکنڈوں کو یاد رکھئے۔ سنو میرے دوستو! کافروں کی وضع کو اور کافروں کے طریقہ کو پسند کرنا، اس کو اچھا سمجھنا اور تعریف کرنا اس سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ یاد رکھو اگر کسی وجہ سے، نوکری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے کافروں کی وضع اختیار کرتے ہو تو ایسا کرو، جیسا کہ آپ ضرورت کے واسطے پائخانہ جاتے ہیں لیکن دل لگا کر نہیں بیٹھتے، ضرورت کے واسطے گئے اور نکل گئے۔ ایسا ہی ان کے طریقہ کو ان سب طریقوں کو سمجھو یعنی ان کو ضرورت سمجھو لیکن اس کے بعد اس کو اچھا نہ سمجھنا اور اس کی تعریف نہ کرنا۔ ورنہ یاد رکھو خاتمہ خراب ہو جائے گا۔

ایک اور چیز ہے جس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے میرے دوستو سنو! اور خوب سونچ لو کہ مخلوق پر ظلم کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ کس پر ظلم کر رہے ہو، کیا کیا ظلم کر رہے ہو، کس کو تباہ کر رہے ہو، کس کا مال چھین رہے ہو، کس کی زمین چھین رہے ہو، کس کا گھر چھین رہے ہو، کیا کیا کر رہے ہو۔ ذرا خوب سونچ لو آج چھین لو اور آج جو جی میں آیا کر بیٹھو، کل خدا کے سامنے کیا منھ بتلاؤ گے۔ مظلوم کل خدا سے فریاد کریگا کہ یہ ظالم میری زمین چھین لیا تھا۔ آج اس سے کہہ دو کہ کل اس ظلم کی سزا کیا ہوگی؟ سنو! اس ظلم کی سزا سوائے دوزخ کے کچھ نہ ہوگا۔ دوزخ ہی اس کا بدلہ ہے۔ غرض اس سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے، یعنی مخلوق پر ظلم کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے، میرے دوستو! نمونہ کے طور پر آپ کو سمجھا دیا ہوں کہ یہ چند چیزیں ہیں کہ جن سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

اگر آپ اچھا خاتمہ چاہتے ہیں تو تنہائی میں رات کو مگر آپ تنہا ہونا چاہئے، کیوں کہ لوگوں میں رہے تو دل کھلتا نہیں۔ غرض رات کو تنہائی میں نماز پڑھو، پھر رو رو کر خاتمہ اچھا ہونے کی دُعا کرو۔ کبھی کبھی یہ دُعا کرو کہ ہمارا خاتمہ اچھا ہو۔ دُعا کرنے سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے اور خاتمہ اچھا ہونے کے لئے نیک لوگوں سے محبت رکھا کرو کہ اس سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے۔ فجر کی سنت اور عصر کے پہلے چار رکعت سنت پڑھنے سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے، گنہگاروں کی صحبت میں مت رہو، اس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ میاں! آج اور کل پر ٹالتے مت رہو کیا معلوم کہ کونسا وقت موت کا وقت ہے، موت کی تیاری میں رہو، اور آپ اس کو یاد رکھ لو، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جوان ہیں، ہم ایسے ہیں، ہم ویسے

ہیں اور ابھی موت تو بہت دُور ہے۔ ارے کہاں کی دوریاں' چلتے چلتے ٹھوکر لگی گرے مر گئے۔ لیٹے لیٹے مر گئے۔ اب کسی حال میں دھوکہ میں مت رہو۔ غفلت میں مت رہو، موت کی تیاری میں رہو۔ موت کی تیاری کے لئے اتنا تو کرو کہ دنیا میں منہمک مت ہو جاؤ دین ہے تو دنیا ہے، دنیا کے لئے تو چوبیس گھنٹے مصروف رہتے ہیں، یہ شکل اچھی ہے یا خراب، یہ خاتمہ خراب کرنے کی شکل ہے۔ دنیا کے وقت دنیا کرو اور جو وقت بچ جاتا ہے اس وقت کو اللہ کی یا میں گزارو۔ جب تم اللہ کی یاد کرو گے تو ''جیسا جیو گے ویسا مرو گے'' کے تحت مرتے وقت وہ اللہ کا ذکر آپ کو یاد آئے گا تو آپ کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ یہ چند چیزیں میں بتلا دیا ہوں! اور بہت سی باتیں ہیں ان کو آپ یاد رکھو اور ان پر غور کرو۔ ان باتوں میں تنہائی میں غور کرو، وہ یہ کہ خدا کے دوستوں سے کبھی کبھی ملتے بھی رہو۔ اس سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے۔

حکایت :- حضرت امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے مفسر ہیں، آج ان کی تفسیر موجود ہے، یہ ہمارے نجم الدین کبریٰ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس مُرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو فرمائے اچھا مُرید ہو جاؤ۔ حضر[illegible] جب ان کو مُرید کرنا شروع کئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے کان میں سے کوئی چیز بھر بھر آواز کے ساتھ دھوئیں کے جیسی باہر نکل رہی ہے، وہ علم منطق کے عالم تھے، انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز نکل رہی ہے تو حضرت فرمائے کہ منطق کو نکال رہا ہوں تا کہ اچھا علم یعنی علم لدنّی حاصل ہو، انہوں نے کہا حضرت ! برسوں کی محنت کے بعد یہ علم حاصل کیا ہوں۔ معلوم نہیں پھر آتا ہے یا نہیں اور کہا کہ میں مرید نہیں ہوتا حضرت ! میں منطق میں مشہور ہوں میں اس کو کھو کر مُرید نہیں ہوتا۔ اس لئے مجھے معاف کیجئے حضرت فرمائے یہ آجائے گا پھر انہوں نے کہا کہ حضرت کیا معلوم کہ آئے گا یا نہیں، کیوں کہ یہ شک کی باتیں ہیں، اس لئے واپس ہو گئے اور سوچنے لگے کہ شیطان جب سکرات کے وقت آئے گا تو کیا کروں گا، اس وقت اس کا جواب کیسے دونگا۔ وہ پریشانی کا وقت ہوگا۔ سکرات کی تکلیف الگ رہے گی، ایسے وقت میں کیا کر سکوں گا۔ اس لئے توحید پر تین سو ساٹھ دلیلیں لکھے، ان (۳۶۰) دلیلوں سے یہ ثابت کئے کہ اللہ ہی ایک معبود ہے اور جب ان کے مرنے کا وقت آیا اور سکرات شروع ہوئی تو شیطان آیا اور توحید سے ہٹانے لگا تو آپ نے کہا ارے تو کیا ہٹائے گا میرے پاس یہ دلیلیں ہیں، اس نے کہا بولئے اور یہ بولتے گئے آخر میں اس نے ایک بات ایسی کہی

کہ جس سے ان کی ساری دلیلیں ختم ہوگئیں، اب شیطان امام فخر الدین رازی سے ایمان لینے کے در پے تھا اس وقت وہ بہت ڈر گئے کہ کہیں خاتمہ خراب نہ ہو جائے، اس کی خبر کشف سے حضرت نجم الدین کبریٰ رحمتہ اللہ علیہ کو ہوئی۔ آپ نے خیال فرمایا کہ میرا مُرید نہیں ہوا تو کیا ہوا میرے پاس آیا تو تھا اور اس وقت آپ وضو فرما رہے تھے، لوٹا اٹھا کر دیوار پر مارے اور فرمائے دے دلیل دے کہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" اللہ ایک ہے آپ نے بھی یہی کہہ دیا، اس طرح انکا خاتمہ اللہ احد پر ہوا۔ اس لئے میاں خدا کے دوستوں سے ملتے رہو، ان سے تعارف پیدا کرتے رہو، آخری وقت یہ بھی کام آتا ہے۔

بہر حال رمضان المبارک کا مہینہ کیا مبارک مہینہ تھا اس مہینہ میں شیطان قید ہوگیا تھا اور ہمارے دل اولیاء اللہ کے دل کے جیسے ہو گئے تھے اور کیا کہوں؟ میرے دوستو! اب جا رہے ہیں یہ رمضان اور جاتے ہوئے اپنے ساتھ ساری خوبیوں کو لے جا رہے ہیں۔

صاحبو! رمضان آئے تو کیا فضیلت تھی سنئے نفل نماز پڑھے تو فرض نماز کا ثواب ملتا تھا فرض پڑھے تو ستّر فرض کا ثواب آپ کو ملتا تھا۔ یہ نعمتیں ہیں رمضان کی، اب آپ کو رمضان کے بعد نہیں ملیں گی اور غیر رمضان میں نفل کا نفل اور فرض کا فرض ہوگا۔

صاحبو! سنو، جو لوگ روزہ نہیں رہتے ہیں وہ سمجھتے ہوں گے کہ روزہ دار بھوکے مر رہے ہیں ارے نہیں میاں! سنو غذا دو قسم کی ہوتی ہے، ایک جسمانی، دوسری روحانی۔ رات کو جسمانی غذا آپ کو کھلاتے ہیں، جب سحر کا وقت ہوتا ہے، اس وقت جسمانی غذا بند کر کے روحانی غذا شروع کر دیتے ہیں، تمام دن آپ بھوکے پیاسے نہیں رہتے تھے، دن کو روحانی غذا پہنچتی رہتی ہے آپ کہیں گے کہ یہ سب شاعرانہ مضمون ہے، نہیں میاں یہ شاعری نہیں ہے، آپ آزما کر دیکھ لیجئے وہ اس طرح کہ ایک دن بھوکے رہو، نیت مت کرو، دیکھو کیسی بے چینی ہوگی، پیاس لگے گی، بھوک سے دل بے چین ہوگا اور ناتوانی الگ ہوگی اور ایک دن نیت کر کے روزہ رہو، آپ کو بھوک لگے گی نہ پیاس اور نہ کوئی کیفیت پیدا ہوگی، یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کو روحانی غذا پہنچاتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے روزہ داروں کو روحانی غذا پہنچتی ہے، افطار کا جہاں وقت آیا اور شام کا وقت ہوگیا تو اس کے بعد دیکھئے کہ کیسی بے چینی ہوتی ہے۔ ارے تمام دن رہے نا میاں

اب اگر کہا جائے کہ دو منٹ ٹھہریئے، اب کہاں ٹھہرتے۔غرض اب جسمانی غذا کا وقت آ گیا۔اس لئے روزہ کھولنے کی فکر ہوتی ہے۔اب کہاں ہیں میاں یہ فضیلت، رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے تھے، دوزخ کے دروازے بند کردئے تھے، اب رمضان جاتے ہیں، میرے دوستو کیا حال ہوگا اس بیمار کا کہ جس کا دوا پلانے والا چلا، رمضان دوا پلانے والے تھے، ہم کو ہماری بیماریوں کی دوا پلاتے تھے۔سونچو کہ اب دوا چھوٹتی ہے، اے رمضان اب وقت آ گیا ہے کہ آپ ہم کو منجھدار میں چھوڑ کر چلے، قرآن سے ہمارے دل کا زنگ دور ہو رہا تھا۔ ہم قرآن پڑھتے تھے یا اور صاحبوں کو سنا رہے تھے، اب کہاں قرآن اور کہاں ہے قرآن کا سننا۔اب کہاں ہے زنگ کا دور ہونا۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر پیغمبر کو معراج ہوئی ہے اور ہماری امّت کی معراج نماز میں ہے، نماز آپ پڑھ رہے ہیں، اور نماز میں قرآن کیا پڑھ رہے ہیں، اللہ سے باتیں ہو رہی ہیں، اب کہاں یہ نعمتیں ملیں گی، اب یہ نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں، ایک بھوکا تھا، سب کے پیٹ بھرے ہوئے تھے، پیٹ بھوکا رہتا تھا۔سارے اعضاء بھرے ہوئے تھے، رمضان میں دل نہیں چاہتا تھا کہ آنکھ سے گناہ ہو، کان سے گناہ ہو، اسی طرح پاؤں سے بھی گناہ نہیں ہوتا تھا۔غرض رمضان میں سب بھرے ہوئے تھے، اب رمضان کے بعد پیٹ بھرتا ہے سب کے سب بھوکے رہیں گے، پیٹ بھرنے کے بعد آنکھ کہے گی زنا کرنا، ہاتھ بھی کہیں گے گناہ کرنا، اسی طرح پاؤں بھی کہیں گے گناہ کرنا۔غرض رمضان کے جانے سے اچھی چیزیں ہم سے جا رہی ہیں، یہ نعمتیں تھیں رمضان کی اب یہ رمضان کے ساتھ جا رہی ہیں۔

میرے دوستو! آپ روزہ رہ کر کیا بنے تھے یاد ہے، آپ روزہ رہ کر فرشتہ بنے تھے' فرشتے بھی کھاتے نہیں، پیتے نہیں، آپ بھی کھاتے نہیں، پیتے نہیں، شان فرشتہ تم میں پیدا ہوئی تھی فرشتے سوتے نہیں، آپ بھی رات کو سوتے نہیں، اور آپ تراویح میں جاگتے تھے، فرشتہ پن آپ میں آ گیا تھا۔ ''تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰه''

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے جیسے اخلاق پیدا کرو۔

اللہ کے اخلاق پیدا کرنا، یعنی اللہ صمد ہے تو آپ بھی کھانے پینے سے بے نیاز تھے یہ سمجھ لو کہ اللہ کے اخلاق میں سے جو اخلاق آ گئے تھے اب وہ چھینے جاتے ہیں، نیند کیا تھی روزہ دار کی؟ روزہ دار سو رہا ہے اور فرشتے لکھ رہے

ہیں کہ وہ عبادت کر رہا ہے اب یہ ساری نعمتیں چھوٹتی ہیں میاں، اے ماہ رمضان! ہم سمجھے ہوئے تھے کہ مہمان ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا کرتا۔ آپ مہمان ہیں اس لئے آپ جائیں گے، آپ رہنے والے نہیں ہیں لیکن آپ قبر میں ہمارے کام آؤ۔ قبر میں ہم کو مت بھولو۔

قیامت کا میدان ہوگا میاں! حساب کتاب ہو رہا ہوگا۔ آفتاب سر پر آ گیا ہوگا، وہ دھوپ، وہ لوگوں کی گڑبڑ، وہ لوگوں کا ہجوم، وہ پیاس، وہ سختی، ویسے وقت ہم پریشان ہو کر نکلیں گے، حوض کوثر کا رخ کریں گے۔ اے ماہ رمضان! آپ ہمارے ساتھ آؤ اور حوض کوثر سے پلاؤ۔

میزان میں اعمال تل رہے ہیں میاں، نیکیوں کو ایک پلڑے میں ڈال رہے ہیں اور گناہ ایک پلڑے میں، گناہ بڑھ گئے تو جاؤ دوزخ میں، اور نیکیاں بڑھ گئیں تو جاؤ جنت میں۔ وہاں جا کر ہم کیا کریں گے، کہاں ہیں ہمارے پاس نیکیاں، نیکی کے پلڑے میں کیا ڈالیں؟ ایسے وقت میں اے ماہ رمضان! آپ آؤ، آ کر ہماری مدد کرو، اس وقت میں رمضان آ کر کیا کریں گے معلوم ہے!

صاحبو! حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان آئیں گے اور آ کر سحری میں جو کھانا آپ کھائے ہیں وہ سب کھانا لا کر نیکی کے پلڑے میں ڈال کر نیکی کا پلڑا بھاری کر دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک روز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! میں آخر زمانہ میں ایک امت پیدا کرنے والا ہوں ان کو اندھیروں کے واسطے دو نور دونگا، موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ وہ دو اندھیریاں کیا ہیں، اللہ تعالیٰ فرمایا کہ ایک قبر کی اندھیری۔ قبر کی اندھیری دور کرنے کے لئے قرآن دونگا اور دوسری قیامت کی اندھیری۔ قیامت کی اندھیری دور کرنے کے لئے رمضان دونگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا اچھی امت ہے یہ، آپ مجھے اس امت میں پیدا فرمانا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ تم کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ وہ امّت تو بہت دنوں کے بعد آنے والی ہے۔

غرض حساب ہو رہا ہے میاں! قیامت کا میدان ہے، اللہ تعالیٰ برآمد ہیں، ایسے وقت ہم اللہ کے سامنے کھڑے ہیں، اب حساب شروع ہوگا تو کیا ہوگا، کیا حساب دیں گے؟ ہمارے پاس نیکیاں کہاں ہیں، یہاں تو سارے

گناہ ہیں نیکیاں تو کچھ نہیں ہیں، اب کیا کرتے، پریشان ہیں، اس وقت معلوم نہیں کیا حکم ہوتا ہے، کیا ہم کو دوزخ میں بھیج دیتے ہیں، غرض پریشانی میں کھڑے ہوں گے۔ ایسے وقت خوب صورت شکل میں رمضان المبارک آئیں گے اور آ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر جائیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا رمضان کیا بولتے ہیں بولو۔ رمضان عرض کریں گے روزہ دار کا حساب و کتاب رہنے دو، میں ان کو جنت میں لے جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ رمضان مجھے تمہاری بہت خاطر ہے' لے جاؤ جو روزہ دار ہیں ان کو جنت میں لے جاؤ۔

رمضان پھر کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اب کیا ہے کیوں کھڑے ہو، عرض کریں گے سب کے سامنے روزہ دراوں کو عزت کا تاج پہنایا جائے۔ حکم ہوگا کہ لاؤ تاج، اور عزت کے ساتھ روزہ داروں کو تاج پہنائیں گے، پھر بھی رمضان کھڑے رہیں گے تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اجی اب کیا ہے، اب کیا بولنا چاہتے ہو؟ کہیں گے الٰہی! اب روزہ داروں کو ان کے پیغمبروں کے سایہ میں جگہ دو، حکم ہوگا رمضان کی خاطر ہم کو منظور ہے' اس لئے ان روزہ داروں کو ان کے پیغمبر کے سایہ میں جگہ دو۔ پھر بھی رمضان کھڑے رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اجی اب کیا ہے؟ عرض کریں گے یہ تو میری وجہ سے آپ نے ان کو عطا فرمایا، ان کے اعمال کا بدلہ بھی دیجئے یعنی وہ جو نیک اعمال کئے ہیں ان کا بدلہ بھی دیجئے۔ حکم ہوگا دو ان کے اعمال کا بدلہ۔

میرے دوستو! رمضان آ کر روزہ داروں کو بخشا کر لے جائیں گے، خوشخبری ہو ان لوگوں کو جو روزہ دار ہیں اور یہ نعمت ان کو حاصل ہوئی۔ عرش کے نیچے ایک صندوق ہے میاں نور کا، اس صندوق پر قفل پڑا ہوا ہے، اس صندوق میں روزہ داروں کو دوزخ سے نجات ملنے کی خوشخبری ایک کاغذ پر لکھ کر اس کو اس صندوق میں ڈالیں گے۔ اے ماہ رمضان! یہ سچ ہے ہم کس منھ سے کہیں کہ ہم روزہ دار ہیں۔ کیا ہمارا روزہ، اور کیسے ہمارے روزے۔ سب کی خبر ہے آپ کو۔ ایک بار آپ ہم کو روزہ دار بولو تو ہم کو یہ تمام نعمتیں مل جاتی ہیں، اے ماہ رمضان! ایک بار آپ ہم کو روزہ دار بول کر، کھڑے رہ کر ہم کو دوزخ سے نجات کا پروانہ لکھا کر اس صندوق میں رکھ کر قفل ڈال کر جاؤ۔

غرض میدان قیامت میں یہی ہو رہا ہوگا کہ ایسے میں قرآن اللہ تعالیٰ کے سامنے آئیں گے اور عرض کریں

گے الٰہی! یہ تو آپ رمضان کی وجہ سے دیئے، میں بھی ان کی نیند کھویا تھا، رات کی نیند کھوکر وہ مجھ کو سنتے اور پڑھتے تھے۔ حکم ہوگا کہ اس کا صلہ یہ ہے کہ جنت میں ان کو لے جاکر بڑے بڑے مراتب اور درجے دیئے جائیں۔ اے ماہ رمضان اب آپ سفارش کیجئے کہ ان روزہ داروں کو، تراویح پڑھنے والوں کو بڑے بڑے درجات دیئے جائیں۔

غرض یہ خوبیاں تھیں میاں رمضان میں، یہ نمونہ تھا جو میں نے عرض کیا۔ ان خوبیوں کا رمضان اب جارہا ہے، اب کوئی دم کا مہمان ہے میرے دوستو! ہائے ان کا دامن پکڑو، اور دامن پکڑ کر یہ کہو۔

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ براندازِ چمن کچھ تو اِدھر بھی

اب رمضان المبارک جارہے ہیں، اس لئے کچھ دعا کرلو میاں!

دعاء :- یاالٰہی، اے اللہ! آپ ہم کو اپنا خوف دیجئے۔ اے اللہ، ہم سے آپ اتنی اطاعت کرائیے کہ جس کے صلہ میں ہم کو جنت مل جائے۔ اے اللہ ہم کو اتنا یقین دیجئے کہ دنیا کے مصائب ہم کو آسان معلوم ہونے لگیں۔ الٰہی! ہمارے دین میں کوئی مصیبت مت آنے دیجئے۔ ہمارے دین کو مصیبتوں سے بچایئے، ہم پر مصیبت مت آنے دیجئے! اے اللہ ہم دنیا ہی کے نہ ہوجائیں! ایسا نہ ہو کہ ہم رات دن دنیا میں پھنسے رہیں! ہم کو ایسا بنائے کہ ہم دنیا کریں دین کے ساتھ! ہم دنیا کریں آخرت کے ساتھ ایسا ہم کو بنایئے! اے اللہ، اے اللہ! آپ خود فرماتے ہیں کہ میں سب چیزوں کو "کُن" سے پیدا کیا ہوں اور وہ "کُن" (یعنی ہوجا) بولنے سے بن گئے۔ لیکن ہم کو آپ خود اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں اے اللہ! ہم کو اپنے ہاتھ سے بناکر دوزخ میں مت ڈالیئے، آپ ہم کو اپنے ہاتھ سے بناکر دوزخ کی آگ میں مت جلایئے۔ اے اللہ، ہمارے اللہ! ہم آپ کے در پر کبھی نہیں آئے، دنیا کے سارے دروں پر برباد ہوکر پھرتے رہے لیکن آپ کے دروازہ پر نہیں آئے، رمضان المبارک کھینچ کر لاکر آپ کے دروازہ پر چھوڑے ہیں، اب رمضان جارہے ہیں ہم کو اپنے دروازہ سے مت نکالئے۔ ہم اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے تھے، اب رمضان آپ کے دروازہ پر لاکر چھوڑے ہیں، اے اللہ ہم کو اپنے دروازہ سے مت نکالو۔

ایک وقت بادشاہ ہارون الرشید نے اپنی باندیوں کو حکم دیا کہ ان چیزوں میں سے جس چیز کو تمہارا جی چاہے چن لو، تب کسی

باندی نے کچھ لیا تو کسی نے کچھ۔ غرض سب باندیوں نے کچھ نہ کچھ لے لیا۔ ان میں سے ایک باندی تھی اس نے بادشاہ پر ہاتھ رکھ دیا، لوگوں نے کہا یہ کیا ہے: تب اس باندی نے کہا کہ سب باندیوں نے ایک ایک چیز لے لی، اور میں نے بادشاہ کو لے لیا۔ جب بادشاہ میرا ہو گیا تو ساری سلطنت میری ہے، ساری بادشاہت میری ہے۔ غرض ہر چیز میری ہے ایسا ہی الٰہی! آپ ہمارے ہو جاؤ۔ ہم کو آپ اپنا بنا لو۔ اے اللہ! آپ ہمارے ہو گئے تو جنت ہماری ہے، دنیا ہماری ہے۔ غرض ہر چیز ہماری ہے۔ اے الٰہی! ہم کو آپ اپنا بنا لو۔ آپ ہمارے ہو جایئے۔ الٰہی! آپ ہمارے ہو جاؤ۔ ہم کو اپنا بنا لو۔ الٰہی! آپ ہمارے ہو جاؤ۔ ہم کو اپنا بنا لو!

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ○

نعت شریف

(الحاج مرزا شکور بیگ صاحب نے اپنا کلام سنا کر سامعین کے قلوب کو متاثر کیا)

کہاں میں کہاں ان کا دربار عالی حقیقت نبی ہے میری خوش خیالی
دل مضطرب نے مراد اپنی پالی نظر آ گئی ان کے روضہ کی جالی
مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹایئے گا مجھے ہاتھ خالی

سراپا خطا کار حاضر ہوا ہے ندامت سے اور شرم سے سر جھکا ہے
گناہوں کی تفصیل بے انتہا ہے شفاعت کا بس تیری ایک آسرا ہے
مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹایئے گا مجھے ہاتھ خالی

نظر پاک ہے اور نہ دل پاک میرا لباس عبادت ہے صد چاک میرا
دکھاوا یہ ہو جائے سب خاک میرا فقط دیدۂ دل ہے نمناک میرا

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹایئے گا مجھے ہاتھ خالی

کرم سے مرا بختِ خفتہ جگادے خدا کے لئے اپنا جلوہ دکھا دے
شرابِ محبت نظر سے پلادے میری زندگی کو عبادت بنادے

مدینے کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹایئے گا مجھے ہاتھ خالی

نہ دنیا کا میں مرتبہ چاہتا ہوں نہ عقبیٰ کا کوئی صلہ چاہتا ہوں
تری نیم شب کی دعا چاہتا ہوں ترے نام پر خاتمہ چاہتا ہوں

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹایئے گا مجھے ہاتھ خالی

جو طالب ہیں اس کے انھیں سیم و زر دے مرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے
مری شام غم کو خوشی کی سحر دے غلاموں میں شامل مرا نام کردے

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹایئے گا مجھے ہاتھ خالی

کوئی وقت ہو، شام ہو یا سحر ہو تصور ترا میرے پیش نظر ہو
زباں پر ترا نام قدموں پہ سر ہو مرا خاتمہ ہو تو ایمان پر ہو

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
نہ لوٹایئے گا مجھے ہاتھ خالی

نعت شریف

الحاج جناب سید نعیم الدین حسینی صاحب سپروائزر نے نہایت خوش الحانی سے نعت شریف سنا کر سامعین کو محو حیرت بنادیا۔

سلطان جہاں محبوب خدا، تری شان وشوکت کیا کہنا ✦ ہر شے پہ لکھا ہے نام ترا، ترے ذکر کی رفعت کیا کہنا

ہے سر پر تاج نبوت کا، جوڑا ہے تن پہ کرامت کا ✦ سہرا ہے جبیں پہ شفاعت کا امت پہ ہے رحمت کیا کہنا

معراج ہوئی تا عرش گئے، حق تم سے ملا تم حق سے ملے ✦ سب راز ''فاوحیٰ'' دل پہ کھلے، یہ عزت وحشمت کیا کہنا

حوروں نے کہا سبحان اللہ، غلماں نے پکارا صلی اللہ ✦ اورقدسی بولے الا اللــــہ، ہے عرش پہ دعوت کیا کہنا

قرآن کلام باری ہے، اور تیری زبان پر جاری ہے ✦ کیا تیری فصاحت پیاری ہے، اور تیری بلاغت کیا کہنا

باتوں سے ٹپکتی لذت ہے، آنکھوں سے برستی رحمت ہے ✦ خطبے سے چمکتی ہیبت ہے، اے شاہ رسالت کیا کہنا

ہو حسن نبی کی کیسے صفت، جس کی ہے خدا کو بھی چاہت ✦ والشمس چمک والا، رنگت پھر اس میں ملاحت کیا کہنا

صدیقؓ ہیں جان صداقت کی، فاروق ہیں شان عدالت کی ✦ عثمانؓ ہیں کان سخاوت کی، حیدرؓ کی ولایت کیا کہنا

دو پھول بتولی گلشن کے، اک سبز ہوئے اک سُرخ ہوئے ✦ بغداد و عرب جن سے مہکے، ان پھولوں کی نکہت کیا کہنا

گیسوئے کرم کھل جائیں اگر، رحمت کی گھٹا برسے جم کر ✦ پیاسے یہ کہیں خوش ہو ہو کر اے ابرِ رحمت کیا کہنا

آنکھوں سے کیا دریا جاری، اور لب پے دعا پیاری پیاری ✦ رو رو کے گزاری شب ساری، اے حامئ امت کیا کہنا

شہرت ہے جمیل اتنی تیری یہ سب ہے کرامت مرشد کی
کہتے ہیں تجھے مداح نبیؐ سب اہل سنت کیا کہنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وعظ مبارك

مورخہ ۲۸ / رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۶۳ء

حضرت قبلہؒ نے حاضرین سے فرمایا کہ (۳) مرتبہ درود شریف پڑھیں، پھر آپ نے بھی یہ درود شریف ۳ مرتبہ پڑھا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْo

ترجمہ:- (اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر، سب سے افضل درود اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات کے موافق ہے برکت اور سلام نازل فرما)

حضرات! جب رمضان المبارک کا چاند نظر آتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ کرام کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے "لَقَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ".

ترجمہ:- ایک عظمت والا مہینہ تم پر سایہ کر رہا ہے، اور یہ محاورہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور باپ والے بچوں کے لئے کہتے ہیں کہ یہ باپ کے سایہ میں ہیں یعنی باپ کی حمایت میں ہیں، یہ مبارک مہینہ آیا ہے مسلمانوں کو اپنی حمایت میں لینے کے لئے۔ اس لئے جو مسلمان روزہ رہے، تراویح پڑھے تو ان کو حمایت میں لے لیا جاتا ہے اور جو مسلمان نہ روزہ رہے نہ تراویح پڑھے، ان کو حمایت میں نہیں لیا جاتا رمضان اسی کا ہے جو روزہ رکھے اور تراویح پڑھے۔

میرے دوستو! دن تو دنیا کے گزر جائیں گے مگر اس کے بعد جب اس کی حمایت کا موقع آئے گا، تو اس وقت روزہ نہ رکھنے والوں کو اور تراویح نہ پڑھنے والوں کو پچھتانا پڑے گا۔ جو لوگ تراویح پڑھتے ہیں، اور روزہ رکھتے ہیں ان کو دیکھو کہ جب وہ قبروں میں ہوں گے تب اِدھر سے رمضان آئیں گے اور ادھر سے قرآن اور اللہ تعالیٰ سے شفاعت

کر کے، فرشتوں کو بھیج کر، ان کو آرام پہنچانے کا سامان کریں گے، پھر قیامت کے دن بھی رمضان مدد کریں گے۔ غرض ہر موقع اور ہر جگہ رمضان آ کر مدد کریں گے، میزان پر نیکیاں تل رہی ہیں جس کی نیکیاں بڑھ جائیں گی اس کو جنت کی طرف بھیجا جا رہا ہے تو ویسے موقع پر رمضان آ کر کھڑے رہیں گے اور اگر روزہ داروں کی نیکیاں کم ہوں تو وہ جو سحر کو کھانا کھائے تھے، وہ کھانا لا کر نیکیوں کے پلڑے میں ڈالیں گے، جب کھانا نیکیوں کے پلڑے میں ڈالا جائے گا تو نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا اور ان کو جنت کی طرف لے جائیں گے۔

رمضان المبارک کی فضیلت کے تعلق سے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ شیطان اور نفس دونوں مل کر مسلمانوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں سے محبت ہوتی تو دن بھر بھوکا اور پیاسا کیوں رکھتا اور کیوں جگاتا۔

میرے دوستو ! یہ دھوکہ ہے نفس اور شیطان کا آپ غور کیجئے کہ جب بچہ کی ماں بچہ کو کڑوی دوا پلاتی ہے تو بچہ بھی یہی کہتا ہے کہ میری ماں دشمنی کر رہی ہے اور مجھے کڑوی دوا پلاتی ہے، یہ بچہ کی بے سمجھی ہے۔ ماں دشمن نہیں ہے، اچھا ہونے کے لئے تجھے کڑوی دوا پلاتی ہے، میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کو بھی ہم سے بے حد محبت ہے، سو ماں (۱۰۰) سے زیادہ محبت ہے، یہ اللہ کی محبت کا تقاضہ ہے کہ جو ہم سے روزہ رکھوائے ہیں اور ہم کو تراویح پڑھائے ہیں۔ جس روز ہم دنیا میں آئے تھے، اس وقت ہماری روح نورانی تھی لیکن نفس کی صحبت کی وجہ سے ہم گناہ کئے۔ اور روح پر ظلمت و تاریکی چھا گئی اور اگر اس سیاہی کو لے کر وہاں جائیں گے تو وہاں سیاہی دور کرنے کا کوئی سامان نہ ہوگا سوائے دوزخ کی آگ کے۔ دوزخ میں جلنے سے ہی یہ سیاہی دور ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضہ ہے کہ وہ آپ کی روح کو نورانی بنانا چاہتا ہے۔ صاحبو! یہ روزہ اور تراویح کیا کرتے ہیں، سنو! یہ سیاہی کو نور سے دھوتے ہیں آپ روزہ رکھ رہے ہیں، تراویح پڑھ رہے ہیں، اور آپ کس وجہ سے جاگ رہے ہیں، یہ ان کی محبت کا تقاضہ ہے، اس لئے جاگ رہے ہیں، میں آپ کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھاتا ہوں آپ اس سے خود اندازہ کر لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو ہم سے کس قدر محبت ہے، ایک بچہ پائخانہ کر رہا ہے ماں دیکھ کر اٹھا لیتی ہے اور کہتی ہے کہ تمہارے پاس یہ نجاست ہے لیکن میرے پاس صندل سے زیادہ اچھی چیز ہے،

اس پر غور کیجئے، ایسا ہی اللہ تعالیٰ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو تمہارے پاس ناپسندیدہ ہے لیکن میرے پاس اس کی بو مشک سے زیادہ اچھی ہے دیکھا آپ نے۔ اللہ کو اپنے بندوں سے جو محبت ہے، اس سے آپ اس کا اندازہ کیجئے یہ ہیں محبت کے الفاظ، اور محبت کے تقاضہ کی وجہ سے ماہ بچہ کو جب کڑوی دوا پلاتی ہے تو کہتی ہے کہ میاں تم یہ دوا پی لو میں تم کو روپیہ دوں گی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے روزہ دار بندے! تو روزہ رکھ، میں تجھے جنت دیتا ہوں اور تجھے حور دیتا ہوں۔ اور تیرے روزہ کا بدلہ میں ہوں۔ میرے دوستو! غور کرو، بچہ اگر کھانا نہ کھائے اور بھوکا رہ جائے، یا دیر ہو جائے تو ماں کس طرح بے چین ہوتی ہے کہ میرا بچہ نہیں کھایا، اسی طرح روزہ دار بندہ جب بھوکا، پیاسا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا شاق گزرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیرے روزے کی قدر کرتا ہوں، تیرے بھوک اور پیاس کی قدر کرتا ہوں، اور فرماتا ہے کہ اگر ماں بے چین ہوتی ہے اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں، مگر میرے ہاتھ میں تو سب کچھ ہے اس لئے اپنے بندوں کو روحانی غذا بھیجتا ہوں حکم ہوتا ہے کہ میرے بندوں کو دن میں روحانی غذا پہنچاؤ اور رات کو جسمانی غذا۔ آپ اندازہ کیجئے، یہ ایک واضح دلیل ہے، مثلاً ایک دن آپ فاقہ رہ کر دیکھئے، بڑی بے صبری ہوگی، بھوک لگے گی، پیاس لگے گی، عجیب تماشہ ہوگا۔ اس کے برخلاف ایک دن روزہ کی نیت کر کے دیکھو، اس روز نہ بے چینی ہوگی نہ پیاس لگے گی نہ بھوک لگے گی، یہ کیا بات ہے فاقہ میں ایسا کیوں ہوتا ہے اور روزہ میں کیوں نہیں ہوتا۔ سنو! روزہ میں آپ کو روحانی غذا پہنچتی ہے اس لئے آپ کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ روحانی غذا وہ ہے میاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ چھ روز کا روزہ رہتے تھے تو یہ فرماتے تھے میرا اللہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، کیا کھلاتا، اور کیا پلاتا ہے، وہ یہی روحانی غذا کھلاتا اور پلاتا ہے اور روحانی غذا آپ کو بھی پہنچائی جاتی ہے، رمضان کا کیا مبارک مہینہ ہے میاں، لیکن جو لوگ روزہ نہیں رہتے ان کو شیطان ڈراتا ہے بلکہ شیطان اور نفس دونوں مل کر ڈراتے ہیں تو وہ گھبراتے ہیں کہ روزہ کیسے رہیں گے، کیسے دن گزرے گا، یہ دھوکا ہے شیطان کا۔ مت کھاؤ دھوکا۔ جب آپ بھوکے پیاسے رہ کر روزہ پورا کرتے ہیں، رات کو جاگ کر تراویح پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرتے ہیں اور وہ بڑے قدرداں ہیں اپنی قدردانی کی وجہ سے فرشتوں کو دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو، اے میرے فرشتو! تم کو نہ کھانے کی ضرورت ہے، نہ

پینے کی، میرے بندے کو دیکھو، اس کو کھانے کی بھی ضرورت ہے، پینے کی بھی ضرورت ہے، اس کے باوجود اس نے ہماری وجہ سے کھانا چھوڑا ہے پینا چھوڑا ہے، میری وجہ سے نیند چھوڑا ہے، میں ان کو دوں گا جو کچھ مجھے دینا ہے، اور آخرت میں تم سے بڑھ کر اس کو بلند درجہ دوں گا۔

سنو صاحبو ! ایک وہ زمانہ تھا کہ پیدائش سے قبل ایک منی کا قطرہ تھا، اس کے بعد ماں کے پیٹ میں رہا۔ پھر انسان بنا اور پیدا ہوا، ماں صدقہ ہو رہی ہے باپ قربان ہو رہا ہے، اب اس کے بعد جوان ہوا۔ جوان ہو کر روزہ رکھا، تراویح پڑھا، اعتکاف بیٹھا اور نیک کام کیا، اس کے سبب سے نورانیت آ گئی۔ عرش اعلیٰ سے شب قدر میں فرشتے ملاقات کے لئے آتے ہیں۔

میرے دوستو! رمضان کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ہمارا دشمن شیطان قید ہو گیا تھا۔ نفس اکیلا تھا شرارت تو کرتا تھا مگر اکیلا ہونے کی وجہ سے اس کی شرارت دب جاتی تھی، اب رمضان جا رہے ہیں، کوئی دم کے مہمان ہیں، اب شیطان چھوٹتا ہے نفس سے مل کر دیکھتا ہے کہ کون کون سے گناہ چھوٹ گئے تھے وہ سب کراتا ہے۔

آپ کا جو دشمن ہے اس دشمن کا تعارف کراتا ہوں، اس کی چالوں کو ظاہر کرتا ہوں تاکہ آپ ڈرتے رہیں اور اپنی حفاظت کریں، اور گیارہ مہینوں تک آپ اپنے دشمنوں سے ہوشیار رہیں۔ میرے دوستو! ایک شخص نے مست ہاتھی سے مقابلہ کیا، اور شیر سے کشتی کی، تو آپ کو تعجب ہو رہا ہے لیکن اس سے بڑھ کر تعجب تو یہ ہے کہ ایک بے کس انسان، عاجز و مجبور انسان، اللہ کی مخالفت پر تلا ہوا ہے، بہت کچھ پروردگار کی نافرمانی کر رہا ہے تو کیا یہ کام اس تعجب کرنے سے بڑھ کر نہیں ہے جو شیر سے کشتی لڑنے سے اور ہاتھی سے مقابلہ کرنے پر کیا جا رہا تھا کیوں نہ ہوگا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اے انسان تو اپنی ہستی کو بھول گیا، تجھے اپنی مجبوری و ناچاری یاد نہ رہی، ذرا سوچ کہ تیری تخلیق کس طرح کی گئی ہے، سن پہلے تو مٹی سے بنا، مٹی ایک ذلیل عنصر ہے، اسی وجہ سے شیطان نے آدم کو سجدہ نہ کیا، شیطان نے کہا کہ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں، میں مٹی کو سجدہ کیوں کرو؟ یہ دھوکہ ہوا اس کمبخت کو، حالانکہ اس کو اس کو خدا کے حکم کی طرف دیکھنا چاہئے تھا، مٹی ہو یا کچھ ہو۔ غرض اس نے خدا کے حکم کا انکار کیا۔ اس کو ملعون ہونا تھا وہ ملعون ہوا۔ اس کے مقدر میں یہی

تھا۔غرض انسان کی پیدائش کا سلسلہ نطفہ سے چلا، منی کا وہ نجس قطرہ ہے کہ جو کپڑے پر لگا تو دھونا پڑے، پھر جب انسان بنا اور دنیا میں آیا تو مجبور تھا کہ مکھی اڑانے کی قدرت نہیں تھی اور جب جوان ہوا تو سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں، اب وہ اکڑنے لگا اور مالک ہی کے خلاف پر تل گیا۔ نافرمانی کرنا شروع کیا۔ یہ ہے ہماری ہستی، ہم کیا تھے، کیا سے کیا ہوئے، کہاں سے کہاں ہم کو لایا گیا۔ اب مالک کی نافرمانی اور مخالفت کرنے لگے، اچھا میاں، جوان ہوئے، طاقتور ہوئے اور قدرت آئی سب کچھ ہوا تو اب بھی کیا ہوا۔ پیٹ میں گوہ بھرا ہوا، رگوں میں خون، اگر کپڑوں کو لگ جائے تو دھونا پڑتا ہے۔ کان میں میل، ناک میں ریٹ، منہ میں تھوک۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک حکیم نے اپنی حکمت سے نجاست پر چمڑا مڑھ کر خوبصورت بنا دیا ہے۔ انسان کے اندر کیا چیز ہے، اس پر انسان نے غور نہ کیا۔ مالک نے ہر حکم سنا دیا۔ اس کو سوچنا چاہیئے تھا کہ اب میں کیسے نافرمانی کروں۔ ہر روز اس سے ایسی چیز نکلتی ہے کہ جس کو دیکھ کر کراہت آتی ہے۔ اس کی بو سے دم گھٹتا ہے، اس کو اپنے ہاتھ سے دھوتا ہے، یہ ہستی ہے۔ ایسی ہستی ہو کر خالق کی نافرمانی کرتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، فرماتے ہیں کہ عورت طرح طرح کے زیورات سے بناؤ سنگھار کر کے تیرے سامنے آتی ہے تو سب کو چھوڑ کر اس کی نجس جگہ کا ارادہ کرتا ہے، دیکھا تیرا یہ ارادہ ہے۔ غرض طرح طرح کی بیماریوں میں لدے ہوئے ہیں۔ ایک رگ میں درد اٹھے تو اس کی سدھار نہیں ہوتی کیا مجبوری ہے ذرا غور تو کرو۔ مکھی ہمارے ہاتھ سے کچھ لے جاتی ہے تو مجال نہیں کہ اس کو روک سکیں، مچھر ہمارے سامنے کاٹتا ہے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ایک کانٹا بے چین کر دیتا ہے۔ ایک چیونٹی ہم کو مضطرب کر دیتی ہے۔ دیکھا تُو اپنی مجبوریوں کو۔ ایسا مجبور ہو کر زبردست قدرت والے خدا کی نافرمانی کر رہا ہے۔

تمہاری حالت ایسی ہے۔ غرض تم میں اور جانور میں کیا فرق ہے، جانور کو بھی کھانے، پینے کی خواہش ہے تجھ کو بھی کھانے پینے کی خواہش ہے۔ جانور کو بھی جماع کی خواہش ہے، تجھ کو بھی جماع کی خواہش ہے۔ پھر تجھ میں اور جانور میں کیا فرق ہے۔ جب تجھے غصہ آتا ہے تو درندہ بنا ہوا رہتا ہے۔ ان سب مجبوریوں پر غور کرو۔ ان مجبوریوں کے بارے میں کبھی سوچو اور اپنی حالت پر غور کرو۔ مگر کچھ بات ہے انسان میں میاں کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود انسان میں

ایک چیز ہے۔وہ کیا چیز ہے،وہ دل ہے تمہارے سینے میں،کہ جس میں رازِ الٰہی ہے۔دل اللہ کا خزانہ ہے،معرفت الٰہی کا صندوقچہ ہے جس میں رحمانی موتی رہتے ہیں۔یہ چیز ایسی ہے تمہاری کہ تمہارے دل کے سامنے سب ہیچ ہے،سارے عالم میں تمہاری دھوم مچی ہوئی ہے لیکن تمہاری جو حالت ہے اس کے سبب دھوم نہیں ہے اس لئے کہ تمہارا حال تو ابھی سن چکے،آپ کو یہ جو دل دیا گیا ہے،اس کے سبب سے عالم میں دھوم مچی ہوئی ہے۔عالم تو ایک طرف ہے میاں!اللہ تعالیٰ خود تمہاری طرف مائل ہے۔اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی طرف دن میں (۳۶۰) مرتبہ نظر ڈالتا ہے۔اسی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات کہتے ہیں۔غرض آپ کو ایک نایاب چیز ملی ہے،اس میں تو خزانہ ہے محبت کا،معرفت کا،راز الٰہی کا'ان ہی چیزوں سے سینکڑوں باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔آپ کے دل کے خزانہ کو چھیننے کے لئے چار دشمن ہیں جو آپ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں،وہ چاہتے ہیں کہ آپ کی ساری وقعت جو اس دل کے خزانے سے ہے چھین لی جائے۔تاکہ دوسرے جانوروں کی طرح تم بھی جانور بن جاؤ۔وہ چاہتے ہیں کہ دل کے خزانہ کو اور اس کی دولت کو لُوٹ لیں،ہوشیار رہو،اور سنبھل جاؤ میاں،یہ دل کا خزانہ،دل کی دولت کس طرح لُوٹی جاتی ہے۔سنو یہ اللہ تعالیٰ کا خلاف کرنے سے لوٹی جاتی ہے،اس لئے یہ چار دشمن آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ آپ سے اللہ کی نافرمانی کرائیں۔

پہلا دشمن کیا ہے سنو! پہلا دشمن دنیا ہے۔دنیا کے واسطے کیا کیا نہیں ہو رہا ہے،کیا کیا نہیں کیا جا رہا ہے۔کچھ خبر ہے آپ کو کہ یہ دنیا کیا کر رہی ہے سنو!یہ تم سے اندرونی دشمنی نکال رہی ہے۔تم کو خدا کے خلاف چلا رہی ہے،خدا کی نافرمانی کرا رہی ہے۔میں تم کو ایک مثال سے سمجھاؤں گا۔میاں ذرا یاد رکھو۔یہی ایک مثال ہے نہ سمجھنا۔ایسی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ایک مثال آپ کے سمجھنے کے لئے عرض کرتا ہوں۔میرے دوستو!اگر آپ کے پاس کوئی امانت رکھائے تو کیا کرنا چاہیئے،ویسے ہی بعینہٖ دینا چاہیئے،اگر آپ اس میں سے ایک روپیہ لے لئے اور اپنے پاس کا ایک روپیہ ڈال دئے اور کم نہ کئے تب بھی آپ نافرمان ہو گئے۔امانت کا حکم ہے کہ بعینہٖ وہی چیز دینا جیسے آپ کے پاس رکھائی گئی ہے،میرے پاس کئی لوگ تڑپتے ہوئے آئے ہیں کہ ہم حج کے واسطے روپیہ جمع کئے تھے،ایک صاحب کے پاس یہ روپیہ رکھائے تھے وہ صاحب کل کل اور آج آج بولتے ہیں،کبھی دیتا ہوں کہتے ہیں اور کبھی نہیں،ان کو کیا حق تھا کھا

جانے کا؟ یہ نافرمانی خدا کی ہے۔ دنیا آپ کو نافرمان بنا کر آپ کے دل کا خزانہ لوٹ رہی ہے، وہ صاحب کو خبر بھی نہیں ہے اوران کو معلوم نہیں کہ ان کے دل کا خزانہ لٹا' یا نہیں۔ یہ دنیا دشمن ہے میاں آپ کی۔ اس دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے کچھ باتیں کہتا ہوں، میرے دوستو! دنیا پر دھوکہ مت کھاؤ، جو کچھ تم کر رہے ہو، وہ سب کرو مگر دنیا کو اپنا گھر مت بناؤ۔ آخرت کو اپنا گھر بناؤ۔ تب کبھی تم آخرت بگاڑ کر دنیا نہ کرو گے اگر آخرت کو اپنا گھر سمجھو گے تو جو کرو گے آخرت کے واسطے کرو گے۔ ایک دشمن ہے میاں دنیا، اس کا مقابلہ تو سمجھا دیا ہوں کہ سب کچھ کرو مگر دنیا کو اپنا گھر مت سمجھو، آخرت کو اپنا گھر سمجھو۔

دوسرا دشمن میاں شیاطین الانس ہیں، یعنی انسانوں میں کے شیطان۔ یہ بری صحبت ہے۔ بری صحبت بری ہی ہوتی ہے، میاں اس سے اچھے اچھے دین دار بگڑ گئے، خراب ہو گئے۔ اس سے بچتے رہو۔ یہ دوسرا دشمن ہے جو آپ کے دل کا خزانہ لوٹنے والا ہے۔ عادت پڑنے کے بعد بری چیز بری نہیں معلوم ہوتی۔ میری باتوں کو خوب یاد رکھئے۔

حکایت:- ایک صاحب تھے جو عطر نکالتے تھے ان کے گھر میں عطر کی بو مہکتی تھی، ان کی بیٹی ایک ایسے گھر میں بیاہی گئی جہاں چمڑے دباغت ہوتی تھی، وہ ایک عطر خانہ سے نکل کر بدبو کے گھر میں آ گئی۔ اس کا دل کیا کہتا ہوگا۔ ہمیشہ ناک پکڑ کر ایک کونے میں بیٹھی رہتی تھی، ہوتے ہوتے اس کو عادت پڑ گئی۔ ایک دن ساس نے کہا کہ یہ بہو کچھ کام کی نہیں ہے ہمیشہ کونے میں بیٹھتی ہے۔ بہو نے جواب دیا کہ نہیں، اماں جان میرے آنے کے بعد آپ کے گھر کی بدبو چلی گئی، ۔افسوس بدبو نہیں گئی بلکہ ناک چلی گئی۔

غرض اچھا آدمی بھی بروں میں جاتا ہے تو برا ہوا جاتا ہے، اس کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ میں برا ہو گیا ہوں، جس طرح اس لڑکی کو خبر نہ ہوئی کہ میں بدبو کی عادی ہو گئی ہوں۔

تیسرا دشمن شیاطین الجن ہیں۔ یعنی ابلیس، یہ تیسرا دشمن ہے آپ کا۔ میں سچ کہتا ہوں دنیا اور شیطان آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب چوری ہوتی ہے۔ (میاں غور سے سنو) گھر کے بھیدی سے ہوتی ہے، یہ نفس ہمارے گھر کا بھیدی ہے شیطان نفس کو ملا کر دھوکہ دیتا ہے، لیکن اگر ہمارے نفس کی اصلاح ہو گئی ہو تو یہ شیطان کچھ نہیں کر سکتا۔ میں ایک مثال

سے سمجھا جاتا ہوں سنئے ایک شخص جارہا ہے اس کو ایک عورت نظر آ گئی۔ اب شیطان کہتا ہے کہ دیکھ، اس کو دیکھ، وہ جارہی ہے اس کو دیکھ۔ شیطان یہی کہے گا، سر پکڑ کر اوپر نہیں کرتا۔ شیطان فقط دیکھ دیکھ کہے گا۔ شیطان سے نہ ہو سکا تو جن کی مدد لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے سر کو اونچا کردے، اس کا سر پلٹا دے تو وہ جن سر پکڑ کر اوپر کر دیتا ہے، آپ آنکھ بند کر لیجئے تو ابلیس کہتا ہے کہ اس کی آنکھ چیر، اگر آپ کے نفس کی اصلاح ہو چکی ہے تو آپ نے آنکھ کی پتلی نیچے کر لی۔ انسانوں میں کے شیطان سے بھی نہ ہو سکا۔ اگر ہوتا ہے تو نفس سے ہوتا ہے، آپ نے آنکھ نیچی کر لی اور بدنظری سے بچ گئے۔ شیاطین الانس سے بھی کچھ نہ ہوا۔ ابلیس سے بھی کچھ نہ ہوا، یہ فقط آپ کا نفس ہے جو آپ کو تباہ کرتا ہے، سمجھ لیا آپ نے؟ اب ایک اور بات آپ سے عرض کرتا ہوں' غور سے سنیئے: آدم وحوا علیہ اسلام کو جنّت میں رکھا گیا' انھیں سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ابلیس ملعون ہوا' اسے فکر ہوئی کہ آدمؑ وحواؑ تو مزے اُڑا رہے ہیں' کیا کروں اور کیسے بہکاؤں انکو لیکن جنت میں جانے کا موقع نہ تھا۔ باہر کھڑا ہوا تھا کہ طاؤس یعنی مور جو خدمتی جنت کا تھا۔ باہر آیا ابلیس اسکے سامنے بہت رویا۔ اس نے پوچھا کیوں روتے ہو' کیا بات ہے' کیا تکلیف ہے' کہا تکلیف تو کچھ نہیں ہے' میں بڑا عابد ہوں' جنت میں آ کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ جنت میں عابدوں کا کیا مرتبہ ہے' مور نے کہا کہ میں کیسے لے جاؤں' دربان بیٹھا ہوا ہے اور کہا کہ سانپ بھی ملازم ہے، اگر وہ آجائے تو میں اُس سے مشورہ کروں گا۔ اتنے میں سانپ بھی آیا۔ اس کے سامنے بھی شیطان بہت رویا۔ تب مشورہ میں یہ طے ہوا کہ سانپ کہ منہ میں شیطان بیٹھے گا اور سانپ مور کو لپٹ جائے گا اور جنت میں شیطان سانپ کے منہ سے باہر نکل آئے گا۔ غرض سانپ کو مور اپنے پیروں میں لپیٹ لیا اور جنت میں چھوڑ دیا، وہاں جا کر شیطان حواؑ کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جنت سے نکال دیں گے لیکن اگر تم یہ پھل کھاؤ گے تو ابدالآباد تک جنت میں رہو گے۔ غرض دھوکہ دے کر آدمؑ اور حواؑ کو ممنوعہ پھل کھلا دیا جس کی وجہ سے آدمؑ اور حواؑ دونوں جنت سے نکالے گئے اور دنیا میں چھوڑ دیئے گئے۔ مور کے لئے حکم ہوا کہ اس مردود کے پاؤں مسخ کر دو، بدصورت بنادو، اور سانپ کے لئے کہا گیا کہ اس کے منہ میں زہر پیدا کر دو۔ اس سے پہلے سانپ کے منہ میں زہر نہ تھا۔ اب سانپ کے منہ میں زہر آ گیا اور مور کے پاؤں خراب ہو گئے۔ جب وہ ناچتا ہے اور پاؤں پر نظر پڑتی ہے تو روتا ہے کہ میرے

پاؤں کیسے خراب ہیں۔ ایسا ہی صاحبو! ہمارا نفس اس سے ہزار گنا بڑھ کر ہے۔ آپ کو دھوکہ دے کر نافرمانی کراتا ہے، اب غور کر کے سمجھ گئے ہوں گے کہ آپ کا سب سے زیادہ دشمن کون ہے۔ یہ نفس ہے جو آپ کے بغل میں بیٹھا ہوا بغلی گھونسے لگا رہا ہے۔

حکایت:- ایک بہو تھی، کئی دن گذر گئے، بات ہی نہ کرتی تھی، ایک دن ساس نے کہا کہ بیٹی تم بھی کچھ بات کرو تو پہلی بات جو بہو نے ساس سے کی وہ یہہ تھی کہ امّاں جان میرے خاوند جو تمہارے بیٹے ہیں اگر وہ مر گئے تو کسی سے میرا نکاح کر دو گی یا نہیں، تب ساس نے کہا کہ تم خاموش ہی رہو، تمہاری خاموشی ہی اچھی ہے۔ تم بات کر کے ساس کا کلیجہ ٹھنڈا کر دیئے۔

میرے دوستو ! جیسی یہ بہو تھی ایسا ہی تمہارا نفس ہے، جب بات کرے گا تمہارا دین وایمان ٹھنڈا ہو جائے گا۔

اگر کہا جائے کہ رشوت نہ کھاؤ، اللہ نے اس کو حرام کیا ہے اگر ایسا کہا جائے تو نفس کہتا رہے گا۔

اب تو آرام سے گذرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے

یہ بھی بہو کے کہنے کی مانند بات ہے نا میاں رشوت کھاؤ، اب تو آرام سے گذر رہی ہے، عاقبت کی خبر خدا جانے۔ مگر اس بیہودہ نفس کو ذرا سمجھاؤ۔ ایک طبیب نے کہا کہ اس غذا میں زہر ہے، اگر کھاؤ گے تو مر جاؤ گے۔ مزے سے گذر رہی ہے، آرام سے گذر رہی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے کبھی نہیں کہو گے، اور اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ فلاں چیز میں زہر ہے تو کہتے ہو کہ اب آرام سے گذر رہی ہے ذرا ان دونوں باتوں پر غور کرو۔ صاحبو! اللہ کا بولا ہوا ہے اس میں ضرور زہر ہوگا۔ مرنا تو ضرور ہے چلتے چلتے مر رہے ہیں، موت کا کوئی بھروسہ نہیں، اب تو آرام سے گذر رہی ہے، عاقبت کی خبر خدا جانے یہ تو بول ہی نہیں سکتے۔

نفس کی ایک باریک بات بتلاتا ہوں۔ غور سے سنو میاں، ایسی عبادتیں کہ جن کی صورت نظر آتی ہے مثلاً نماز تو ایک بار نفس ایسی عبادت کرنے دے گا کہ اس سے لوگوں میں شہرت ہوتی ہے اور بعض نیکیاں ایسی ہیں کہ جن میں کچھ چھوڑنا پڑتا ہے جیسے گناہ تو ان کو نفس کرنے نہ دے گا۔ میرے دوستو! میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں سنئے۔ ایک بڑے

عہدہ دار تھے، کسی بزرگ کے مرید بھی ہوئے تھے، وہ نماز بھی پڑھتے تھے اور بہت سے وظیفہ بھی دو ڈھائی گھنٹہ تک بیٹھ کر پڑھتے تھے اور موٹے موٹے دانوں کی تسبیح بھی کھٹ کھٹ چلتی تھی، کسی سے رشوت کی بات کریں تو وظیفہ خراب ہوتا ہے، اس لئے انگلیوں پر اشارہ میں بات ہوتی تھی۔ اہل غرض کہتا کہ دوسو روپے دیتا ہوں، تو انگلیوں کے اشارہ سے کہتے کہ تین سو، اس نے کچھ کہا اور یہ کچھ اشارے سے کہے۔ غرض اس نے کہا کہ اچھا دیتا ہوں سرکار، تو یہ کونہ اٹھا دیئے جانماز کا۔ یہ سب کرر ہے ہیں وظیفہ خراب نہیں ہوتا۔ رشوت لئے تو کچھ نہیں ہوتا۔ غرض وظیفہ، نماز بھی جاری اور رشوت بھی لے رہے ہیں۔ یہ نفس آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے یہ اس کی چالاکیاں ہیں۔

آپ کو نفس کی ایک اور چالاکی بتلاتا ہوں۔ نفس کہتا ہے کہ کبیرہ گناہ نہیں کرنا۔ صغیرہ گناہ کریں تو کیا ہوتا ہے مگر میرے دوستو! چھوٹی سی چنگاری سے گھر جلے گا یا نہیں۔ اسی طرح سے کیا چھوٹا گناہ اور کیا بڑا گناہ۔

صاحبو ! ایک شخص ہے سڑک پر چل رہا ہے اور بارش ہو رہی ہے ایک چھینٹا پڑا۔ دوسرا پڑا پھر تیسرا پڑا۔ ایسے ہی چھینٹے پڑنے کی وجہ سے پورا پائجامہ بھیگ گیا۔ اب وہ کہتا ہے کہ بچنے سے کیا فائدہ؟ اس طرح سب بھیگ جاتا ہے، اسی طرح اگر کہو گے کہ چھوٹا گناہ کئے تو کیا ہوتا ہے سنو گناہ صادر ہونے کے لئے نفس چھوٹا گناہ سکھاتا ہے، پھر بڑا گناہ کرتے ہیں تو اب کچھ خبر نہیں ہوتی۔ دنیا کے دھوکہ میں مت آؤ۔ چھوٹے گناہ کا ضرر بھی ویسا ہی رہتا ہے جیسے بڑے گناہ کا۔

اور نفس کا یہ بھی دھوکہ ہے، کہتا ہے کہ اب گناہ کرلو، توبہ کرلیں گے۔ سنو آپ اور سمجھو، اس کو دھوکہ کہتے ہیں، اگر ایک شخص کے پاس مرہم ہو تو میاں مرہم کے بھروسہ پر کیا ہاتھ کاٹ لیتے ہیں، یا ہاتھ کٹ جائے تو مرہم لگاتے ہیں۔ اسی طرح توبہ کے بھروسہ پر گناہ نہیں کرتے، بلکہ اگر گناہ ہو جائے تو توبہ کرتے ہیں۔ دیکھا آپ نے نفس کی چالبازی کو۔ میں اس کی چالبازیاں آپ کو دکھا رہا ہوں۔ غرض توبہ کے بھروسہ پر گناہ کئے جا رہے ہیں۔

ایک موٹی مثال سے سمجھاتا ہوں۔ نفس کہتا ہے کہ ارے میاں اللہ کی رحمتیں ہمارے گناہوں سے کم نہیں ہے بلکہ بڑی ہوئی ہیں۔ اور نفس یہ بھی کہتا ہے کہ حدیثوں میں اللہ کی رحمت کا ذکر آیا ہے، اس لئے ان کی رحمت کے سامنے ہمارے گناہ کیا چیز ہیں۔ صاحبو! نفس آپ کو دھوکا دے رہا ہے۔ میرے دوستو! ذرا غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی

بھی آیتیں ہیں اور غضب کی بھی۔ غضب کی آیتیں چھوڑ کر کیسے صرف رحمت کی آیتیں لے رہے ہو۔ رحمت کی حدیثوں سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو ہم سے بہت محبت ہے، اور اگر ہم کو بھی ان سے محبت ہے تو کیا کرنا چاہیئے ہم کو ان کی اطاعت کرنا چاہیئے یا نافرمانی۔ اللہ کی رحمت کو سن کر یہ سمجھیں گے کہ اللہ کو ہم سے محبت ہے تو کیا اس کے محبت کے بدلہ میں اللہ کا خلاف ہی کرنا چاہیئے، کیا چال چلا ہے دیکھو، یہ چال نفس کی ہے سمجھ رہے ہیں نا آپ اس کی چال کو۔

جو گناہ ظاہری ہیں ان سے تو آپ ایک بار رک جائیں گے لیکن جو گناہ دل کا ہے آپ اس سے رکتے نہیں، کیونکہ آپ کو خبر ہی نہیں کہ دل کا گناہ کیا ہوتا ہے میاں، میں اس کو تفصیل سے مثال دے کر عرض کرتا ہوں کہ دل کا گناہ کیا ہے۔ کینہ، حسد کرنا، اپنے کو بڑا سمجھنا، کسی کو حقیر سمجھنا، ممکن ہے نفس ظاہری گناہ نہ کرنے دے، لیکن اس گناہ سے تو بچنے نہ دے گا۔

حکایت:۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ایک وقت بازار کو جا رہے تھے راستہ میں ایک شخص نے سوال کیا (یعنی پیسہ مانگا) آپ نے منہ سے تو کچھ نہیں فرمایا لیکن دل میں خیال فرمائے کہ یہ ہٹا کٹا آدمی ہے اس کو خیال نہیں آتا کہ بھیگ مانگ رہا ہے۔ غرض آپ ایک طرف چلے گئے۔ اور وہ دوسری طرف چلا گیا۔ آپ نے رات میں خواب دیکھے کہ ایک شخص مردار گوشت لاکر کہہ رہا ہے کہ حضرت کھاؤ۔ آپ فرمائے کہ میں اس کو کیسے کھاؤ۔ تب اس نے کہا کہ صبح کو کھائے تھے نا حضرت۔ اس فقیر کی دل سے غیبت کی تھی یا نہیں، اس لئے مردار گوشت کھائے یا نہیں۔

غرض ظاہری گناہ سے رکیں گے، دل کے گناہ سے نہیں رکیں گے، میرے دوستو! یہ گناہ دل کا گناہ ہے میاں۔ ان گناہوں کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ نفس تو آپ کا ایسا دشمن ہے کہ وہ پہلے ہاتھ، پاؤں کے گناہ ہی سمجھنے نہ دے گا۔ آنکھ کا گناہ کیا ہے میاں، غیر اجنبی عورت کو دیکھنا یا اس کے کسی کی ایسے عضو کو دیکھنا جو ناجائز ہے۔ مثلاً غیر محرم عورت کے سر کے بال دیکھنا بھی گناہ ہے کسی کی دولت کو دیکھ کر ویسا ہی خود کے لئے ہونے کی خواہش کرنا یا حرص کرنا یہ بھی گناہ ہے میاں، زبان کا گناہ چغل خوری کرنا، غیبت کرنا، جھوٹ بولنا ہے، کان کا کیا گناہ ہے چھپ کر کسی کی باتیں سننا، ہاتھ کا گناہ، غیر محرم عورت کو ہاتھ لگانا، یا ناجائز مضمون لکھنا یہ بھی ہاتھ کا گناہ ہے، پاؤں کا گناہ کیا ہے، کسی ناجائز جگہ چل کر گیا وہ پاؤں کا

گناہ ہے، ایک پیٹ کا گناہ ہے، وہ مالِ حرام کھانا ہے۔ اس سے بہت کم بچتے ہیں، اس میں بہت سے مبتلا ہیں، گرفتار ہیں۔

حکایت: - امام احمد غزالی رحمت اللہ علیہ ایک بزرگ ہیں۔ تین سال تک مغرب کے وضو سے صبح کی نماز پڑھے، یوں تو ستر سال تک شب بیدار رہے، اور دنیا کو چھوڑ کر ایک غار میں جا کر رہے تھے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو غار کے کونے سے آواز آئی احمد تمہارے انتقال کا وقت قریب آ گیا۔ اور دو کالے قطرے ان کے منہ پر ٹپکے اور منہ سیاہ ہو گیا۔ مرید روئے کہ مرشد کا یہ حال ہے تو مریدوں کا کیا حال ہوگا۔ ہماری نافرمانی کی وجہ سے ہمارا کیا حال ہوگا۔ غرض روئے اور دفن کر دیئے۔ ایک مرید کے خواب میں حضرت تشریف لائے، اس نے دیکھا کہ زمین و آسمان تک نور ہی نور ہے، اس میں حضرت بیٹھے ہیں اور آپ کے ساتھ خلفاءِ راشدین ہیں، وہ دوڑ کر گیا اور دریافت کیا کہ حضرت وہ کالے قطرے کیا تھے، آپ نے جواب دیا کہ نامۂ اعمال میں دیکھا کہ مالِ حرام کی دو چونیوں سے دو وقت کچھ خرید کر جو کھایا تھا وہ دو کالے قطرے بن کر ٹپکے۔ لیکن میں درود شریف زیادہ پڑھتا تھا۔ یہ اسی کا نور ہے جو تو دیکھ رہا ہے میں لوگوں کو جو نیک باتیں بتلاتا تھا۔ اس کے بدلہ میں یہ خلفائے راشدین میرے ساتھ ہیں۔

دیکھا آپ نے، پیٹ کا گناہ یہ خرابیاں پیدا کرتا ہے نفس ہمیں کچھ خبر ہونے نہیں دیتا غرض ہم نفس کے دھوکہ میں ہیں۔ ایک جسم کا گناہ ہے، میاں وہ کیا ہے، کافروں کا لباس پہننا، یہ جسم کا گناہ ہے، کیا کہوں مسلمانوں کی حالت دیکھتا ہوں تو بول ہی نہیں سکتا۔ ان کو دیکھ کر اندر ہی اندر دل گھٹتا ہے عورتیں ننگے آستین نکالے ہیں۔ ایک چولی پہنتی ہیں کہنی تک، یہ ہندوؤں کی چولی ہے۔ ہندوؤں کی عورتیں ایسی چولی پہنتی ہیں۔ یہ چولی پہننے کے بعد معلوم نہیں ہوتا کہ مسلمان عورت ہے یا غیر مسلم عورت یہ کافروں کا لباس پہنا جا رہا ہے۔ گاؤں میں جا کر دیکھو تو صرف نام سے پہچانے جاتے ہیں اور لباس کافروں کا۔ اس لباس سے صرف صورت کافروں کی بناتے ہیں۔ مہذب لوگ کوٹ پتلون پہنتے ہیں، انگریزی کے الفاظ ہیں، اور مجھے انگریزی نہیں آتی غالباً وہ لفظ نکٹائی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی، اس لئے ان لوگوں نے اس کی شکل بنا کر گلے میں لگائے ہیں مسلمانوں کی کیا کم بختی آئی، کیا سولی بھی ان کے پاس کوئی متبرک چیز ہے۔ یہ کیوں لگا رہے ہیں۔ غرض سب کافروں کا لباس پہن رہے ہیں۔ کیا اسلامی غیرت بھی نہیں ہے۔ قومی امتیاز بھی

نہیں ہے۔لباس سے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ مسلمان ہے یا کافر۔

سنو صاحبو ! اسلام کے پانچ جزٔ ہیں۔ایک عقائد۔عیسائیوں کے عقائد سے ہمارے عقائد الگ ہیں۔دوسرے عبادات۔(جیسے نماز،روزہ وغیرہ) ہیں۔تیسرے معاملات ہیں۔چوتھا جز معاشرت ہے۔پانچواں تمدن ہے۔یہ پانچ چیزیں ہیں۔تمدن بھی ایک جزٔ ہے اسلام کا۔اس کو غارت کرر ہے ہیں۔عورتیں کافروں کی سی بن گئی ہیں۔بعض عورتیں ٹیکہ لگانے لگی ہیں۔یہ کمبختی کی بات ہے۔مسلمانوں کی شان تھی کہ پہلے آستینوں کی چولی پر کرتا پہنتے تھے لانبے آستین کی بجائے کہنیوں تک پہنتی ہیں، بالکل کافر عورت معلوم ہوتی ہیں۔شائد یہ خیال ہوتا ہوگا کہ صورت تو کافروں کی بنائیں گے گو عقائد نہ بدلیں گے۔لیکن کیوں پہن رہے ہیں کافروں کا لباس۔صاحبو!اس وقت نفس کیا کہہ رہا ہے سنو۔نفس یہ کہہ رہا ہے کہ ارے میاں۔کافروں کا لباس پہن لے تو کیا کافر ہو جاتے ہیں۔نہیں ہوتے ہیں میاں، ذرا ساڑی چولی پہن کر اس مجمع میں آپ آجایئے۔مجمع میں اس طرح آئے تو کیا آپ عورت ہو جائیں گے۔آپ عورت نہیں بن جاتے۔مرد کے مرد رہتے ہیں لیکن آپ سے آیا نہ جائے گا، پھر کافروں کا لباس پہن کر کیسے آیا جاتا ہے۔

میاں اس لباس نے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔

حکایت :- حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے شہر میں ایک عورت رہتی تھی۔کسبن تو نہیں تھی مگر کسبن بن گئی تھی۔نہایت خوبصورت ہونے کی وجہ سے شہر کے تمام پیسہ والے گرویدہ ہو کر اس کے پاس جاتے تھے۔حضرت بایزید بسطامیؒ کو برا معلوم ہوا کہ یہ کمبخت پیسہ لوٹ رہی ہے۔حرام کاری ہو رہی ہے اور پیسہ الگ ضائع ہو رہا ہے۔اس لئے ایک روز حضرت اس کے دروازہ پر آکر بیٹھ گئے۔جب لوگ آنے لگے تو حضرت کو بیٹھا دیکھ کر واپس ہونے لگے، اس نے اندر سے کہا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں، کیا کہنا ہے کہو، حضرت فرمائے کہ میں ایک رات رہنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ آپ کے جیب میں ایک کوڑی بھی نہیں ہے، اور میری فیس دوسو اشرفیاں ہیں۔کیا آپ دیں گے اس کو۔آپ فرمائے ہاں دوں گا۔اور دوسو اشرفیاں نکال کر دے دیئے، پیسہ دینے کے بعد وہ آپ کی باندی بن گئی اور حضرت کو اندر لے گئی۔آپ بیٹھ کر فرمائے کہ میں جو کچھ کہوں گا کیا تم اس کو سنوگی؟ اس نے کہا ہاں سنوں گی، آپ فرمائیے میرا جی

چاہتا ہے کہ میرے کپڑے تم کو پہنا کر دیکھوں کہ ان میں تم کیسی نظر آتی ہو، اور چاہتا ہوں کہ فاسقوں کے کپڑے نکال کر متقیوں کے کپڑے پہنا کر دیکھوں، وہ اس پر راضی ہوگئی، جب وہ حضرت کا جبہ شاید پہن کر کھڑی ہوگئی، تو آپ اس کے پاس کھڑے ہو کر یہ دعا کئے کہ الٰہی! میں نے تو اس کے ظاہری لباس کو اتار دیا ہے، فاسقوں کا لباس اتار کر متقیوں کا لباس پہنا دیا ہے۔ اس کے دل کی سدھار اور اصلاح آپ کے ہاتھ ہے۔ اس متقی لباس کو پہننے کی وجہ سے آپ اس کے دل کو درست کیجئے ابھی آپ دعاء ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ حضرت اب میں آئندہ گناہ نہ کروں گی اس لئے آپ مجھے توبہ کرائیے۔ حضرت توبہ کرائے۔ حضرت سے ذکر د ریاضت سیکھی، اس کے بعد ایک دفعہ مکہ میں حضرت بایزید بسطامیؒ کے پاس اڑتی ہوئی آئی اور بے موسم کے میوے کھلائی اور غائب ہوگئی۔

یہ کپڑوں کی شان ہے میاں، یہ کپڑا اس نوبت پر پہنچاتا ہے آپ فاسقوں کا، گناہ گاروں کا لباس پہنتے ہیں۔ گاؤں میں دیکھو کافروں کا لباس پہنا جا رہا ہے۔ غرض کہیں کافروں کا لباس ہے تو کہیں انگریزوں کا لباس، یہ ایک جسمانی گناہ ہے۔

میرے دوستو! آپ غور کر لئے۔ نفس دھوکہ باز ہے، میں نمونہ کے طور پر سمجھا دیا ہوں، اور آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اب کیا کرنا چاہیئے، آپ اپنے نفس کا مقابلہ کیسے کریں گے۔ اس کا مقابلہ یہ ہے کہ نفس کے تقاضہ کو اور اس کی خواہشات کو پورا مت کرو۔ اس کے بجائے دیکھو کہ اللہ اور رسول کا اس کے مقابلہ میں کیا حکم ہے، اس پر عمل کرو۔ کسی سے پوچھ کر یا دینیات کی کتابیں دیکھ کر عمل کرو۔ چند روز تک ایسا معلوم ہوگا کہ کام بہت سخت ہے مگر ہوتے ہوتے عادت ہو جائے گی اور غیب سے آپ کی تائید ہوگی تو آپ کا نفس مغلوب ہو جائے گا۔

حکایت:- حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک دن خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو پوچھا کہ اے اللہ آپ کے پاس پہنچنے کا کوئی قریب کا راستہ بتلائیے، تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا بایزید تم نفس کی تائید مت کرو، میرے پاس پہنچنے کا قریب تر راستہ یہی ہے۔

دوستو! میں آپ کو آپ کے دشمنوں سے واقف کرا دیا ہوں۔ اور آپ کو ان کی چالیں بھی سمجھا دیا ہوں۔ نفس یہ چالیں گیارہ مہینہ تک چلتا رہے گا۔ اس لئے آپ کو واقف کرانے کے لئے سب کچھ سمجھا دیا ہوں۔ رمضان المبارک تو اب جا رہے ہیں، ہم تو پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھے کہ اگر کوئی مہمان کہیں سے آیا ہے تو وہ ٹھیرے گا نہیں۔ اے ماہ رمضان

آپ جارہے ہیں جائیے، ہم سمجھے ہوئے ہی تھے کہ آپ جانے والے ہیں۔اے ماہ رمضان جاؤ، آپ پھر آئیں گے مگر افسوس اس کا ہے کہ ہم آپ سے ملتے ہیں یا نہیں۔ آپ کو روتے ہوئے رخصت کرتے ہیں۔اے ماہ رمضان! اے ماہ رمضان! آپ جاتے ہیں جاؤ۔ آپ کی جیسی خاطر کرنا تھا ہم آپ کی خاطر نہیں کئے۔ آپ ہم سے نالاں ہوکر مت جائیے، ہم سے راضی ہوکر جائیے، ہم کو آپ سے بہت سے کام لینا ہے۔ قیامت کے موقع پر کام لینا ہے اس لئے ہم سے خوش ہوکر جاؤ۔

سنو صاحبو! رونا کس موقع پر ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ بچے روتے ہیں، کیوں کہ رونا بچوں کا کام ہے، یا کوئی مرگیا تو روتے ہیں، اور مصیبت آئی تو روتے ہیں اور کس لئے روتے ہیں ہاں عوتیں ماں باپ کے گھر سے سسرال میں گیئں تو روتے ہیں۔ بس کیا یہی چیزیں رونے کی ہیں، ہائے ہماری سمجھ پر پتھر پڑے ہیں۔ میاں ہماری نافرمانیوں پر رونا۔ اصلی رونا تو ہے خدا کی نافرمانیوں پر۔ یہ ہیں رونے کی چیزیں میاں۔ میرے دوستو! میں اب آپ سے عرض کرتا ہوں کہ کبھی کبھی تنہائی میں جا کہ وہاں بیٹھ کر اللہ سے رجوع ہوکر اپنے گناہوں کو یاد کرو۔ نافرمانیاں ہوئی ہیں اس لئے توبہ کرو، اور مغفرت مانگو۔ میاں کیا بھروسہ ہے زندگی کا، آج ہیں کل نہیں، ہر گناہ کو تنہائی میں یاد کرو، اور ان گناہوں کو معاف کراؤ۔

دوسری بات یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں کے مجمع پر خدا کی رحمت برستی ہے اب ہمارے اس مجمع پر بھی خدا کی رحمت برس رہی ہے اس لئے اب دعا کر کے ختم کرتا ہوں۔ الٰہی! مالک ہمارے ہم آپ کے غلام ہیں مگر ہم کو غلام کہتے ہوئے شرم آرہی ہے کیونکہ جیسا آقا ہوتا ہے ویسا ہی اس کا غلام ہوتا ہے۔ نہ کہ ہم جیسا ناپکار۔ غلام بھی ہوں تو ویسے ہی ہونا چاہیے۔ جیسا کہ مالک ہوتا۔ ہے۔ غلام بولو یا نہ بولو ہم تو غلام ہیں، مگر کیسے غلام ہیں میاں ہم تو بھاگے ہوئے غلام ہیں۔ دربدر مارے مارے پھر رہے ہیں کبھی اس در پر نہیں آتے ہیں۔ کبھی اللہ کے در پر نہیں آتے۔ بھاگے ہوئے غلام ہیں تیرے در پر کبھی نہیں آتے۔ مالک ہمارے صرف یہہ رمضان کا طفیل تھا کہ ہم کو تیرے دروازے پر لا کر ڈالا۔ ہم کو خیر کے دروازہ پر لا کر ڈالا اب رمضان جارہے ہیں الٰہی ہم کو اپنے در سے مت نکالیئے۔ یہ رمضان ہم کو آپ کے در پر لا کر ڈالے ہیں۔ جب وہ جارہے ہیں تو ہم کو اپنے در سے مت نکالیئے۔ الٰہی ہم اپنے گناہوں کو یاد کرتے ہیں۔ جو کچھ نافرمانیاں ہوئی ہیں ہم اس پر شرمندہ و نادم ہیں اور ہم سب کے سر جھکے ہوئے ہیں شرم کے مارے سر جھک

رہے ہیں۔ہم دنیا کو طلب کئے لیکن اللہ کو کبھی طلب نہیں کئے ہمیشہ دنیا طلب کرتے رہے۔یاالٰہی !یاالٰہی یہ آپکی رحمت ہے آپ کا کرم ہے کہ ہمیں مغفرت دیں کہ ہم تجھ کو یاد کرتے رہیں۔الٰہی ہم سراپا گناہ گار ہیں میں اپنی طرف سے اور آپ سب کی طرف سے کہہ رہا ہوں۔الٰہی !اسی طرح آپ بھی دونوں ہاتھ پھیلا کر کہتے ہیں۔کہاں ہیں میرے گنہگار بندے۔کب تک تُو گناہ میں رہیگا ارے آ میرے پاس۔ایسا کہہ کر ہم کو بلالو۔اللہ تعالیٰ ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے۔کب تک مجھ سے بے رخ رہیگا۔ارے آارے آ میں تیری توبہ قبول کرونگا۔

حکایت:- ایک شخص تھا میاں !اس کی تمام عمر گناہوں میں گزری،اس نے ایک دن آئینہ دیکھا تو ایک سفید بال نظر آیا تو یہ سمجھا کہ موت کا پیغام آیا تو اس نے روکر اللہ سے عرض کیا کہ میں عمر بھر کا گنہگار رہوں،اب توبہ کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ میری توبہ قبول کریں گے۔حکم ہوا،اور غیب سے آواز آئی تو مجھے دوست نہیں رکھتا تھا۔تو نے میرا ساتھ چھوڑا،تو میں نے بھی تیرا ساتھ چھوڑا تو میری نافرمانی کرتا رہا۔میں تجھے مہلت دیتا گیا۔اب توبہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ارے میں تیری توبہ قبول کرتا ہوں۔

صاحبو!توبہ کرو روپلاؤ۔رونا نہیں آیا تو رونے کی صورت بناؤ الٰہی ماں جیسے اپنے بچہ کے عیبوں کو چھپاتی ہے ایسا ہی آپ ہمارے گناہ چھپاتے ہیں۔ہم کو رسوا ہونے نہیں دیتے۔ہم خود ہی رسوا ہوتے ہیں۔الٰہی آپ کسی کو رسوا نہیں کرتے۔الٰہی !ماں جیسا بچوں کے قصور چھپاتی ہے ویسا ہی آپ بھی چھپاتے ہیں ہمیں رسوا نہیں ہونے دیتے۔

صاحبو!بچہ دیکھتا ہے سانپ بچھو تو ان کو پکڑ لیتا ہے۔لیکن ماں بچالیتی ہے۔الٰہی ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ہم کو جو چیزیں نقصان پہنچانے والی ہیں ان کو ہم پکڑ لیتے ہیں۔آپ ہم کو بچاؤ۔جیسا کہ ماں بچہ کو بچاتی ہے اسی طرح آپ بھی ہم کو بچاؤ۔

اور توبہ کس کو کہتے ہیں میاں۔توبہ یہہ ہے کہ کئیے ہوئے کام پر نادم ہونا اور آئندہ نہ کرنا

الٰہی ! ہم بھی توبہ کرتے ہیں کہ ہم کبھی گناہ نہیں کریں گے۔

الٰہی ! آپ ہم کو توفیق دو کہ ہم کبھی گناہ نہ کریں۔الٰہی !ہم وہ کئے جو ہمارے لائق تھا۔آپ وہ کرو جو آپ کے لائق

ہے" گناہوں کو مٹانا اس کی جگہ نیکیاں لکھنا یہ آپ کے لائق ہے۔ الٰہی! سب کو آپ اپنا بنایئے سارے عالم کو آپ کن کہ کر بنائے ہیں، ہم کو آدم سے بنائے ہیں، اور آدم کو آپ اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں، اس لئے ہم کو دوزخ میں نہ ڈالیئے۔ آپ ہم کو اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں اس لئے ہم کو دوزح کی آگ میں نہ جلائیے۔ آپ تو ہمارے ہیں، آپ ہمیشہ ہمارے رہیں۔ ہم کو بھی آپ اپنا بنالو۔ آپ ہم کو بھی اپنا بنالو۔

یا ارحم الراحمین

جامیا	واقفِ	دم	باش	عزیزاں	رفتند		
فکرِ	عقبٰی	بکن	آخر	کہ	تو	ہم	مہمانی
کم	خور	وکم	خسپ	وکم	گو	ہم	بجھلا	کم	نشین
دائما	در	ذکر	باش	و	خویش	را	بیں	بدترین
از	طفیل	خواجگانِ	نقشبند				
کارِ	دنیا	عاقبت	محمود	باد			

حضرت جامی علیہ الرحمتہ اپنے نفس سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے جامی اپنی عارضی اور فنا ہو جانے والی زندگی کو پہچان کہ سارے دوست واحباب تو گذر چکے۔

آخرت کی فکر کر کہ تو بھی یہاں مہمان ہی تو ہے۔

کم کھا، کم سو، کم بات کر، اور جہلاً کے ساتھ کم بیٹھ ہمیشہ خدا کے ذکر میں مشغوں رہ اور اپنے آپ کو سب سے بدترین جان خواجگان نقشبند کے صدقے اور واسطے سے دنیا کے تمام امور کا انجام بہتر ہو۔

آمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وعظ مبارك

مورخہ ۲۸ / رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۴ر فروری ۱۹۶۴ء

"وعظ مبارک شروع ہونے سے پہلے حاضرین سے فرمایا کہ پہلے سب تین مرتبہ درود شریف پڑھیں، آپ نے بھی یہ درود شریف ۳ بار پڑھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

ترجمہ:- اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر سب سے افضل درود اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات کے موافق ہے برکت اور سلام نازل فرما۔

حضرات! رمضان المبارک آئے بھی اور چلے بھی اور یہ ایسا مبارک زمانہ تھا کہ ہر شخص کے دل میں نیک خیال ہی آتا تھا۔ یہ مُبارک زمانہ اب ختم ہو رہا ہے اب یہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس وقت آپ کے سامنے رمضان شریف کے کچھ فضائل بیان کئے جائیں تو کیا فائدہ کہ یہ گیارہ مہینے کے بعد کام آئیں گے۔ ہمیشہ میرا یہ خیال رہتا ہے کہ آپ کے سامنے ایسی چیز پیش کروں جو اس کے بعد گیارہ مہینے تک کام دیتی رہیں، اگر چہ کہ یہ رمضان المبارک کا آخری زمانہ ہے، اس لئے کچھ رمضان المبارک کے فضائل کا بھی بیان ہونا چاہیئے تھا لیکن اب اس کا موقع نہیں ہے کیوں کہ رمضان المبارک تو چلے، اس لئے اس کی بجائے میں آپ کو ایسی چیزیں سناتا ہوں کہ اگر آپ ان کو اپنے ذہن میں رکھیں تو اس سے گیارہ مہینے تک فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور کام لے سکتے ہیں۔

صاحبو! آپ کو وہ حدیث تو یاد ہوگی کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت

کاایک ٹکڑا ہے جب تک وہ درست رہتا ہے تو سارے اعضاء درست رہتے ہیں، جب وہ بگڑتا ہے تو سارے اعضاء بگڑ جاتے ہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرمائے ہیں، اس سے کیا مراد ہے۔ صاحبو! گوشت کے ٹکڑے سے مراد دل ہے۔ دل اچھا ہوتا ہے تو سارے اعضاء اچھے کام کرتے ہیں۔ جب یہ دل برا ہو جاتا ہے تو برے کام ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل نیک کام پر عمل پیرا ہو تو سارے اعضا اچھے کام کرتے ہیں اور اگر دل بُرے کام انجام دے تو سارے اعضاء بُرے کام کرتے ہیں اللہ کی مخلوق میں دل سے زیادہ اچھی چیز کوئی نہیں ہے۔

صاحبو! دل کیا ہے سنو، یہ ربانی صندوقچہ ہے، اس میں رحمانی موتی رہتے ہیں۔ میرے دوستو! اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ دل ایسی چیز ہے کہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ روزانہ تین سو ساٹھ مرتبہ نظر ڈالتا ہے۔ غور فرمائیے کیا تعریف ہے اس کی، کیا عزت ہے اس کی، اگر کسی شخص کی کسی نیکی کو اس شخص کی طرف جو منسوب کرتے ہیں تو وہ دل ہی کے عمل کی وجہ سے ہے۔ مثلاً اگر کسی کو زاہد کہتے ہیں تو انسان زاہد نہیں ہے بلکہ جب اس کا دل سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتا ہے تو دل کے اس عمل کی وجہ سے اس شخص کو زاہد کہتے ہیں۔ یا اگر کسی کو عاشق کہتے ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس اس کے دل میں محبت بھری ہوئی ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے اس کو عاشق کہتے ہیں، اگر عتاب ہوا تو دل پر ہی ہوتا ہے۔ خطاب ہوتا ہے تو دل پر ہی ہوتا ہے۔ سعید بھی دل ہی ہوتا ہے اور شقی بھی دل ہی ہوتا ہے، اس لئے دل کے متعلق عرض کرتا ہوں غور سے سنیئے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں دل ایک عجیب چیز پیدا کی ہے اور دل اور جسم میں عجیب تعلق ہے کہ جب جسم سے کوئی نیک کام کریں تو دل میں نور آتا ہے اور اگر جسم سے برا کام کریں تو دل میں برائی آتی ہے یعنی آپ نیک کام کریں تو دل میں نورانیت آتی ہے گناہ کریں تو دل میں سیاہی اور تاریکی آتی ہے۔

صاحبو! قلب کے معنی کیا ہیں سنو! قلب کے معنی ہیں الٹ پلٹ ہونے کے، اس کا خلاصہ یہ کہ ایسی شریف مخلوق ہونے کے باوجود عجیب وغریب ہے یہ دل۔ اس میں یہ عیب ہے کہ الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے، یعنی یہ دل انسان کی روح اور نفس کے بیچ میں ہے۔ کبھی نفس کی طرف ہو جاتا ہے تو کبھی روح کی طرف، اگر روح کی طرف ہو جائے تو فرشتوں سے بھی

بڑھ جاتا ہے اور اگر نفس کی طرف ہو جائے تو شیطان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے، اس میں صفت ہے الٹ پلٹ ہونے کی، جس کی صفت اختیار کرتا ہے ویسا ہو جاتا ہے، اسی واسطے میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ دل میں گناہوں کی وجہ سے کیا ہوتا ہے سنیئے ! یہ چھت نہایت سفید ہے، اگر یہاں چولہا جلائیں تو پہلے تو کچھ خبر نہیں ہوتی لیکن اگر دس، پندرہ دن چولہا جلے گا تو سارا چھت کالا ہو جائے گا۔ یہ نمونہ ہے دل کے گناہوں کا، دل کے گناہوں کے سبب سے دل پر کچھ سیاہی سی چڑھتی ہے مگر شروع شروع میں تو آپ نہیں سمجھ سکتے لیکن بڑھتے بڑھتے دل کالا ہو جاتا ہے، جب دل کالا ہو جاتا ہے تو اس کو عربی میں ''رَین'' کہتے ہیں اور اُردو میں زنگ کہتے ہیں، ایسے دل میں اصلاح کی امید رہتی ہے، اس کے واسطے بہترین نسخہ کیا ہے، یہ زنگ دل سے دور کرنے کے واسطے روزہ اور قرآن بہترین نسخہ ہے، یہ دونوں چیزیں دل کی سیاہی دور کرنے کے لئے کیمیاء ہیں اور بہترین چیزیں ہیں۔ اسی واسطے رمضان میں روزے فرض کئے گئے ہیں، اور قرآن بھی پڑھا جاتا ہے، روزوں سے اور قرآن پڑھنے اور سننے سے دل کی سیاہی دور ہو جاتی ہے، اور اس کے سبب سے زنگ دور ہو جاتا ہے مگر بات یہ ہے کہ جب یہ سیاہی بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور اس کا انتہائی درجہ ہو جاتا ہے تو اس وقت قبولیت کی امید نہیں رہتی۔ اور اس دل کے اصلاح کی بہت کم امید رہتی ہے غرض جب دل کی گری ہوئی حالت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اس پر مہر ہو جاتی ہے اس کے لئے قران شریف میں ''خَتَمَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ'' (پ۔ رکوع۔ سورہ بقرہ)

(ترجمہ: خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے) آیا ہے۔

اس کے بعد پھر کیا ہوتا ہے سنو! اس کے بعد توبہ کی توفیق بند ہو جاتی ہے اور کوئی کتنا ہی سمجھائے سمجھ میں نہیں آتا۔ حق بات پر ہر طرف سے شبہ پیدا ہوتا ہے اور شبہ ختم ہی نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہی جاتا ہے یہ چیز بری ہے اس کی وجہ سے مہر ہو جاتی ہے۔ سنو صاحبو! جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھ بندے، تجھ کو میں پاک اور ستھرا دل دے کر بھیج رہا ہوں۔ ایسا ہی دل لے کر میرے پاس آنا۔ دنیا میں آنے کے بعد میاں، گناہ کے سبب سے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے اور دل پر مہر ہو جاتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبت ہے، اس لئے آپ سے فرماتا ہے کہ اے میرے

بندے تیرے دل کی یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ اس واسطے طرح طرح کی تدبیریں سکھاتا ہوں۔ صاحبو! قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے اور جو کچھ سمجھایا گیا ہے وہ اسی دل کی سیاہی کو دور کرنے کے لئے ہے لیکن انسان کی عجیب حالت ہے کہ اللہ سے منھ موڑا ہوا ہے اور اسی سے بے رخی برتتا ہے لیکن اللہ بے رخ نہیں ہے، انسان تعلق توڑنا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تعلق توڑنا نہیں چاہتا۔ انسان اللہ کا ہونا نہیں چاہتا لیکن اللہ انسان کو اپنا بنانا چاہتا ہے، غرض اللہ تعالیٰ کو انسان سے بے حد محبت ہے، اللہ تعالیٰ انسان کو دوست بنانا چاہتا ہے اس لئے سمجھاتا ہے تو انسان بگڑ جاتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے اگر کسی شخص کا بیٹا نالائق ہو جائے تو باپ اس کی اصلاح کی فکر میں رہتا ہے اور طرح طرح کی تدبیریں کرتا ہے کہ کسی طرح بیٹا راہ راست پر آ جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ انسان کے دل کی حالت بگڑی ہوئی ہے اسی واسطے قرآن میں طرح طرح سے سمجھاتے ہیں، تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اور صاف وستھرا دل لے کر دنیا سے جائے۔ اسی لئے صاحبو! جب آپ دنیا سے جاؤ تو دل صاف وستھرے لے کر جاؤ۔ سنئے! اگر شہد میں زہر ملا ہوا ہو، اور بچہ شہد کھانے کے لئے ضد کرے تو ماں طرح طرح سے کوشش کرے گی کہ بچہ زہر نہ کھائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ انسان گناہ کرتے ہیں۔ میرے دوستو! انسان گنہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ زہر کھا رہے ہیں۔ میرے اس معروضہ کو یاد رکھو۔ ہم خدا کی نافرمانی نہیں کر رہے ہیں بلکہ زہر کھا رہے ہیں۔ بچہ کی نظر شہد پر پڑتی ہے تو ماں نظر رکھتی ہے اس زہر پر کہ جو اس شہد میں ملا ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ ہم پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور ان کی نظر زہر کی طرف ہے، اسی واسطے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھ بندے! میں تجھ کو گناہوں سے روکتا ہوں تو تو سمجھتا ہے کہ میں تیرا نقصان کر رہا ہوں۔ لیکن تیرا یہ خیال غلط ہے، میں تجھ کو گناہ کی لذت سے روکتا ہوں کیونکہ وہ زہر ہے اس زہر سے بچ کر تو میری طرف آ۔ دیکھ تیری آخرت خراب ہو رہی ہے، آ میری طرف آ کہ میں تجھ کو تریاق پلاؤں، اور دل کو صاف کروں، اور دل صاف کر کے جنت میں لے جاؤں، اس لئے توبہ کر کے گناہوں سے باز ہو کر آ۔ صاحبو! اس کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ گناہوں سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے کیا ہوتا ہے سنو! اس سے آخرت بھی خراب ہوتی ہے اور دنیا بھی۔ اس وقت میں آپ کو گناہوں کی وجہ سے آخرت میں کیا نقصان ہوگا بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ گناہوں کی وجہ سے دنیا میں جو

نقصان اور ضرر پہنچتا ہے اس کو سمجھانا چاہتا ہوں سنئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اثر رکھا ہے، بعض دوائیں ایسی ہیں کہ جن سے دست آتے ہیں، اور بعض ایسی ہیں کہ جن سے قبض ہوتا ہے، بعض دواؤں سے بخار اترتا ہے۔ لوٹن ایک چیز ہوتی ہے کہ جس کو کھانے کے بعد بلی لوٹتی ہے۔ کہربا میں بھی ایک اثر ہے، اور مقناطیس میں بھی کہ وہ لوہے کو کھینچتا ہے، گالی دو، اس میں بھی ایک اثر ہے، کیوں صاحب کیا گالی آ کر لپٹ گئی؟ تعریف کرتے ہیں تو چہرہ پر بشاشت آجاتی ہے۔

صاحبو! ہر چیز میں اثر ہونے کے آپ قائل ہیں کسی کو اس کا انکار نہیں، اگر اثر نہیں ہے تو گناہوں میں اور خدا کی نافرمانی میں۔ ذرا سوچو کہ جس طرح ہر چیز میں اثر ہے اسی طرح گناہ اور نافرمانی میں بھی اثر ہے، سنو! شیطان ونفس آپ کو اس بات سے نہیں روکتے کہ آپ ہر چیز میں اثر کے پائے جانے کے قائل ہو جائیں لیکن شیطان ونفس آپ کو اس بات کا اعتقاد نہ رکھنے دیں گے کہ اللہ کی نافرمانی میں اثر ہے، یاد رکھو جیسے ہر چیز میں اثر رکھا گیا ہے، اسی طرح گناہوں اور نافرمانیوں میں بھی اثر ہے، اس سے آخرت بھی خراب ہوتی ہے اور دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے، اب میں اسی چیز کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ دنیا کیسے برباد ہوتی ہے، اب ذرا سوچئے کہ ابلیس جسے شیطان کہتے ہیں، پہلے وہ کیسا تھا۔ سنئے وہ بڑا عابد وزاہد تھا۔ دنیا میں اتنی عبادت کیا تھا کہ فرشتوں نے بھی نہ کی ہوگی۔ اس لئے اس کو آسمانوں پر، عرش پر بلایا گیا۔ غرض عرش کو ٹیکا دیکر بیٹھتا اور فرشتوں کو پڑھاتا تھا۔ اسی لئے اکو معلم الملکوت کہتے ہیں لیکن اس نے خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کی، خدا کا حکم تھا کہ آدم کو سجدہ کرو، اس نافرمانی کا کیا اثر ہوا آپکو بتاتا ہوں سنئے! اس کی وجہ سے یہ ہوا کہ آسمانوں سے زمین پر پھینک دیا گیا اور زمین پر بھی ملعون بنادیا گیا۔ صورت بگاڑ دی گئی، رحمت کی جگہ لعنت نصیب ہوئی۔ سچ کہتا تھا اس کی بجائے ہمیشہ جھوٹ بولنا شروع کیا اور جھوٹ بول کر ہی ہم کو بہکاتا ہے اسی طرح آدم علیہ السلام کو بھی جھوٹ بول کر بہکایا، یہ نافرمانیوں اور گناہ کا اثر ہے۔

اسی طرح میرے دوستو! نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ساری مخلوق خدا کی نافرمانی کرتی تھی۔ بہت سمجھایا گیا لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جب گناہوں کی انتہا ہوگئی تو نافرمانیوں کا اور گناہوں کا یہ اثر ہوا کہ تمام زمین پر پانی آ گیا اور سب کے سب غرق ہو گئے۔ دنیا میں پانی آنے سے سب کے سب ڈوب گئے اور ان کی دنیا برباد ہو گئی۔ میں آپ

کو صرف دنیا خراب ہونے کے متعلق بتلا رہا ہوں۔

اسی طرح عاد کی قوم بڑی اچھی قوم تھی لیکن جب اللہ کی نافرمانی کرنے لگی اور گناہوں میں مبتلا ہوگئی تو بہت سمجھایا گیا۔ جب اس قوم کی سمجھ میں نہ آیا تو گناہوں اور نافرمانیوں کا کیا اثر ہوا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ان پر ''ہوا'' مسلط کردی گئی، اور سینکڑوں گز اوپر اٹھاتی تھی اور پٹکتی تھی اور پٹک پٹک کر ان کو مار ڈالتی تھی۔ اس طرح قوم عاد برباد ہوئی۔

چنانچہ ثمود کی جو قوم تھی وہ بھی جب خدا کی نافرمانی کرنے لگی تو اس قوم کو بھی بہت سمجھایا گیا۔ لیکن نہ سمجھی تب ایک فرشتہ آیا اور ایک چیخ مارا کہ جس کے سبب سے کلیجے پھٹ گئے اور سب مر گئے۔ یہ دنیا کی حالت ہے اور اس طرح گناہوں سے دنیا کی خرابی ہے۔

اسی طرح شعیب علیہ السلام کی قوم بھی اچھی تھی لیکن جب وہ بھی گناہ میں مبتلا ہوئی اور خدا کی نافرمانی کرنے لگی تو ان پر بارش بند ہوگئی، یہ قوم اسی پریشانی میں تھی کہ ایک کالا بادل ان کے سروں پر آیا تو گ وہ بہت خوش ہوئے کہ اس سے پانی برسے گا۔ لیکن پانی کے بجائے اس بادل سے آگ برسی اور سب برباد ہوگئے۔

فرعون نے بھی طرح طرح سے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بہت سمجھایا لیکن اسکی سمجھ میں نہ آیا جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو یہ خبر فرعون کو بھی پہنچی، یہ خبر سنتے ہی فرعون نے اپنی فوج کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تاکہ ان سب کو ختم کردے، اس وقت تک موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے دریائے نیل کے کنارہ پہنچ گئے تو اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ فرعون آرہا ہے یہ دیکھ کر سب پریشان ہوئے اور گھبرا گئے کہ وہ سب کو قتل کردیگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا مت سمجھو، اور آپ نے دریا میں لاٹھی ماری کہ جس سے دریا میں راستہ ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر دریائے نیل سے پار ہوگئے آپ کے پیچھے وہ گھوڑے کو دریا میں ڈالا تو جبرئیل علیہ السلام آکر گھوڑی دکھائے، گھوڑی کو دیکھ کر گھوڑا اس کے پیچھے دوڑا۔ اس طرح فوج بھی فرعون کے پیچھے دریا میں گئی، جب یہ مع فوج کے بیچ دریا میں پہنچا تھا کہ پانی آکر مل گیا، فرعون بھی غرق ہوگیا اور اسکی فوج بھی، اور ساری قوم بھی، یہ گناہوں کے سبب سے دنیا کی بربادی دیکھو۔

قارون کے پاس اتنے خزانے تھے کہ اس کے خزانہ کہ کنجیاں ایک طاقتور آدمی بھی اٹھا نہ سکتا تھا، غرض اس کے پاس بہت بڑا خزانہ تھا جو ایک نعمت تھی اسکو بھی سمجھایا گیا مگر اس کی سمجھ میں بھی کچھ نہ آیا اور اس نے خدا کی نافرمانی کی، گناہ کرنے سے قارون کے خزانے زمین میں دھنسا دئے گئے۔ میں آپ کو دنیا خراب ہونے کی وجہ بتلا رہا ہوں کہ اس طرح اس کی دنیا خراب ہوگئی۔

چنانچہ بنی اسرائیل کی بھی یہی حالت تھی حالانکہ وہ پیغمبروں کی اولاد تھے لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگے اور توریت پر عمل کرنا چھوڑ دئے تو ان پر بھی بلائیں اور مصیبتیں آئیں، ان کے گھر اجاڑ دئے گئے اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط کر دیا گیا، یہ گناہ اور نافرمانی ہی کا اثر تھا۔ صاحبو! ہم بھی سنبھل گئے تو ٹھیک ہے۔

سنو! صاحبو، اللہ کے نیک بندوں پر بھی گناہوں اور نافرمانیوں کا اثر ہوتا ہے، یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کافر تھے اس لئے ان پر نافرنانیوں کا یہ اثر ہوا۔ نہیں، خدا کے نیک بندوں پر بھی گناہوں اور نافرمانیوں کا اثر ہوتا ہے میرے دوستو! اس کو یوں سمجھو کہ اگر ڈاکٹر کا بیٹا ذہر کھالے تو اس پر بھی ڈاکٹر کا بیٹا ہونے کے باوجود ذہر کا اثر ہوگا چونکہ ذہر میں اثر ہے اس لئے ڈاکٹر کا بیٹا کھائے یا خود ڈاکٹر کھائے، ذہر اس پر بھی اثر کرے گا۔ اسی طرح گناہ و نافرمانی میں اثر ہے جو گناہ کرے گا تو اس کی دنیا تباہ و تاراج ہو جاتی ہے، آخرت تو خراب ہوتی ہی ہے دنیا بھی خراب ہو جاتی ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام کیسے نیک اور مقبول بندہ تھے لیکن جب گناہ کئے یعنی ان کو جنت میں رکھ کر حکم دیا گیا تھا کہ تم اس درخت کا پھل نہ کھاؤ۔ وہ گیہوں کا درخت تھا لیکن آدم علیہ السلام وہ کھالئے یعنی نافرمانی کئے۔ سنو! آدم علیہ السلام سے لغزش کیسے ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابلیس نے حوأ سے کہا کہ دیکھو (میاں سنو! کیسا سمجھاتا ہے) خدا نے تم کو اس درخت کا پھل کھانے سے اس لئے منع کیا ہے کہ وہ تم کو ہمیشہ جنت میں نہیں رکھنا چاہتا۔ یہ سنکر حوأ بگڑ گئیں، آدم علیہ السلام نے بہت سمجھایا لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور اس درخت کا پھل کھالئے اس کا پھل کھاتے ہی جنت کے تمام کپڑے اتر گئے ننگے ہوگئے دونوں درخت کے پتے لیکر ڈھانک لئے۔ سر کا تاج اور سرپیچ الگ نہیں ہوئے اس واسطے کہ انہوں نے خیال کیا یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے اس لئے تاج سر سے علحدہ نہ ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور سر سے تاج چھین لئے اور سرپیچ بھی چھین لئے اور کہا

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے پڑوس میں میرا نافرمان نہیں رہ سکتا۔ دونوں جاؤ اور دونوں جنت سے نکال کر دنیا میں پھینک دیئے گئے۔ آدم علیہ السلام جنت سے نکلے اور حواؑ سے فرمایا کہ دیکھو حواؑ! یہ گناہ کی پہلی نحوست ہے کہ میرا محبوب اپنے پڑوس سے نکال رہا ہے سنو صاحبو! نیک لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے۔

ایک اور واقعہ سنئے تا کہ اچھی طرح آپ کے ذہن نشین ہو جائے کہ جس طرح کافر پر گناہوں کا اثر ہوتا ہے اسی طرح نیک بندوں پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے سنو! سلیمان علیہ السلام کی بیوی اوران کے کسی قرابت دار کا دعویٰ سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا، غور سے سنو! سلیمان علیہ السلام جس طرح ہونا چاہئے تھا اسی طرح فیصلہ کئے لیکن بیوی کی تھوڑی سی رعایت کئے حکم یہ تھا کہ دونوں فریقوں سے رعایت اور طرفداری نہ کی جائے لیکن سلیمان علیہ السلام بیوی کی رعایت اور طرفداری کئے حکم آیا سلیمانؑ! تم نافرمانی کئے اب اس کا اثر بھی دیکھ لینا، اس کا اثر دیکھ کر تم پچھتاؤ گے، اس کے بعد تھوڑا زمانہ گذر گیا، سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کی وجہ سے ان کی یہ حکومت تھی اوران کی یہ عادت کہ وہ اس انگوٹھی کو اپنی بیوی کو دے کر بیت الخلاء کو جاتے تھے ایک دفعہ حسب عادت آپ انگوٹھی بیوی کو دے کر بیت الخلاء گئے۔ تب ایک جن سلیمان علیہ السلام کی صورت بنا کر ان کی بیوی کے پاس آیا اور کہا کہ انگوٹھی دو، انہوں نے انگوٹھی دے دی، اب کیا تھا وہ انگوٹھی لے کر تخت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا۔ ادھر سلیمان علیہ السلام کی یہ حالت ہوئی کہ ان کو گھر میں کوئی بھی منھ نہ لگاتا تھا نہ باہر ان کی کوئی وقعت تھی، ایسا بڑا بادشاہ کہ جس کے ماتحت انسان، جانور، چرند، پرند وغیرہ تھے اب ان کی کوئی وقعت نہ تھی جن کی کل تک وہ عزّت تھی آج یہ ذلت میں گذر رہی ہے، آپ غور کیجئے کیسی تکلیف ہو رہی ہوگی، یہ ذلّت اس واسطے ہوئی کہ وہ نافرمانی کئے۔ غرض گناہ کا یہ اثر ہوا اور چالیس دن تک یہی حالت رہی لیکن وہ جن تلوّن مزاج تھا اس لئے ایک دن پانی میں انگوٹھی پھینک کر چلا گیا۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے آکر اطلاع دی کہ انگوٹھی فلاں مقام پر پانی میں ہے اس کو وہاں سے نکال لو، سلیمان علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، انگوٹھی نکال لی اور بادشاہ ہوگئے۔ غرض خدا کے نیک بندوں سے بھی ذراسی لغزش ہوئی تو چالیس دن تک اس طرح پریشان رہے۔

صاحبو! یعقوب علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ یعقوبؑ! میں نے یوسف کو تم سے کس لئے جدا کیا سنو! جب

یوسفؑ کے بھائیوں نے آ کر تم سے دریافت کیا کہ یوسفؑ کو ہمارے ساتھ جانے دو کہ ہم جنگل میں جائیں تاکہ سیر وتفریح کریں تب تم نے کہا کہ تم یوسفؑ کو لے تو جاتے ہو لیکن میرا دل ڈر رہا ہے کہ کہیں بچے کو بھیڑیا نہ کھا جائے، اس طرح کہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بھائیوں کی غفلت کی وجہ سے تم نے کہا کہ کہیں بچہ کو بھیڑیا نہ کھا جائے لیکن اس وقت تم کو میرا خیال نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ تمہیں بھیڑیئے کے کھا جانے کا خوف ہوا، میری حفاظت کا خیال نہ آیا۔ اس وجہ سے میں نے چالیس سال تک یوسفؑ کو تم سے دور رکھا، پھر جب آپ نے بیٹوں سے فرمایا کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ اور یوسفؑ کو تلاش کرو، کہیں نہ کہیں یوسفؑ مل جائیں گے یہ کہنے کی وجہ سے میں نے تم کو یوسفؑ سے ملا دیا۔ غرض نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

سنو صاحبو ! جب یوسفؑ قید خانہ میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ وہاں دو قیدی اور بھی ساتھ تھے انہوں نے خواب دیکھا اور اپنا خواب یوسفؑ کو سنا کر اس کی تعبیر دریافت کی، آپ نے ان میں سے ایک سے فرمایا کہ تجھ کو پھانسی دی جائے گی اور دوسرے سے آپ نے فرمایا کہ تو بادشاہ کے پاس پھر اسی کام پر بحال ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب تم بحال ہو کر بادشاہ کے پاس جاؤ تو بادشاہ سے کہنا کہ ایک بے قصور آدمی قید خانہ میں قید ہے اس کو رہا کر دیا جائے۔ یوسفؑ اس طرح فرمانے کے بعد جبرئیل علیہ السلام قید خانہ میں تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیوں یوسفؑ کیا میں رہائی دلا نہ سکتا تھا۔ یہ نافرمانی ضرور اثر دکھلائیگی اس لئے سات سال مزید قید میں رہو۔ صاحبو! غور کیجئے نیک بندوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے، ذرا ذرا سی لغزش کا اثر ظاہر ہو رہا ہے۔ صاحبو! کیا خیال ہے آپ کا کیا ہمارے کبیرہ گناہ بے اثر رہیں گے، ذرا ان قصوں سے عبرت لو۔ غرض پیغمبروں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے اسی طرح پیغمبروں کی اولاد بھی گناہ کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکی اس سلسلہ میں میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں جو قرآن مجید میں مذکور ہے، وہ واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک فرقہ ایک گاؤں میں رہتا تھا بنی اسرئیل پیغمبر کی اولاد سے تھے یہ لوگ ایک دریا کے کنارے رہتے تھے ان کے لئے ہفتہ متبرک دن تھا اس دن ان کو حکم تھا کہ کچھ کام نہ کریں، اور ان کو یہ بھی حکم تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں یہ ان پر حرام تھا۔

ایک دن شیطان ان کے پاس گیا اور ان کو اس طرح سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن شکار کھیلنے سے منع کیا ہے اس لئے تم یوں کرو کہ دریا کے کنارے ایک گڑھا کھودو کہ جس میں پانی آ تو سکے لیکن واپس نہ جا سکے۔ اور ہفتہ کے دن پانی اس گڑھے میں چھوڑ دو، پانی کے ساتھ مچھلیاں بھی اس گڑھے میں آ جائیں گی۔ اس گڑھے سے اتوار کے دن مچھلیاں پکڑلو، دیکھا آپ نے شیطان نے کیا تدبیر سکھائی ہے۔ چنانچہ اس قوم کو یہ دلیل معقول نظر آئی اور اس میں کچھ قباحت نظر نہ آئی، تب انھوں نے کہا کہ یہ تو بہت اچھی تدبیر ہے کہ اس سے گناہ بھی نہیں ہوتا اور شکار کا مقصد بھی حاصل ہوجاتا ہے، جب انھوں نے ایسا کیا تو مہلت دی گئی لیکن انھوں نے اس ڈھیل کو نہ سمجھا۔ اس کے بعد انھوں نے یوں کرنا شروع کیا کہ ہفتہ کے دن گل پھینکتے اور اتوار کے دن گل اور مچھلیاں نکالتے۔ اس پر بھی عذاب نہ آیا تو وہ علی الاعلان ہفتہ کے دن شکار کھیلنا شروع کئے لیکن ان کے تین فرقے ہوگئے۔ ایک علی الاعلان شکار کھیلنا شروع کیا۔ دوسرا فرقہ خود تو شکار نہ کھیلتا تھا لیکن دوسروں کو شکار کھیلنے سے منع بھی نہ کرتا تھا اور تیسری جماعت وہ تھی جو خود بھی شکار نہ کھیلتی تھی اور دوسروں کو بھی شکار کھیلنے سے منع کرتی تھی، اس تیسری جماعت کے لوگوں نے خیال کیا کہ اب عذابِ الٰہی نازل ہوگا۔ اس لئے انھوں نے اپنے محلے علیحدہ کر لئے اور درمیان میں دیوار تعمیر کردیئے تھے، چندروز کے بعد انھوں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے محلے سنسان ہیں حتی کہ مکان کے دروازے تک اندر سے بند ہیں، انھوں نے خیال کیا کہ معلوم نہیں ان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اور وہ کس مصیبت میں گرفتار ہوگئے۔ تفصیلات معلوم کرنے کے لئے ان لوگوں نے دیواروں پر چڑھ کر ان کے گھروں میں دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان میں کے جوان بندر بنادیئے گئے ہیں، اور جو بوڑھے تھے وہ سور ہوگئے ہیں، یہ سماں دیکھ کر وہ لوگ رونے لگے ان کے ساتھ ساتھ وہ مسخ شدہ انسان بھی رونے لگے، انھوں نے کہا کہ اب رونے سے کیا فائدہ۔ ہم پہلے ہی سمجھے ہوئے تھے کہ گناہ اپنا اثر دکھائے گا اس لئے گناہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔

صاحبو! ایک اور بات عرض کرتا ہوں، غور سے سنئے! وہ یہ ہے یہ گنہگار لوگ سؤر اور بندر بنادئے گئے۔ یعنی صورتیں مسخ ہوگئیں، اور مسلمان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں، خیر الامت ہیں یعنی بہترین امت ہیں اس لئے ان کی صورتیں مسخ نہیں ہوتیں، بہترین عضو جو دل ہے وہ مسخ ہوجاتا ہے۔ وہ کم درجہ کی امت تھی اس لئے ان کی صورتیں مسخ،

ہوگئیں اور یہ اعلیٰ درجہ کی امت ہے، اس لئے ان کا بہترین عضو جو دل ہے وہ مسخ کر دیا جاتا ہے۔ایک مثال کے ذریعہ میں آپ کو سمجھاتا ہوں سنئیے صاحبو! یہ حرام مال کیا ہے سنئیے عالم برزخ میں اس کی مثال نجاست وگوہ کی ہے اگر نیک آدمی حرام مال کھالے تو اس کو خواب میں گوہ نظر آتا ہے اس طرح خواب دیکھنے والے کو سمجھنا چاہیئے کہ میں نے کہیں حرام مال کھالیا ہے جیسے سور گوہ کھاتا ہے ایسا ہی حرام مال کھانے والا گوہ کھاتا ہے۔

صاحبو! دل کے مسخ ہونے کی تین علامتیں ہیں:

(۱) عبادت میں مزہ نہ آنا۔اس سے معلوم ہوا کہ دل میں کچھ نہ کچھ خرابی ہوئی ہے

(۲) دوسرا گناہ بے خوف ہوکر کرنا

(۳) تیسرا عبرت کا نہ ہونا اور دنیا میں پھنس جانا۔

یہ تین علامتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دل مسخ ہوگیا ہے۔غرض دنیا میں گناہ اور نافرمانی کا جو اثر ہوتا ہے میں نے بطور نمونہ آپ کو سمجھا دیا ہے آپ اس کو سمجھ لیجئے اور ذہن میں رکھئے سنئے! گناہوں کے سبب سے رزق کم ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نفرت ہوجاتی ہے، بھاگنے کی فکر ہوتی ہے، نیک بندوں سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے، دنیاوی کاروائیوں میں بھی دشواری ہوتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کاروائیوں میں دشواری کیوں ہورہی ہے دل کی سیاہی چہرہ پر ظاہر ہوتی ہے، چہرہ بدرونق ہوجاتا ہے، گناہوں سے نیکیوں کی ہمت گھٹ جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ آج ایک نیکی چھوٹی، کل دوسری چھوٹی وغیرہ، یہ علامت ہے دل کے مسخ ہونے کی۔

صاحبو! ایک اور بات عرض کرتا ہوں سنئے! حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا گیا کہ الٰہی! ہم کس طرح پہچانیں کہ آپ ہم سے راضی ہیں یا ناراض؟ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اگر میں وقت پر پانی برساؤں اور ضرورت نہ ہو تو بند کردوں تو سمجھنا کہ میں تم سے راضی ہوں، مثلاً کھیت کاٹنے کے وقت پانی بند ہوجائے تو یہ علامت ہے، اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی لیکن اگر کھیت کاٹنے کے وقت پانی برساؤں تو سمجھو کہ یہ میری ناراضگی کی علامت ہے۔

صاحبو! سنو، امام احمد رحمتہ اللہ لکھتے ہیں کہ نبی امیہ کے خزانہ میں گیہوں کا ایک دانہ تھا جو جسم میں کھجور کی گٹھلی کے برابر تھا۔

اس دانہ کے ساتھ یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ زمانۂ عدل کی پیداوار ہے۔ صاحبو! غور کیجئے یہ برکت تھی کہ پہلے زمانہ میں درختوں کے پھل وغیرہ بڑے ہوتے تھے اور اب چھوٹے ہو گئے ہیں، یہ نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ہے، اب آپ اس فرق پر غور کرو، سنئے! میں خود بکری کا گوشت چار پیسے پاؤ سیر کھایا ہوں آج بارہ آنے پاؤ سیر ہے، یہ کیا غضب ہے، یہ کیا ہو رہا ہے سنئے! یہ سب ہماری نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ہے کہ بے برکتی ہوگئی ہے اس کے بعد امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب قبرص پر مسلمانوں نے حملہ کیا، اس فوج میں صحابہؓ شریک تھے ان میں حضرت زبیرؓ اور حضرت ابودرداؓء بھی تھے، جب قبرص فتح ہوا تو حضرت ابودرداؓء ایک طرف کونہ میں بیٹھ کر رو رہے تھے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ کیا بات ہے، آج ہماری خوشی کا دن ہے کہ قبرص فتح ہوگیا، پھر آپ بجائے خوشی منانے کے کیوں رو رہے ہیں۔ آپ فرمائے سنو! جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی چھوڑ دیتی ہے تو اسے ذلیل وخوار کر دیا جاتا ہے، یہ قوم جو کل تک برسر اقتدار تھی، آج قید ہو رہی ہے، ذلیل ہو رہی ہے اور مسلمان ان کو پکڑ پکڑ کر قید کر رہے ہیں، یہ ذلت اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کو چھوڑنے کی وجہ سے ان کو نصیب ہوئی ہے۔

سنو صاحبو! ندامت بعض وقت ایک دن یا صرف ایک وقت تک کی ہوتی ہے، مثلاً اگر کوئی شخص صبح میں بغیر ناشتہ کئے گھر سے نکلا اور کہیں اس کو کھانے کا موقع بھی نہ ملا اور گھر آنے میں دیر ہوگئی تو وہ پچھتاتا ہے کہ میں کھانا کھا کر نکلتا تو یہ پچھتاوا نہ ہوتا۔

ایک پچھتاوا سال بھر کا ہوتا ہے مثلاً اگر وقت پر کھیت میں بیج نہیں بو دئے تو پچھتاتا ہے کہ موسم نکل گیا اور میں نے کیوں نہ بویا یہ پچھتاوا ایک سال کا ہوتا ہے۔

ایک عمر بھر کا پچھتاوا ہوتا ہے جیسے اگر کسی ایسی عورت سے نکاح ہو جائے جو ہمیشہ جھگڑا کرتی ہے یا عورت کسی ایسے مرد سے نکاح کرے جو ہمیشہ بیوی سے جھگڑا کرتا ہے تو یہ عمر بھر کا پچھتاوا ہے۔ سنو صاحبو! ایک پچھتاوا ابدالآباد کا ہوتا ہے وہ کیا ہے سنئے! دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ابدالآباد کا پچھتاوا ہوتا ہے، مرنے کے بعد بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ صاحبو! میں آپ کو ایک اور واقعہ سناتا ہوں آپ کو تکلیف تو ہو رہی ہوگی مگر سن لیجئے اس لئے سنا رہا ہوں کہ پھر ایک سال

تک سنانے کا موقع نہیں ملتا اور نہ طبیعت ہی صاف ہے اس لئے جو کچھ بولنا ہے آج ہی بولنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے اور یہ اولیاء اللہ میں سے ہیں، ان کے زمانہ میں ایک شخص بیمار ہوا۔ اور یہ شخص بڑا گنہگار تھا، ساری عمر گناہوں میں گذری، یہ طرح طرح کے گناہ کرتا تھا حضرت کو معلوم ہوا تو آپ نے خیال فرمایا کہ اس کا کیسا ہوگا اس لئے آپ نے اس سے فرمایا کہ میں تم کو چھ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں ان پر عمل کرلو، پھر تمہارے جو جی میں آئے گناہ کرو، میں تم کو اجازت دیتا ہوں، وہ بہت خوش ہوا آپ نے فرمایا کہ ایک بات تو یہ ہے کہ میاں جب گناہ کرو تو اللہ کی روزی نہ کھانا۔ اس نے کہا سب روزی اللہ کی ہے اسی نے دیا ہے کیسے نہ کھاؤں، حضرت فرمائے تجھے شرم نہیں آتی، جس کا کھاتا ہے اسی کی نافرمانی کرتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کے ملک میں رہ کر گناہ مت کرو، اس نے کہا کہ حضرت یہ کس طرح ہوسکتا ہے کیونکہ مشرق ومغرب سب اللہ ہی کا ملک ہے اس کے ملک سے نکل کر کہاں جاؤں گا آپ فرمائے کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ اللہ کے ملک میں رہ کر اس کی روزی کھاتا ہے اور اسی کے ملک میں گناہ کرتا ہے کیا یہ تجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ، تو اللہ کے سامنے گناہ نہ کرنا۔ اس کی نظروں سے غائب ہوکر گناہ کرنا۔ اس نے کہا کہ حضرت یہ کیسا ہوسکتا ہے، کیونکہ وہ تو ہر جگہ موجود ہے کیسے نہ دیکھے گا؟ آپ فرمائے کہ تجھ کو شرم نہیں آتی کہ اللہ کی روزی کھاتا ہے، اسی کے ملک میں رہتا ہے اور اسی کے سامنے گناہ کرتا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ جب روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت آئیں تب اس وقت ان سے کہنا کہ حضرت جلدی نہ کرو، ذرا باہر ٹھہرو۔ اس نے کہا کہ حضرت کہیں میرے اس طرح کہنے سے کیا وہ رک جائیں گے وہ تو فوراً آئیں گے اور روح نکال لیں گے۔ اور مہلت نہ دیں گے۔ یہ سن کر آپ فرمائے کہ جب ایسا ہے تو پھر تو ابھی سے توبہ کرلے اور موت کے لئے تیار ہوجا۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جب قبر میں منکر نکیر آئیں تو ان کو آنے سے روک دینا۔ اس نے کہا کہ حضرت وہ کیوں رکیں گے، کیا وہ میرے اس طرح کہنے سے رک جائیں گے، آپ فرمائے کہ پھر تجھے شرم نہیں آتی، اس لئے تو اُن کے سوال کے لئے ابھی سے تیار ہوجا۔

چھٹی بات یہ ہے کہ میدان قیامت میں جب فرشتے گنہگاروں کو دوزخ میں لے جائیں تو کہنا کہ میں دوزخ میں نہیں جاتا۔ اس نے کہا کہ حضرت کہیں وہ سنتے ہیں وہ تو زبردستی دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں، آپ فرمائے کہ جب وہ زبردستی کریں گے تو پھر تو ابھی سے توبہ کرلے اور خود کو پاک کرلے، اس نے کہا کہ حضرت آپ کا کہنا اب میری سمجھ میں آ گیا، میں اب توبہ کرلوں گا۔ پھر کبھی نہ چھوڑوں گا اور اس پر قائم رہوں گا اور اس نے توبہ کرلی، اور عمر بھر اس توبہ پر قائم رہا۔

صاحبو! ذرا غور سے سنو! تاکہ آپ کے ذہین میں رہے۔ بشرِ حافیؒ اولیاء اللہ میں سے ہیں لیکن ان کا شروع کا زمانہ بہت خراب تھا۔ دنیا بھر کے فسق وفجور میں مبتلا تھے اور طرح طرح کے گناہ کرتے تھے، ایک دن کا واقعہ ہے کہ اسی فسق وفجور کے زمانہ میں وہ دیوان خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے، شراب کا دور چل رہا ہے اس وقت ایک شاہ صاحب دروازہ پر آئے اور صدا لگائے کہ اللہ کے واسطے کچھ دلا دو بابا! تو جو باندی آنگن جھاڑ رہی تھی، اس نے کہا کہ حضرت جائیے، اس وقت میرے مالک شغل میں ہیں، دیتے دلاتے کچھ نہیں، یہ سن کر شاہ صاحب فرمائے کہ کیا وہ تیرا مالک ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں ہاں وہ میرا مالک ہے۔ آپ فرمائے تیرا مالک ہے اس لئے جو جی میں آیا کرتا ہے اگر یہ بھی کسی کا غلام ہوتا تو اپنے مالک سے پوچھ پوچھ کر کرتا۔ صاحبو! میرے جملوں کو یاد رکھو۔ یہ گفتگو بشر حافیؒ نے سن لی۔ یہ سننا تھا کہ وہ ایک چیخ مارے اور سب فسق وفجور کے سامان کو توڑ پھوڑ دیا اور کسی کے مرید بھی ہوگئے اور بہت ریاضت کی، اور اولیاء اللہ میں سے ہوگئے۔ سنئے حافی کہتے ہیں برہنہ پیر رہنے والے کو۔ اسلئے کہ آپ ہمیشہ ننگے پاؤں پھرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ غلام بھی کہیں جوتا پہنتا ہے، آپ غلامی کو نبھانے کیلئے ننگے پاؤں پھرتے تھے، اس واقعہ کو ذہن میں رکھیئے۔

ایک اور واقعہ سنئے! مثنوی شریف میں مولانا رومؒ لکھتے ہیں کہ ایک شخص تھا اس کی صورت عورتوں جیسی تھی اور آواز بھی عورتوں کے جیسی تھی داڑھی بھی کچھ نہیں تھی، مونچھ بھی نہیں تھے، یہ عورتوں کے کپڑے پہنتا اور خود کو عورت کہتا تھا۔ اس شہر میں یہ طریقہ تھا کہ ہر جگہ نہانے کے لئے غسل خانے تھے مردوں کے الگ اور عورتوں کے لئے علحدہ غسل خانے تھے، لوگ ان میں جاتے اور نہاتے تھے، مردوں کے غسل خانہ میں مردوں کو نوکر رکھتے تھے اور عورتوں کے غسل

خانہ میں عوتوں کو، یہ عورتوں کے غسل خانہ میں نوکر ہوگیا کیونکہ اس کے دل میں فسق وفجور تھا۔ اب بستی کی عورتیں نہانے کے لئے آتی تھیں، اور یہ ان کو خوب رگڑتا مسلتا تھا۔ ہر عورت کہتی تھی کہ میں اس کے ہاتھ سے نہاؤں گی، یہاں تک کہ بادشاہ کے پاس خبر پہنچی تو بادشاہ کی بیوی اور بیٹیوں نے کہا کہ اس کو ہمارے پاس لاؤ۔ اور یہ بادشاہ کے پاس محل کی عورتوں کو نہلانے کے لئے مقرر کیا گیا، بادشاہ کی بیوی اور بیٹیاں ننگے ہوکر اس کے سامنے نہاتے تھے اور یہ ان سب کو رگڑتا، مسلتا تھا یہ فاسق وفاجر تو تھا لیکن نیک لوگوں کے پاس بھی جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بزرگ کے پاس گیا تو وہ فرمائے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو توبہ کی توفیق عجیب انداز سے دینے والا ہے۔ غرض کئی دن بادشاہ کے گھر میں عورتوں کو نہلاتا رہا۔ کئی دن کے بعد ایک دفعہ بادشاہ کی بیٹی کا ایک قیمتی زیور کھو گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ لاکھوں روپے کا زیور ہے، اس لئے دروازہ بند کردو، اور تلاشی لو، اگر نہ ملے تو کانوں اور بغلوں میں دیکھو، پھر بھی نہ ملے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ دروازہ بند کردو، اور ہر ایک کو ننگے کرکے دیکھو، یہ سنتے ہی اس کے ہونٹ خشک ہوگئے چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں، فوراً سجدہ میں گر گیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ میں آپ کا گنہگار بندہ ہوں، میں نے جو کچھ کیا برا کیا۔ اب میں آپ کی رحمت کا دامن پکڑا ہوں، اب میرے ننگا ہونے کی نوبت آگئی ہے اگر میں ننگا کیا گیا تو کیا ہوگا؟ بادشاہ تو قتل کرادیگا۔ اس کے علاوہ میں سارے شہر کی عورتوں کو ننگا دیکھا ہوں، ان کو رگڑا مسلا ہوں، ساری بستی کے مرد کیا کہیں گے، کیا کچھ دشمنی ظاہر نہ کریں گے اور میرا کس درجہ برا حال کردیں گے، غرض یہ بہت پریشان تھا اور سجدہ میں پڑا کہنے لگا کہ اے اللہ! میری ماں مجھ کو نہ جنتی تو اچھا تھا مگر میں یہ دن نہ دیکھنا تھا۔ اس کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا اس کو چاروں طرف سے سانپ ڈس رہے ہیں اور کہا کہ افسوس میرا دل لوہے کا ہے کہ میں زندہ ہوں، اے اللہ کیا کروں، اب میں آپ کا دامن پکڑا ہوں، اے اللہ میں نافرمان ہوں، اے اللہ! میں نے وہ کام کیا جو میرے لائق تھا، اب آپ وہ کام کرو جو آپ کے لائق ہے، میاں ستاری کرو اب توبہ نہیں توڑوں گا۔ یہ کہتا جاتا اور روتا جاتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ خدایا خدا کہ کروہ رو ہی رہا تھا کہ اتنے میں عورتوں کی طرف سے آواز آئی کہ وہ چیز مل گئی، یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور جب محل کے دروازے کھولے

گئے تو یہ گھر جا کر بیٹھا رہا اور ہمیشہ کے واسطے توبہ کرلیا۔ صاحبو! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کھینچنا چاہیں تو کچھ نہ کچھ ذریعہ بنا دیتے ہیں۔

صاحبو! سنئے، ایک دفعہ ایک حبشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں گناہ کروں اور پھر توبہ کرلوں تو کیا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قبول فرمالیں گے۔ یہ سن کر ایک چیخ مارا گرا اور مرگیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایسا کام کیا ہے، اب اللہ تعالیٰ کو کیا صورت دکھاؤں گا یہ کہا اور مرگیا۔ صاحبو! میرے لفظوں کو یاد رکھو آپ کے کام آئیں گے۔

سنو صاحبو! جب قیامت قائم ہوگی اس وقت اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو سامنے بلائے گا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمائے گا اے بے حیا لوگو! دنیا میں تم لوگ میرے سامنے گناہ کرتے رہے، کیا تم کو میرے سامنے گناہ کرنے سے شرم نہیں آئی۔ صاحبو! ہم کچھ خیال نہیں کرتے کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ غرض میدان قیامت میں اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمائے گا اے بے حیا لوگو! تم میری مخلوق سے شرماتے تھے، کیا تمہارے پاس میری مخلوق کی وقعت مجھ سے زائد تھی۔ اے بے حیا لوگو! تم کو شرم نہیں آئی کہ تم میری نظروں کے سامنے گناہ کئے۔ کیا میں نے تم کو اسی واسطے پیدا کیا تھا کہ مجھ ہی سے ہاتھ پاؤں کی نعمتیں لے کر میری ہی نافرمانی کرو۔

صاحبو! اسی واسطے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ یہ وقت مت آنے دو تم تیار ہو جاؤ پھر خدا بڑا مہربان ہے اس کی مہربانی کو کیا عرض کروں، آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں، اس سے آپ کو اس کی مہربانیوں کا اندازہ ہوگا۔

حدیث شریف:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے کہ اللہ تعالیٰ صبح کو ہاتھ لانبے لانبے کر کے بلاتا ہے جیسا کہ ماں بچہ کو ہاتھ لانبے کر کے بلاتی ہے اور کہتی ہے کہ ادھر آؤ میاں اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ارے گنہگار اور رات کے گناہ کرنے والے آ، میں تیری توبہ قبول کرتا ہوں۔ پھر مغرب کے وقت فرماتا ہے اے وہ دن کے گناہ کرنے والے آ، میرے پاس تو آتا ہی نہیں، مجھ سے بے رخ ہو کر پھرتا ہے، تو آ، میں تیرے گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ غرض مغرب

کے وقت ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے کہ آ میرے نزدیک آ، میں تیرے گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں۔

حدیث شریف:- دوسری حدیث بھی اسی طرح ہے کہ ایک شخص نے گناہ کیا اور اللہ کے سامنے گر کر عرض کیا، اے اللہ میں نافرمان بندہ ہوں، میں نے جو کچھ کیا نفس اور شیطان کے دھوکہ سے کیا، اب توبہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے فرشتو! دیکھو یہ میرا بندہ میرے سامنے آیا ہے گناہ تو کیا لیکن اب سمجھ گیا ہے کہ میں عذاب بھی دے سکتا ہوں اور معاف بھی کرسکتا ہوں، میرے عذاب کا بھی خوف ہے اور میری رحمت بھی چاہتا ہے۔ تم گواہ رہو میں اس کے گناہ معاف کرتا ہوں۔

میرے دوستو! جو کچھ ہوا سو ہوا۔ آئندہ اتنا تو کرو، اور دل سے کہو، اے دل کیا یہی انصاف ہے۔ صاحبو! زہر کھایا ہوا شخص کیا کرتا ہے یعنی اگر کوئی شخص زہر ملا ہوا شہد کھالے تو وہ کیا کرتا ہے یاد رکھو اگر زہر کھالیا جائے تو صرف جسم مرتا ہے لیکن گناہ کا زہر کھانے سے دل مرتا ہے تو اس لئے آپ کیا کرو میرے دوستو سنو! جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب یہ خیال کرو کہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں، صاحبو! زہر کھایا ہوا آدمی تین کام کرتا ہے۔ ایک تو پچھتا تا ہے دوسرے یہ کہ قئے کرکے زہر نکالتا ہے، تیسرے یہ کہ کبھی ایسا کام نہیں کرتا۔

صاحبو ! آپ بھی ایسا ہی کرو، خدا کی نافرمانی ہوتی ہے تو اس کے زہر سے پس جاتے ہیں میاں، آپ کا دل پیسا جاتا ہے میاں، گناہ بھی ہوا تو کیسی بڑی قدرت والے کا گناہ ہوا جو سزا بھی دے سکتا ہے۔ اس لئے آپ افسوس کرو کہ ایسا نہ ہونا تھا اور پھر کبھی نہ کرنے کا خیال کرو، جیسا زہر کھایا ہوا شخص قئے کرکے یہ زہر نکالتا ہے اس طرح آپ بھی تنہائی میں جا کر بیٹھو اور رونا نہیں آیا تو رونے کی صورت بنا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھو اور یہ کہو کہ بھلا ہوں یا برا ہوں آپ کا ہوں۔ میرے ویسے آپ کو سینکڑوں بندے ہیں مگر مجھ کو آپ کے سوا کوئی نہیں ہے میں نے وہ کام کیا جو میرے لائق تھا اب آپ وہ کرو جو آپ کے لائق ہے۔ اس کے بعد کہو اے اللہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں لوہے کو زنگ لگ جائے تو صیقل سے صاف کرتے ہیں، اسی لوہے کے زنگ کو آگ میں ڈال کر جلا کر زنگ دور کرتے ہیں۔ آپ مجھے بغیر آگ میں جلائے میرے دل کے زنگ کو دور کیجئے۔ اس دل کے زنگ کو دور کرنے کیلئے دوزخ کی آگ میں مت ڈالو، اتنا رو میاں

کہ دل پاک وصاف ہوجائے اگر تم روتے ہوئے عرض کروگے تو صاحبو! اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے سنو، غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے تو اتنا کیوں روتا ہے، اگر تو نے گناہ کرلیا ہے تو میں تجھ کو معاف کردیتا ہوں، تیرے گناہ پر اصرار سے مجھے بہت برا معلوم ہوتا ہے اب تو آگیا ہے اور توبہ کررہا ہے تو میں معاف کردیتا ہوں اگر تو نے زمین بھر کر گناہ کیا ہے تو میں تجھ پر آسمان بھر کی مغفرت ڈالتا ہوں اور فرشتوں سے کہتا ہوں کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کو کھلا دو اور اس کو گناہوں سے پاک وصاف کردو، میاں آپ غور کیئے توبہ سے کیا ہوتا ہے اور قیامت میں یہ نوبت نہ آنے دو، تنہائی میں روکر عرض کرو، اور خدا سے معافی چاہو وہ ہر حالت میں مہربانی کرنے کیلئے تیار ہے اب تک جو کچھ ہوا سو ہوا اب بھی توبہ کرلو، بارہ مہینے تک جو چیز کام آنے والی ہے وہ میں نے سمجھا دیا ہے اب دعاء کر کے ختم کرتا ہوں۔

دُعاء

یاالٰہی ! اب رمضان شریف جا رہے ہیں، یاالٰہی ہم آپ کے غلام ہیں، خود کو غلام کہنے سے بھی شرم آتی ہے یقیناً ہم خود کو غلام کہتے ہیں لیکن میاں ! اچھے آقا کے اچھے غلام ہوتے ہیں، ہمارے جیسے نہیں ہوتے میاں جو کچھ بھی ہو ہم تو غلام ہیں، یاالٰہی ہم غلام ہیں مگر کیسے غلام؟ بھاگے ہوئے غلام ہیں، کبھی ادھر کبھی اُدھر پھرتے رہے ہیں کبھی آپ کے در پر نہیں آئے رمضان شریف ہم کو آپکے در پر ڈالے ہیں۔ اب یہ جا رہے ہیں ہم کو آپ کے در پر ڈال کر جا رہے ہیں، آپ ہمکو اپنے در سے مت نکالو، یااللہ آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنالو۔ مسلمانوں ! سنو ! اللہ اس کا ہوتا ہے جو اللہ کا ہوتا ہے الٰہی ہماری توبہ قبول کرلو۔ آج ہم سب توبہ کر رہے ہیں۔ ہماری دعاء کو سن لو، اور ہمارے گناہوں کو معاف کردو آپ ہم سب کو اپنے پاس نیک لوگوں میں لکھوادو۔

تمّت بالخیر

...☆☆☆ ...

Talib E Dua

محمد عامر علی قادری

ابن

محمد عضمت الدین قادری صاحب